القرآن

اور

علم النفس

محمد عثمان نجاتی

Marfat.com

Marfat.com

القرآن
اور
علم النفس

محمد عثمان نجاتی

مترجم

فہیم اختر ندوی

DATA ENTERED

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
اُردو بازار لاہور

Marfat.com

297.1229 Najati, Muhammad Usman
Al-Quran aur Ilm-un-Nafs/ Muhammad Usman Najati.- Lahore: Al-Faisal Nashran, 2010.
408 P.

1. Quran - Talimaat I. Title.

ISBN 969-503-036-X

Q 297.1229
ق 291 ن
141441

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

جولائی 2010ء
محمد فیصل نے
آر۔آر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت:-/300 روپے

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com

Marfat.com

فہرست

مقدمہ ۹

پہلی فصل

قرآن کریم اور محرکات عمل ۱۷
عضویاتی محرکات ۱۷
اول: تحفظ ذات کا محرک ۲۰
دوم: بقاء نوع کے دو محرک ۳۲
جذبہ مادریت ۳۴
نفسیاتی محرکات ۳۷
محرک ملکیت ۳۹
محرک سرکشی ۴۰
محرک تنافس ۴۵
محرک دینداری ۴۷
لاشعوری محرکات ۵۰
محرکات کے درمیان کشمکش ۵۱
محرکات پر کنٹرول ۵۳
محرکات کی بے راہ روی ۶۹

دوسری فصل

قرآن کریم میں تاثرات ۷۳
خوف ۷۳
خوف کی قسمیں ۷۷
محبت ۸۷
اپنی ذات سے محبت ۸۷
لوگوں سے محبت ۸۹
جنسی محبت ۹۲
والدین سے محبت ۹۴
اللہ کی محبت ۹۷
رسول کی محبت ۹۹
خوشی ۱۰۰

Marfat.com

نفرت ۱۰۴
حسد ۱۰۵
غیرت ۱۰۶
غم ۱۰۹
ندامت ۱۱۳
دوسرے تاثرات ۱۱۶
تاثرات کے ساتھ پیدا ہونے والی جسمانی تبدیلیاں ۱۱۹
تاثرات پر کنٹرول ۱۲۶
موت کے خوف پر کنٹرول ۱۲۷
فقر کے خوف پر کنٹرول ۱۳۰
غصہ پر کنٹرول ۱۳۲
محبت پر کنٹرول ۱۳۵
دیگر تاثرات پر کنٹرول ۱۳۷

تیسری فصل

قرآن اور ادراک حسی ۱۳۹
قرآن اور حواس ۱۴۱
جلدی حواس ۱۴۵
دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی ۱۴۶
بصری دھوکا ۱۵۰
توجہ اور ادراک حسی پر اقتدار محرکات کی اثر انگیزی ۱۵۰

چوتھی فصل

قران اور غور وفکر ۱۵۵
مشکلات کے حل میں غور وفکر کے مراحل ۱۶۰
غور وفکر کی غلطیاں ۱۶۵
الف: قدیم افکار پر اصرار ۱۶۷
ب: معلومات کی عدم فراہمی ۱۷۰
ج: جذباتی وانفعالی جانبداری ۱۷۵

پانچویں فصل

قرآن اور تعلم ۱۷۹

Marfat.com

علم کے ذرائع ۱۷۹

زبان کی تعلیم ۱۸۰

حضرت آدمؑ کو زبان کی تعلیم ۱۸۰

فیصلہ اور اختیار کی صلاحیت ۱۸۳

قرآن میں تعلم کے طریقے ۱۸۴

نقل و تقلید ۱۸۴

عملی تجربہ، سعی و خطا ۱۸۷

تفکیر ۱۸۹

قرآن میں تعلیم کے اصول و مبادی ۱۹۰

محرک ۱۹۱

الف: ترغیب و ترہیب کے ذریعہ محرک کو ابھارنا ۱۹۱

ب: قصوں کے ذریعے محرک کو ابھارنا ۱۹۸

ج: اہم واقعات کا تذکرہ ۱۹۹

تکرار ۲۰۰

توجہ ۲۰۶

عملی مشق ۲۱۰

تعلم کی تقسیم ۲۱۳

عملی اصلاح میں تدریج ۲۱۴

چھٹی فصل

علم لدنی اور قرآن ۲۲۳

الہام اور خواب ۲۲۳

خواب ۲۳۳

ساتویں فصل

قرآن اور تذکر و نسیان ۲۳۹

نسیان ۲۴۱

قرآن میں نسیان کا علاج ۲۴۵

آٹھویں فصل

دماغ و اعصابی نظام اور قرآن ۲۴۹

Marfat.com

نویں فصل

شخصیت اور قرآن ۲۵۵
انسانی ساخت ۲۵۷
نفسیاتی کشمکش ۲۵۹
شخصیت کا توازن ۲۶۹
ہموار شخصیت ۲۷۰
قرآن میں شخصیت کے خدوخال ۲۷۱
مومنین ۲۷۳
کفار ۲۷۷
منافقین ۲۷۹
قران میں عقلی حیلے ۲۸۱
قرآن میں شخصی وانفرادی فرق ۲۸۵
قرآن میں انسانی نشوونما ۲۸۹
ماقبل ولادت نشوونما ۲۸۹
ولادت کے بعد نشوونما ۲۹۲

دسویں فصل

نفسیاتی علاج اور قرآن ۲۹۹
ایمان اور احساس امن وسکون ۳۰۵
ایمان اور جماعت سے وابستگی کا احساس ۳۱۴
نفسیاتی علاج کا قرآنی طریقہ ۳۱۷
عقیدہ توحید پر ایمان ۳۱۹
تقویٰ ۳۱۹
عبادات ۳۲۱
الف: نماز (صلوٰۃ) ۳۲۲
ب: روزہ ۳۳۰
ج: زکوٰۃ ۳۳۲
د: حج ۳۳۳
صبر ۳۳۴
ذکر ۳۳۸
توبہ ۳۴۲

Marfat.com

مقدمہ

قرآن کریم' نبی آخرالزماں ﷺ پر نازل ہونے والی ساری انسانیت کے لیے آخری کتاب ہدایت اور سرچشمۂ دین ہے' اس میں انسان کی عقل اور وجدان سے خطاب کیا گیا ہے' عقیدۂ توحید کی تعلیم دی گئی ہے' عبادات کی صورت میں پاکیزگی سے آراستگی کی راہ دکھائی گئی ہے' انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر خیر و خوبی کی جانب رہنمائی کی گئی ہے' اپنی ذات کی تکمیل' شخصیت کی افزائش' اور کمالِ انسانی کے مدارج تک رسائی حاصل کر کے دونوں جہان کی سعادت و سُرخروئی سے ہمکنار بنانے والی جادہ پر چلنا سکھایا گیا ہے' قرآن کی آیاتِ ذیل ملاحظہ کیجیے:

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ (جاثیہ-۲۰)

(یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لیے' اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو یقین لائیں۔)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (یونس-۵۷)

(لوگو' تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے' یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفاء ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (نحل-۸۹)

(اور ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے' اور ہدایت و رحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔)

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ

Marfat.com

مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔ (بقرہ۔۱۵۱)

(جس طرح (تمہیں اس چیز میں فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے' تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے' تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ (جمعہ۔ ۲)

(وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے' ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے' حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔)

کائناتِ ارضی کی سیر' مشاہدۂ مخلوقات' آسمان و زمین کی نیرنگیوں اور ان میں بکھری قدرت کی کرشمہ سازیوں پر غور و فکر کر کے ان کے خالق کے وجود کا یقین حاصل کرنے کی قرآن کریم نے بار بار دعوت دی ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ۔ (عنکبوت۔۲۰)

(ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے۔)

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ۔ (اعراف۔۱۸۵)

(کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا' اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟)

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (یونس۔۱۰۱)

(ان سے کہو "زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو۔")

Marfat.com

زیورِ علم سے آراستگی اور حصولِ علم کی اہمیت قرآن کریم کے نزدیک اس قدر زیادہ ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت میں پڑھنے اور سیکھنے کی دعوت دی گئی ہے' نیز قلم کی اہمیت سراہی گئی ہے' جس کے ذریعہ اللہ نے لکھنے کی تعلیم دی' اور نا آشنا انسان کو علوم سے آراستہ کیا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ' خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ' اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ' الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ' عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۔ (علق-۱'۵)

(پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ' جس نے پیدا کیا' جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی' پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا' انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔)

قلم کی قسم کھا کر اللہ نے تعلیم و تعلم کے اندر اس کی اہمیت کا اظہار فرمایا ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ۔ (قلم)

(ن' قسم ہے قلم کی' اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔)

علم کے فضل' علماء کی تکریم اور ان کی بلندیٔ عظمت کا اظہار کرتے اور علم کو مساویٔ ایمان قرار دیتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (مجادلۃ-۱۱)

(تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔)

وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰکِنَّکُمْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (روم-۵۶)

(مگر جو علم اور ایمان سے بہرہ مند کیے گئے تھے وہ کہیں گے کہ خدا کے نوشتے میں تو تم روزِ حشر تک پڑے رہے ہو' سو یہ وہی روزِ حشر ہے'

Marfat.com

لیکن تم جانتے نہ تھے۔)

قرآن کریم کی نظر میں علم اور علماء کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ مذکورہ آیت میں "اہلِ علم" کا تذکرہ "اہلِ ایمان" پر مقدم رکھا گیا' اور درجِ ذیل آیت میں اللہ کی وحدانیت' عدل اور قدرت و حکمت کے اعتراف میں "ملائکہ" کے بعد "اہلِ علم" کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (آل عمران-۱۸)

(اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور فرشتے اور سب اہلِ علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں' کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔)

نبی کریم ﷺ کو زیادتیٔ علم کی دعا کرنے کا حکم دیا گیا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ (طٰہٰ-۱۱۴)

(اور دعا کرو کہ اے پروردگار! مجھے مزید علم عطا فرما۔)

علم اور حکمت اللہ کی دو نعمتیں ہیں' اللہ اپنے حسبِ مشیت اپنے صالح مومن بندوں کو ان سے نوازتا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (بقرہ-۲۶۹)

(جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے' اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی' ان باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانش مند ہیں۔)

متعدد قرآنی آیات بتاتی ہیں کہ علم اور حکمت اللہ کی اہم ترین نعمتیں ہیں' جن سے وہ اپنے منتخب انبیاء و رسولوں کو سرفراز کرتا ہے۔ [1]

---

[1] مثال کے طور پر دیکھئے: بقرہ 227۔ یوسف 66-68۔ انبیاء 73۔ نمل 15۔

Marfat.com

اپنی ذات' مخلوقات کی بُوالعجبیوں اور کائنات کی باریکیوں پر غور کرنے کی قرآن کریم نے ترغیب دی ہے' جو نفسیات اور اس کے اُسرار کے مطالعہ و تحقیق کی دعوت ہے۔ مطالعۂ نفسیات معرفتِ الٰہی عطا کرتا ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ' وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔ (ذاریات۔۲۰'۲۱)

(زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے' اور خود تمہارے اپنے وجود میں ہیں' کیا تم کو سوجھتا نہیں؟)

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِم مَّا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى۔ (روم۔۸)

(کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا' اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں' برحق اور ایک مدت مقرر ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔)

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (حٰمٓ السجدۃ ۵۳)

(عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی' یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔)

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ' خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ' يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ۔ (الطارق۔۵'۷)

(پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔)

اور اسی مفہوم کے اظہار کے لیے کہا جاتا ہے کہ "جس نے اپنی ذات کی معرفت حاصل کر لی اس نے اپنے رب کی معرفت پا لی" اور "اپنی ذات کی سب سے زیادہ

Marfat.com

معرفت رکھنے والا شخص ہی اپنے رب کی سب سے زیادہ معرفت رکھتا ہے۔(۱)"

ان سب کے علاوہ معرفتِ ذات کے نتیجہ میں خواہشات پر کنٹرول، گمراہی و اِنحراف سے حفاظت، ایمان، نیک عمل اور صالح کردار کی رہنمائی نصیب ہوتی ہے، جو پُرامن و اطمینان بخش زندگی اور دنیا و آخرت کی سعادت سے نوازتی ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں انسانی بناوٹ کی نوعیت بتائی گئی ہے، مختلف نفسیاتی اَحوال کا تذکرہ ہے۔ نفس کے اِنحراف اور مرض کے اسباب نیز ان کی اِصلاح، تربیت اور علاج کے طریقے بتائے گئے ہیں، ان امور کا تذکرہ اس کتاب میں فطری بات تھی جو انسان کی ہدایت، رہنمائی، تربیت اور تعلیم کے لیے نازل کی گئی ہے، نفس سے متعلق قرآن کریم کی آیات وہ رہنما اشارے اور سنگ ہائے میل ہیں جن سے اپنے نفس اور اس کی مختلف خصلتوں کے فہم اور اِصلاح و تربیت کے لیے صحیح طریقۂ کار کی رہنمائی میں مدد لی جاسکتی ہے۔ انسان، اس کی صفات اور نفسیاتی اَحوال کے حقائق سے متعلق قرآنی آیات سے انسانی شخصیت، اس کے کِردار و عمل کے بنیادی مُحرکات، اس کی شخصیت کے توازُن اور نفسیاتی صحت کی تکمیل سے متعلق صحیح خد و خال متعین کرنے میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، اس سے ایسے "عِلمُ النفس" کی تشکیل کی راہ ہموار ہو سکتی ہے جس کے نتائج اور حقائق، اللہ رب العزت، جو انسان کا خالِق اور اس کی شخصیت کے اَسرار اور فطرت سے سب سے زیادہ آشنا ہے۔ "اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔" کے بتائے ہوئے سچے حقائق انسانی سے ہم آہنگ ہوں۔

زیرِ نظر کتاب دراصل قرآن کریم میں وارد انہیں نفسیاتی مفاہیم و حقائق کو یکجا کرنے اور اَنسانی شخصیت کے واضح تصور کی تعیین میں ان سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش ہے جو عِلمُ النفس کے اندر جدید تحقیقات کے آثار کی راہ ہموار کر کے شخصیت کے سلسلہ میں ایسے جدید نظریات کی بنیادیں فراہم کرے گی، جن کے حقائق، انسان کے قرآنی حقائق و مفاہیم سے ہم آہنگ ہوں گے۔

طبیعاتی علوم کے اندر اختیار کئے جانے والے مناہج بحث کو اپنانے کی وجہ سے جدید

---

۱ ابو حامد محمد الغزالی: معراج القدس فی مدارج معرفۃ النفس، دوسرا ایڈیشن بیروت، دارالآفاق الجدیدہ 1975ء صفحہ 6۔

Marfat.com

ماہرینِ نفسیات نے صرف ان ظاہری نفسیاتی کیفیات کے مطالعہ تک خود کو محدود رکھا جن کا معروضی طریقہ پر مطالعہ و تجربہ کرنا ممکن تھا' اور ان بہت سی اہم نفسیاتی کیفیات کے مطالعہ کو نظرانداز کر گئے جنہیں مطالعہ و تجربہ کی کسوٹی پر اتارنا دشوار تھا' چنانچہ انہوں نے اپنے مطالعہ و تحقیق میں خودِ نفس کو شامل نہیں کیا' کیونکہ اسے مطالعہ کا موضوع بنانا دشوار تھا' اور کردار ہی تک اپنے مطالعہ کو محدود رکھا' بلکہ کچھ ماہری نفسیات نے "علم النفس" کو بدل کر "علمِ کردار" نام تجویز کیا' کیونکہ جدید علم النفس میں کردار و سلوک ہی کا مطالعہ کیا جاتا ہے' نفس کا مطالعہ نہیں کیا جاتا ہے۔

نفسیاتی مطالعات میں طبیعاتی علوم کے مناہج بحث کو اپنانے والے مذکورہ رجحان کا نتیجہ یہ ہُوا کہ علم النفس کے موضوع پر مادی نقطۂ نظر چھا گیا' جو تمام ظاہری نفسیاتی کیفیات و امور کو عضویاتی اَعمال قرار دیتا ہے' انسان کو اسی نظر سے دیکھا گیا جس سے حیوان کو دیکھا جاتا ہے' بلکہ حیوانی کردار کے مطالعہ کو انسانی کردار کے فہم کا فطری ذریعہ سمجھا گیا' اور بیشتر اوقات اس بڑے فرق کو نظرانداز کر دیا گیا جو روح کی امتیازی صفت سے آراستہ ہونے کی وجہ سے دونوں کے درمیان پایا جاتا ہے' بلکہ روح کا مطالعہ تو نفسیاتی تحقیقات کے اندر تقریباً مکمل طور پر نظرانداز کر دیا گیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ انسانی سلوک کے سطحی اور غیراہم پہلوؤں کا مطالعہ کرنے والی نفسیاتی تحقیقات کی ڈھیر لگ گئی' لیکن ان بہت سے اہم عملی مظاہر کا مطالعہ یکسر نظرانداز کر دیا گیا جن میں دینی اور روحانی گوشوں کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے' اعلیٰ انسانی اَقدار کا مطالعہ کیا جاتا ہے' محبت کی بلند ترین انسانی تصویریں پیش کی جاتی ہیں۔ (ان میں جنسی پہلو نہیں ہوتے جو جدید ماہرینِ نفسیات کے مطالعہ محبت میں ملتے ہیں) انسانی کردار پر عبادات کے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے' جسمانی اور روحانی محرکات کے درمیان برپا نفسیاتی کشمکش کا مطالعہ کیا جاتا ہے' مادی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان توازن قائم کر کے شخصیت کی تکمیل و ہم آہنگی زیرِ بحث لائی جاتی ہے' اور ان کے علاوہ دیگر اُن موضوعات کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن پر آئندہ اس کتاب میں گفتگو کی جائے گی۔ چند جدید ماہرینِ نفسیات نے بھی اس بات کا اِعتراف کیا ہے کہ جدید علم النفس کے اندر انسان کے روحانی پہلو کے مطالعہ میں نقص پایا جاتا ہے' چنانچہ ایک معاصر نفسیاتی تجزیہ نگار ERICH FROMM کہتا ہے کہ

Marfat.com

موجودہ علم النفس نے "بیشتر اوقات میں صرف انہی مسائل کو موضوعِ بحث بنایا ہے جو بہت معمولی اور ان کے اپنائے ہوئے علمی منہاج سے ہم آہنگ ہیں، نئے مناہجِ بحث وضع کر کے انسان کے اہم ترین مسائل کا مطالعہ نہیں کیا گیا ہے، اسی طرح علم النفس اپنے بنیادی موضوع یعنی روح کے مطالعہ سے خالی ہے، مشینی افعال، جوابی اعمال اور خواہشات پر توجہ دی گئی ہے، لیکن انسان کے واضح امتیاز کو عطا کرنے والے بنیادی امور جیسے محبت، عقل، شعور اور اقدار سے صرفِ نظر کر لیا گیا ہے۔" [1]

ادھر کچھ عرصہ سے معدودے چند ماہرینِ نفسیات نے انسان کے روحانی پہلو کے مطالعہ کی اہمیت کو محسوس کیا اور بعض روحانی پہلوؤں مثلاً تخاطر [2] اور استشفاف [3] کے مطالعہ کی کوششیں شروع کی گئیں، ابھی یہ کوششیں ابتدائی مراحل میں ہیں، اور ان گہرے نتائج تک نہیں پہنچ سکی ہیں جنہیں انسان سے متعلق اپنی گہری معلومات کے مجموعہ میں ہم بااطمینان شامل کر سکیں۔

بلاشبہ اس وقت ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلامی سرمایہ کے مطالعہ کی جانب مزید توجہ دیں، قرآن کریم سے آغاز کرتے ہوئے، حدیث نبوی اور مسلم فلاسفہ و مفکرین کے ذریعہ انجام پانے والی عہد بہ عہد کی نفسیاتی تحقیقات کا مطالعہ کر کے اسلامی نفسیاتی مفاہیم کا صحیح فہم حاصل کریں جو ایک جانب نفسیاتی تحقیقات کے اندر ہمارے لیے رہنما ہو اور دوسری جانب انسانی شخصیت سے متعلق ان مخصوص نظریات کی تشکیل میں وہ معاون بنے جو خالص علمی بحث و تحقیق کی باریکیوں اور انسان سے متعلق قرآنی حقائق کے جامع ہوں، کیونکہ یہ حقائق خالقِ انسان کی جانب سے حاصل ہونے کی وجہ سے بالکل برحق ہیں:

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔ (حٰم السجدۃ: ۴۲)

(باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ چیز ہے۔)

---

[1] الدین والتحلیل النفسی، ترجمہ فواد کامل، مکتبۂ غریب قاہرہ 1977ء صفحہ 11

[2] کسی دوسرے شخص خواہ وہ دُور ہو، کے ساتھ تبادلۂ خیالات و افکار کو تخاطر کہتے ہیں۔

[3] دائرۂ حواس سے باہر دُور کی اشیاء کا ادراک استشفاف کہلاتا ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم اور مُحرّکاتِ عمل

مُحرکات، ان حرکت بخش قُوتوں کا نام ہے جو کسی زندہ وجود کو سرگرمی پر آمادہ کرتی اور کردار و عمل کا رُخ کسی مخصوص مقصد یا چند مقاصد کی جانب پھیرتی ہیں، مُحرکات ہی زندہ وجود کے اہم اور ضروری کام انجام دیتے ہیں، زندگی و بقاء کے لیے لازمی بنیادی ضروریات کی تکمیل اور ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے دیگر مفید و اُہم اُفعال کی انجام دہی پر یہی مُحرکات آمادہ کرتے ہیں۔

جدید ماہرینِ نفسیات مُحرکات کی دو بنیادی قِسمیں کرتے ہیں:

اول: عضویاتی محرکات [1]، یہ وہ فطری محرکات ہیں جو جسم کی عضویاتی ضروریات اور جسم کے خُلیوں میں پیدا ہونے والے نقص اور بے اعتدالی سے متعلق ہوتے ہیں، یہ انسان کو ایسے مقاصد پر آمادہ کرتے ہیں جو جسم کی عضویاتی ضروریات پوری کرتے ہیں، یا جسم کے خلیوں میں پیدا ہو جانے والی کمی کو پورا کر کے اسے سابقہ حالتِ اعتدال پر واپس لاتے ہیں۔

دوم: نفسیاتی مُحرکات [2]، یہ محرکات سماجی نشو و نما کے دوران اِکتسابی طور پر فرد کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔

عضویاتی محرکات

ہر مخلوق کو نعمتِ وجود سے سرفراز کرنے والی ذاتِ الٰہی نے اپنی حکمت کے پیشِ نظر تمام مخلوقات کے اندر ایسی مخصوص صفات اور خصوصیات رکھی ہیں جو اپنے مخصوص

---

[1] انہیں اولین محرکات بھی کہا جاتا ہے۔

[2] یہ ثانوی محرکات "اکتسابی محرکات اور سماجی محرکات" بھی کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

اعمال کی ادائیگی پر انہیں آمادہ کرتی ہیں۔

رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی۔ (طٰہٰ۔۵۰)

(ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی' پھر اس کو راستہ بتایا۔)

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی' وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَہَدٰی۔ (اعلیٰ۔۱'۳)

(اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو' جس نے پیدا کیا اور تناسُب قائم کیا' جس نے تقدیر بنائی' پھر راہ دکھائی۔)

انسان اور حیوان کی تکوینی ساخت میں موجود اہم خصوصیات میں عضویاتی محرکات آتے ہیں' عضویاتی مُحرکات کی دو قسمیں ہیں' ایک قسم بقاءِ فرد کے لیے ضروری ہے' اور دوسری قسم بقاءِ نوع کے لیے لازمی ہے۔

عضویاتی وظائف' انسان اور حیوان کے اہم حیاتیاتی کام انجام دیتے ہیں' یہی بدن کی ضروریات پوری کرتے ہیں' اس میں پیدا ہونے والے عضویاتی اور کیمیائی نقص کی تلافی کرتے ہیں' اور پیش آمدہ اِختلال و اِضطراب اور بے اعتدالی کا دفاع کرتے ہیں' ذات کے تحفظ اور بقاء کے لیے جسم کے اندر حیاتیاتی اعتدال کی لازمی مقدار برقرار رکھنے میں وہ ہمیشہ مصروف رہتے ہیں' جب کبھی جسم کے اندر بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے' مثلاً خون میں غذاء کی مقدار کم ہو جاتی ہے' یا جسم کے خلیوں میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے' یا بدن کی حرارت یا برودت اپنی مقررہ مقدار سے بڑھ جاتی ہے' یا جسم کے اندر مقررہ حد سے زائد تکان پیدا ہو جاتی ہے' تو مخصوص حرکات جسم کے اندر فوراً حرکت میں آ جاتے ہیں' اور جسم کو سابقہ معتدل حالت پر واپس لانے کے لیے ضروری سرگرمی پُر فرد کو آمادہ کرتے ہیں' جدید عضویاتی تحقیقات [1] بتاتی ہیں کہ انسان اور حیوان کے جسم میں اعتدال کا ضروری معیار برقرار رکھنے کے لیے طبعی میلان پایا جاتا ہے' چنانچہ جب بھی توازن میں

---

[1] امریکی ماہرِ عضویات W.B.Cannon کی تحقیق ہے جو "حکمتِ بدن" نامی اس کی کتاب میں شائع ہو چکی ہے۔

The Wisdom Of the Body. New York: norton. 1932

Marfat.com

فرق پیدا ہوتا ہے، سابقہ متوازن کیفیت پیدا کرنے کے لیے متعلقہ محرک فوراً مناسب سرگرمی پر آمادہ کرتا ہے، یہ مناسب سرگرمی خالص عضویاتی بنیاد پر انجام پاتی ہے، جس میں انسان کے اپنے ارادہ کا دخل نہیں ہوتا ہے، مثلاً زائد درجۂ حرارت کے موقع پر جسم عرق آلود ہو کر اپنے درجۂ حرارت میں کمی لے آتا ہے، یا پپوٹوں کے نیچے کوئی چیز چلی آئے تو آنکھ اشکبار ہو جاتی ہے اور آنسوؤں کے ذریعہ وہ چیز باہر آ جاتی ہے، کبھی کبھی ایسی سرگرمی فرد کے اپنے مخصوص ارادہ سے بھی انجام پاتی ہے، مثلاً بھوک کی حالت میں غذا اور پیاس کے وقت پانی کا بالارادہ استعمال۔

حیاتیاتی اعتدال کے جس نظریہ کا انکشاف آج سائنسدانوں نے کیا ہے، قرآن کریم نے چودہ صدی قبل ہی اس کا ذکر کر دیا تھا، ملاحظہ کیجئے:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔ (حجر۔۱۹)

(ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ جمائے، اس میں اس نوع کی نباتات ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی۔)

وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔ (فرقان۔۲)

(جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔)

وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۔ (رعد۔۸)

(ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے)

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔ (قمر۔۴۹)

(ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔)

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ۔ (انفطار۔۷)

(جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نک سک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا۔)

انسان اور حیوان دونوں مخصوص و مقررہ معیار و انداز اور بہترین و پائدار طریقہ پر بنائے گئے ہیں۔ توازن اور اعتدال کی مخصوص کیفیت دونوں میں موجود ہے، جب بھی اس توازن میں اختلال پیدا ہوتا ہے سابقہ متوازن حالت پر جسم کو واپس لانے کے لیے عضویاتی محرکات انسان اور حیوان کو متعلقہ مناسب سرگرمی پر آمادہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

ان اہم عضویاتی محرکات کی جانب قرآن کریم نے اشارے کیے ہیں، جن پر ذیل میں گفتگو کی جارہی ہے۔

اول: تحفّظِ ذات کا محرِّک

قرآن کریم کی بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے ذات کے تحفظ اور فرد کی بقاء سے متعلق اہم عضویاتی مُحرِکات جیسے بھوک، پیاس، تکان، حرارت، برودت، اَلم اور سانس لینے کا ذِکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام، جو جنت میں تھے، کو وہاں کی نعمتیں یاد دلائیں جہاں نہ انہیں بھوک اور پیاس کا احساس پریشان کرتا تھا، نہ لباس کی ضرورت اور موسم کی سختیاں ضَرر رِساں بَنتیں، نہ جنت میں سورج تھا کہ اس کی تمازَت کا احساس ہوتا، اللہ تعالیٰ نے انہیں شیطان کی سازش کا شکار بننے سے بھی خبردار کیا جو انہیں جنت سے نکال کر زمین پر اتار دینا چاہتا تھا، تاکہ انہیں اور ان کی اولاد کو مسلسل کوشش اور پیہم عمل کی پریشانیوں سے گزرنا پڑے، بھوک مٹانے کے لیے شکار اور زراعت کرنی پڑے، پیاس بجھانے کے لیے کنوّیں کھودنے اور بہتی نہروں تک سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے، موسم کی سختیوں سے حفاظت کے لیے جسم کو ڈھانپنے والے لباس بنانے، اور سورج کی شِدت اور رات کی ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے رہائش گاہوں کی تعمیر اور درختوں کے سایوں اور غاروں میں پناہ لینے کی ضرورت پڑے:

> فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى. إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَ لَا تَعْرٰى، وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحٰى، فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔ (طٰہٰ۔ ۱۱۷، ۱۲۰)
>
> (اس پر ہم نے آدم سے کہا کہ دیکھو یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے۔ لیکن شیطان نے اس کو

Marfat.com

پھسلایا' کہنے لگا۔ "آدم! بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔)

ان آیات میں تحفظِ ذات سے متعلق تین اہم محرکات کا تذکرہ ہے' یعنی بھوک' پیاس اور سخت حرارت (نیز ٹھنڈک) سے بچاؤ کے محرکات' ان آیات میں جذبۂ بقا اور جذبۂ ملکیت کی جانب بھی اشارہ ہے' تحفظِ ذات کے محرکات جذبۂ بقا کے لیے عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ محرکات' جسم کی عضویاتی ضروریات کو پورا کر کے فرد کی بقاء اور تسلسلِ زندگی کا کام انجام دیتے ہیں' جذبۂ ملکیت کا شمار نفسیاتی محرکات میں ہوتا ہے' جس پر ہم آئندہ گفتگو کریں گے' بقاء کی خواہش اور جذبۂ محرکات کی راہ سے ہی شیطان نے نفسِ آدم میں رسائی پا کر وسوسہ ڈالا' اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تنبیہہ کو بھول گئے' اور درخت سے کھا کر فرمانِ الٰہی کی خلاف ورزی کے شکار ہو گئے۔

سورہ نحل کی درجِ ذیل آیات میں تحفظِ ذات کے چند محرکات حرارت و برودت' تکان اور ہاکلم کی جانب اشارے ملتے ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ۔ (نحل۔۸۰'۸۱)

(اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا' اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکان پیدا کئے جنہیں تم سفر اور قیام' دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو۔ اس نے جانوروں کے صوف اور اون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدت مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔ اسی نے پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمہارے لیے سائے کا انتظام کیا' پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں' اور تمہیں ایسی

Marfat.com

پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو آپس کی جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں، اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے۔ شاید کہ تم فرمانبردار بنو۔)

پہاڑوں کے غاروں، خیموں اور گھروں کی رہائش گاہیں بنا کر انسان ضرر رساں جانوروں، دشمنوں کے شر اور موسم کی گردشوں، حرارت و برودت سے اپنے بچاؤ کا سامان کرتا ہے، یہاں اسے دن بھر کی مسلسل جدوجہد سے چُور ہونے کے بعد راحت، اطمینان اور نیند کا لطف ملتا ہے۔ درختوں کے سایوں، ٹیلوں اور پہاڑوں میں پناہ بنا کر سورج کی تمازت سے وہ اپنی حفاظت کرتا ہے۔ لباس بنا کر سردی و گرمی کی سختیوں سے بچاؤ کرتا ہے، اور لوہے وغیرہ سے ہتھیار بنا کر جنگوں میں دشمنوں کے حملوں اور زخموں کی تکالیف سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔

بھوک، پیاس اور تکان کے محرکات ایسے ہیں جنہیں عام حالات میں طویل عرصہ تک برداشت کرنے کی صلاحیت انسان کے اندر نہیں ہوتی کہ یہ اس کے لیے باعثِ الم اور قابلِ ضرر ہوتی ہیں، اس کی جانب اشارہ قرآن کی درج ذیل آیت میں ہے، جس میں راہِ خدا میں بھوک، پیاس اور تکان کو برداشت کرنے پر اِستحقاقِ اجر و ثواب کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (توبہ۔۱۲۰)

(مدینے کے باشندوں اور گرد و نواح کے بدویوں کو یہ ہرگز زیبا نہ تھا کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور اس کی طرف سے بے پرواہ ہو کر اپنے اپنے نفس کی فکر میں لگ جاتے۔ اس لیے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں، اور منکرینِ حق کو جو راہ ناگوار ہے اس پر کوئی قدم وہ

161CC1

Marfat.com

اٹھائیں، اور کسی دشمن سے (عداوتِ حق کا) کوئی انتقام وہ لیں، اور اس کے بدلے ان کے حق میں ایک عمل صالح نہ لکھا جائے، یقیناً اللہ کے ہاں محسنوں کا حقُ الخدمت مارا نہیں جاتا۔)

تحفظِ ذات کے محرکات ہر انسان اور حیوان کے اندر موجود ہوتے ہیں، سورہ نحل کی آیت میں چیونٹی کے اندر موجود تحفظِ ذات کے محرکات کی جانب اشارہ ہے، جس بنا پر ضرر و تکلیف اور ہلاکت و تباہی سے وہ اپنی حفاظت کرتی ہے:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ، حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ (نمل۔ ۱۷، ۱۸)

(سلیمان کے لیے جن اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تھے اور وہ پورے ضبط میں رکھے جاتے (ایک مرتبہ وہ ان کے ساتھ کوچ کر رہا تھا) یہاں تک کہ جب یہ سب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔ "اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔")

ان دونوں آیات میں چیونٹی کے اندر موجودہ تحفظِ ذات کے محرکات کی جانب واضح اشارہ ملتا ہے، ایک چیونٹی جو غالباً چیونٹیوں کی ملکہ یا محافظہ تھی، درپیش خطرہ سے بقیہ تمام چیونٹیوں کو آگاہ کرتی ہے، تاکہ حفاظت کے لیے وہ اپنے ٹھکانوں میں پناہ گزیں ہو جائیں۔

بعض آیات میں انسانی زندگی پر خوف کے اور بھوک کے محرک کی خصوصی اہمیت کا ذکر ملتا ہے، بھوک اور خوف یہ دونوں انسانی زندگی میں اہم رول ادا کرتے ہیں، انسان اپنے لیے، اپنے اہل و عیال اور بچوں کے لیے لقمۂ زندگی کی فراہمی کی راہ میں عام طور پر سخت جدوجہد کرتا ہے، اسی طرح موت، نامعلوم مستقبل، دشمنوں اور مصائبِ زمانہ وغیرہ کا خوف انسان کے لیے اکثر و بیشتر پریشانی کا سبب بنتا ہے اسی لیے بھوک اور خوف کو انسانی زندگی کے لیے اہم مؤثر عوامل قرآن کریم میں تسلیم کیا گیا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ

Marfat.com

الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ۔

(بقرہ۔۱۵۵)

(اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطرہ' فاقہ کشی' جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے' ان حالات میں جو لوگ صبر کریں' انہیں خوشخبری دے دو۔)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔

(نحل۔۱۱۲)

(اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔)

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔ (قریش۔۲'۴)

(لہذا ان کو چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔)

انسان کی زندگی میں بھوک کے محرک اسی طرح سردی گرمی وغیرہ موسم کی سختیوں سے جسم کی حفاظت اور اہمیت کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ ایمان لغو (مہمل قسموں) کا کفارہ دس مساکین کو کھلانا اور کپڑے پہنانا رکھا گیا ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

Marfat.com

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (مائدہ۔۸۹)

(تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا' مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مُواخذہ کرے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو' اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ قسم کھا کر توڑ دو' اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔ اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لیے واضح کرتا ہے شاید کہ تم شکر ادا کرو۔)

حرارت اور برودت کے محرک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا۔ (الدھر۔۱۲'۱۳)

(اور ان کے صبر کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا' وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے' انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی ٹھر۔)

جنت میں سورج نہیں ہو گا کہ گرمی اور اسی طرح سخت سردی کا احساس انسان کو ستائے' تکان کے محرک کی جانب بھی قرآن میں اشارہ ہے۔ اہلِ جنت مومنین کی زبان سے قرآن میں کہا گیا ہے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ۔

(فاطر۔۳۲'۳۵)

(اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دُور کر دیا' یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھہرا دیا' اب یہاں نہ ہمیں کوئی مشقت پیش آتی ہے اور نہ تکان لاحق ہوتی ہے۔)

Marfat.com

جنت ایک دائمی قیام گاہ ہوگی' کسی بھی ذمہ داری سے فراغت کی وجہ سے کسی تکان اور پریشانی کا احساس انسان کو نہیں ہوگا' اہلِ جنت کا وصف قرآن بتاتا ہے کہ:

لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ۔

(حجر-۴۸)

(انہیں نہ وہاں کسی مشقت سے پالا پڑے گا اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔)

دنیاوی زندگی میں تلاشِ معاش کی راہ میں جدوجہد اور اپنی مختلف ذمہ داریوں کی انجام دہی میں اسے طرح طرح کی پریشانیوں اور محنتوں سے گزرنا پڑتا ہے اور نتیجتہً اسے نیند اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اپنی معاشی ذمہ داریوں کی مسلسل ادائیگی کے لیے دوبارہ نشاط و تازگی اس کے اندر لوٹ آئے:

وَمِنْ اٰیَاتِہٖ مَنَامُکُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَابْتِغَآؤُکُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۔ (روم-۲۳)

(اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غور سے) سنتے ہیں۔)

دن بھر کے کاموں' حصولِ رزق کے لیے جدوجہد اور اپنی مختلف ذمہ داریوں کی ادائیگی سے شکستہ اور چور ہو کر جسم کو راحت پہنچانے کے لیے دن یا رات میں نیند کی لذت بھی اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہے' اللہ تعالی فرماتا ہے:

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ۔ (یونس-۶۷)

(وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو "کھلے کانوں سے پیغمبر کی دعوت) کو سنتے ہیں۔)

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ۔ (المؤمن-۶۱)

Marfat.com

(وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔)

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْکُنُوْا فِیْہِ وَ النَّہَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ (نمل۔ ۸۶)

(کیا ان کو سجھائی نہ دیتا تھا کہ ہم نے رات ان کے لیے سکون حاصل کرنے کو بنائی تھی اور دن کو روشن کیا تھا؟ اس میں بہت نشانیاں تھیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے تھے۔)

وَجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّہَارَ مَعَاشًا۔ (نبا۔ ۹، ۱۱)

(اور تمہاری نیند کو باعثِ سکون بنایا اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا۔)

وَ ہُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّہَارَ نُشُوْرًا۔ (فرقان۔ ۴۷)

(اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے لباس، اور نیند کو سکون موت اور دن کو جی اٹھنے کا وقت بنایا۔)

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رات کی تاریکی کو پردہ پوش بنایا ہے، تاکہ دن بھر کی جدوجہد، حرکت و عمل اور محنتوں کے بعد رات میں راحت و سکون اور نیند کی لذت حاصل ہو، اور دن کو روشن بنایا ہے تاکہ زمین میں چل پھر کر تلاشِ رزق اور تقاضائے زندگی کی وہ تکمیل کر سکے، تکان اور طلبِ راحت کے محرک کا تذکرہ ذیل کی آیات میں ملتا ہے:

وَ ہُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّہَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ثُمَّ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (انعام۔ ۶۰)

(وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے پھر دوسرے روز وہ تمہیں اسی

Marfat.com

کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقرر مدت پوری ہو۔ آخر کار اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے۔ وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔)

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (قصص۔۷۳)

(یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ (تم رات میں) سکون حاصل کرو اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش کرو' شاید کہ تم شکر گزار بنو۔)

تکان ایک اہم محرک ہے جو دن بھر کی جہد و عمل کے بعد نیند اور راحت پر انسان کو آمادہ کرتا ہے' جس کے ذریعہ جسم کے خلیوں کو نشاط و تازگی حاصل ہو جاتی ہے اور نیند کے بعد انسان چست' چاق و چوبند ہو کر نئی طاقت اور از سرِ نو کام کے لیے تازگی و نشاط کے ساتھ بیدار ہوتا ہے۔

مختلف قسم کے اندیشوں' خوف اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والی مختلف پریشانیوں اور سختیوں کی وجہ سے جسم کے اندر پیدا ہونے والے جسمانی تناؤ و بے کیفی بھی نیند کی وجہ سے دور ہو جاتا ہے' غزوۂ بدر کے موقع پر جب کچھ مسلمانوں کے اوپر خوف چھا چکا تھا' مسلمانوں کی حالت بتاتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔ (انفال۔۱۱)

(اور وہ وقت جب کہ اللہ اپنی طرف سے غنودگی کی شکل میں تم پر اطمینان و بے خوفی کی کیفیت طاری کر رہا تھا' اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسا رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست کو دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اس کے ذریعے سے تمہارے قدم جما دے۔)

نیند نے ان کے خوف کو دور کر دیا اور امن و اطمینان کی کیفیت ان کے اندر لوٹ آئی' انسان کی زندگی میں نیند کی اہمیت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے۔

Marfat.com

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (قصص-۷۲)

(ان سے پوچھو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک، تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟)

اگر مسلسل دن ہی رہتا اور رات نہ ہوتی جس میں انسان کو سکون، تکان سے راحت اور نینڈ حاصل ہوتی تو کیا انسان کے لیے ممکن ہوتا کہ تکان و پریشانی سے خالی پُرسکون زندگی گزار سکے۔ انسان پر اللہ تعالی کے فضل اور احسان کی دلیل یہ ہے کہ رات اور دن کی یکے بعد دیگرے گردش کا نظام بنایا، اور انسان کے اندر تکان کا مُحرِک رکھا جو نینڈ و راحت پر انسان کو آمادہ کر کے دوبارہ نشاط و تازگی بخشتا ہے۔

اَلَم، فطری عضویاتی مُحرِک ہے، جو انسان کو ضرر رساں اور تکلیف دِہ چیزوں سے گریز پر آمادہ کرتا ہے، گذشتہ صفحات میں سورہ نحل کی آیات ۸۰ و ۸۱ کا ذکر ہو چکا ہے، جن میں مُحرِک اَلَم کی جانب اشارہ موجود تھا، اَلَم ایسا طاقتور مُحرِک ہے جو ہر اَلَم رِساں چیز سے گریز پر انسان کو آمادہ کرتا ہے۔ اس کی جانب اشارہ قرآن کی ان متعدد آیات میں ہے جن میں کفار و منافقین کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں اور ایمان نہ لائیں تو ممکن ہے کہ دنیا یا آخرت میں عذاب کے اَلَم سے انہیں دو چار ہونا پڑے۔ اگر اَلَم تمام انسانوں کے اندر فطری عمومی اور طاقتور مُحرِک نہ ہوتا تو کفر اور انکارِ رسالت پر کفار و منافِقین کو اَلمناک عذاب کی دھمکی اور خوف کا اللہ تعالیٰ تذکرہ نہ فرماتا، قرآن کی بے شمار آیات میں کفار کو عذابِ جہنم سے ڈرایا گیا ہے، ذیل میں چند آیتیں ملاحظہ ہوں:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ (مائدہ-۳۶، ۳۷)

(خوب جان لو کہ جن لوگوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہے اگر ان

Marfat.com

کے قبضہ میں ساری زمین کی دولت ہو اور اتنی ہی اور اس کے ساتھ اور وہ چاہیں کہ اسے فدیہ میں دے کر روزِ قیامت کے عذاب سے بچ جائیں تب بھی وہ ان سے قبول نہ کی جائے گی اور انہیں دردناک سزا مل کر رہے گی۔ وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر نہ نکل سکیں گے اور انہیں قائم رہنے والا عذاب دیا جائے گا۔)

فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّهُمْ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ (توبہ۔۷۴)

(اب اگر یہ اپنی اس روش سے باز آئیں تو انہی کے لیے بہتر ہے' اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک سزا دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' اور زمین میں کوئی نہیں جو ان کا حمایتی اور مددگار ہو۔)

یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (احقاف۔۳۱)

(اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والی دعوت قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ' اللہ تمہارے گناہوں سے دُرگزر فرمائے گا اور تمہیں عذاب الیم سے بچا دے گا۔)

سانس لینے کا مُحرک زندگی کے لیے لازمی عضویاتی مُحرکات میں سے ہے۔ انسان اور حیوان دونوں کو زندہ رہنے کے لیے سانس کے ذریعہ آکسیجن لینے کی ضرورت ہوتی ہے' جب آکسیجن کی کمی ہوتی ہے تو ایک طاقتور مُحرک انسان کو آکسیجن لینے پر آمادہ کرتا ہے' اور جونہی آکسیجن مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے تو انسان کی موت ہو جاتی ہے' زندگی کے اندر سانس لینے کی اہمیت کا ذکر اللہ تعالی فرماتا ہے:

وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ' وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ' وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ۔ (یس۔۴۱'۴۳)

(ان کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری

Marfat.com

ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور پھر ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور کسی طرح یہ نہ بچائے جا سکیں۔)

وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا۔

(عنکبوت۔۴۰)

(اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو غرق کر دیا۔)

ذات کے تحفظ اور بقا کے اندر اہم ذمہ داری انجام دینے والے ایک فطری عضویاتی محرک کے طور پر سانس لینے کے محرک کی اہمیت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ جب انسان کو غرقاب ہو کر ہلاک ہونے کا خطرہ ہر چہار جانب سے گھیر لیتا ہے تو اسے شدید خوف محسوس ہونے لگتا ہے' انسان کسی کشتی میں سمندر کی درمیانی موجوں میں ہو' تیز آندھی چلنے لگے' موجوں کے تلاطم میں کشتی آ گئی ہو' اور موت کا سایہ سر پر منڈلانے لگا ہو تو انسان کے اندر جو سخت گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہوتی ہے' قرآن کریم اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ (یونس۔۲۲)

(وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے' چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لئے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ "اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔")

Marfat.com

دوم: بقاءِ نوع کے دو محرِّک:

انسان اور حیوان کی تکوینی ساخت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے فطری عضویاتی محرکات رکھے ہیں، جو تحفظِ ذات کے لیے ضروری عمل پر انہیں آمادہ کرتے رہتے ہیں، ٹھیک اسی طرح حکمتِ خداوندی نے دونوں کے تکوینی مزاج میں دو ایسے عضویاتی محرکات بھی رکھے ہیں جو انہیں دو ایسے اہم کاموں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں جن پر بقاءِ نوع کا اِنحصار ہے یعنی جنسی محرک اور جذبۂ مادری۔

جنسی محرک: جنسی محرک بقاءِ نوع کے لیے جنسی ملاپ و تناسُل کا اہم کام انجام دیتا ہے، جنسی محرک کے ذریعہ خاندان وجود میں آتا ہے اور خاندانوں سے معاشرہ اور قومیں وجود میں آتی ہیں، اور اس طرح زمین آباد ہوتی ہے، قومیں باہم مُتعارَف ہوتی ہیں، تہذیب عروج پذیر ہوتی ہے، علوم اور صنعتیں ترقی پاتی ہیں:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔ (حجرات-۱۳)

(لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔)

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ (نساء-۱)

(لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک

Marfat.com

دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً۔ (نحل-۷۲)

(اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کئے۔)

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (شوریٰ-۱۱)

(آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، جس نے تمہاری اپنی جنس سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے اور اسی طرح جانوروں میں بھی (انہی کے ہم جنس) جوڑے بنائے اور اس طریقہ سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔)

حکمتِ خداوندی کے مطابق پودوں کے اندر بھی تناسل کا عمل پایا جاتا ہے بلکہ کائنات کی ہر شے میں جوڑے کا وجود ہے:

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ (رعد-۳)

(اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔)

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (ذاریات-۴۹) [1]

(اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق لو۔)

---

[1] علم طبیعات کی جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ اشیاء کائنات کا ہر ذرہ Electron اور Proton سے مرکب ہوتا ہے۔ سائنسدانوں نے ان دونوں کا تجزیہ کر کے مثبت برقیہ اور منفی برقیہ انہیں بتایا ہے جو ایک دوسرے کو جذب کرتے ہیں۔

Marfat.com

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (یس۔۳۶) [1]

(پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے' خواہ وہ زمین کی نباتات میں ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوعِ انسان) میں سے ہوں یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔)

جنسی محرک خاندانی تشکیل کی بنیاد ہے' ہر ایک اپنے جوڑے سے مل کر راحت' امن اور اطمینان محسوس کرتا ہے' اور دونوں کے درمیان محبت و مودت اور رحمت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں' جو عائلی زندگی کو باہمی تعاون کی فضا میں برقرار رکھتے ہیں اور بچوں کی پرورش و پرداخت اور ان کی بہترین شخصیت سازی کے لیے مناسب اچھا ماحول فراہم کرتے ہیں۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (روم۔۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی' یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا۔ (اعراف۔۱۸۹)

(اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔)

جذبۂ مادریت:

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ماں کی تکوینی ساخت میں ایک ایسا فطری محرک رکھا

---

[1] اس کے لئے مزید دیکھئے: محمد قطب' دارسات فی النفس الانسانیہ' مطبوعہ دارالشروق' بیروت 1979ء صفحہ 195-196

Marfat.com

ہے جو اسے بقائے نوع کے لیے ولادت کی اہم ذمہ داری انجام دینے کے لیے تیار کرتا ہے' ماں حمل اور ولادت کی گراں بار مشقتوں کو بخوشی برداشت کرتی ہے' بچے کی رضاعت' پرورش اور نگہداشت انجام دیتی ہے' تاکہ وہ بڑا ہو کر خود اپنی نگہداشت پر قادر ہو سکے۔ ماں کے حمل و ولادت کی مشقتوں کو برداشت کرنے کا تذکرہ قرآن میں ان الفاظ میں آیا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا۔

(ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں ۳۰ مہینے لگ گئے۔)

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ۔ (لقمان۔۱۴)

(اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔)

بچے کے ساتھ ماں کی محبت' تعلق' بچے کے دور ہونے کے اندیشہ و خوف اور نزدیک ہونے پر خوشی و فرحت کے جذبات کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے کیا ہے:

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (قصص۔۱۰)

(ادھر موسیٰ کی ماں کا دل اُڑا جا رہا تھا۔ وہ اس کا راز فاش کر بیٹھتی اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھا دیتے تاکہ وہ (ہمارے وعدے پر) ایمان

Marfat.com

لانے والوں میں سے ہو۔)

یعنی ماں کے دل سے ہر قسم کی فکر نکل کر صرف لختِ جگر کی فکر سما گئی' بچے کے فراق پر فرطِ غم و اندیشہ اس قدر ہُوا کہ اگر اللہ نے ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا اور دل میں سکون و طمانیت نہ ڈال دیا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ اپنے بچہ کی نشاندہی کر دیں' اور جب نونہال واپس آگیا تو سارا غم جاتا رہا اور خوشی و سکون لوٹ آیا:

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ۔

(قصص۔ ۱۳)

(اس طرح موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔)

Marfat.com

نفسیاتی محرّکات

نفسیاتی محرکات کو براہِ راست جسم کے ان عضویاتی حالات میں شامل نہیں کیا جا سکتا جو کسی نقص اور جسمانی ضروریات کے وجود سے پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ بھوک، پیاس اور تکان جیسے عضویاتی محرکات میں ہوتا ہے، بیشتر جدید ماہرینِ نفسیات کا خیال ہے کہ نفسیاتی محرکات عام طور سے عضویاتی محرکات کی بنیاد پر اِکتسابی ہوتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک عضویاتی محرکات اور فرد کے تجربات نیز اس کے سماجی نشو و نما کے عوامل سے تعامل کے نتیجہ میں نفسیاتی محرکات وجود پذیر ہوتے ہیں، اس بنیاد پر نفسیاتی محرکات کے اندر فطری عناصر کے وجود کا ماہرینِ نفسیات انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ بعض ماہرینِ نفسیات مثلاً Erich Fromm کے نزدیک بعض نفسیاتی محرکات جنھیں وہ نفسیاتی ضروریات کا نام دیتا ہے، جیسے نسبت کی ضرورت، ترقی کی ضرورت، شناخت کی ضرورت اور رہنمائی کے لیے دائرہ کی ضرورت، انسان کی طبیعت کے اندر بنیادی فطری ضروریات ہیں، معاشرہ سے اِکتسابی نہیں ہیں۔[1]

A.Maslow نے محرکات کی نئی تقسیم تجویز کی ہے جو روحانی محرکات کو شامل ہے، چنانچہ اس نے دو قسم کے محرکات بلکہ اس کے الفاظ میں دو قسم کی ضروریات کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ ایک بنیادی ضروریات اور دوسری روحانی ضروریات، بنیادی ضروریات کے ضمن میں وہ ضروریات آتی ہیں جن کا مطالعہ بیشتر ماہرینِ نفسیات انسان کی بنیادی ضروریات مثلاً بھوک، پیاس، جنس، امن، اِقدام اور دیگر محرکات کے طور پر کرتے ہیں اور روحانی ضروریات انسان کے روحانی پہلو سے متعلق ضروریات مثلاً عدل، خیر، جمال، نظام اور اِتحاد وغیرہ کو شامل ہیں۔ Maslow کے نزدیک انسان کی روحانی ضروریات وہ فطری ضروریات ہیں جن کی تکمیل پر فرد کی شخصیت کی نمُو اور پختگی منحصر ہے۔

---

[1] Lindzey,C.S.and Thombson,R.F.:Psychology.New York worthPublish,inc.1976,p360.

Marfat.com

اس کتاب میں ہماری ترجیح یہ ہے کہ نفسیاتی محرکات کے عنوان کے تحت ان تمام نفسیاتی امور اور روحانی محرکات کا ذکر کریں جن کی وجہ سے جانور سے انسان کو امتیاز حاصل ہے' ہمارے نزدیک بھی بیشتر نفسیاتی محرکات معاشرہ سے اکتسابی نہیں ہیں بلکہ ان میں فطری عناصر بھی پائے جاتے ہیں۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جدید ماہرینِ نفسیات نے انسان کی عضویاتی ضروریات کے مطالعہ و تحقیق پر بھرپور توجہ دی ہے' نفسیاتی محرکات کے مطالعہ میں بیشتر اوقات انسان کی ان مختلف ضروریات پر توجہ دی گئی جو اس کے گرد و پیش کی مخصوص ثقافتی اور سماجی ماحولیات کے تقاضوں کے ساتھ اس کی شخصی اور سماجی ہم آہنگی سے متعلق ہیں' لیکن انسان کے روحانی پہلو اور اس سے پیدا ہونے والی بلند و اعلیٰ انسانی ضروریات' جو در حقیقت اعلیٰ و ارفع انسانی ضروریات ہیں' اور دیگر حیوانات سے انسان کو واضح طور پر ممتاز کرتی ہیں' کے مطالعہ پر توجہ نہیں دی گئی۔

طبعیاتی علوم کے اندر اپنائے جانے والے علمی منہاج کو جدید ماہرینِ نفسیات نے انسان کے مطالعہ میں جب اپنایا تو لازمی طور پر انہوں نے اپنے مطالعہ کو انسانی عمل کے صرف انہی پہلوؤں تک محدود رکھا جنہیں تجرباتی اور تحقیقی بحث و عمل کا موضوع بنانا ممکن تھا' اور روحانی پہلو سے تعلق رکھنے والے اہم ترین انسانی عمل کے بیشتر گوشوں کے مطالعہ سے وہ چشم پوشی کر گئے' انسان کے اس روحانی پہلو کے مطالعہ کے مناسب کسی نئے علمی منہاج کے وسائل کی دریافت کرنے کی کوشش کے بجائے وہ اس پہلو کے مطالعہ ہی کو سرے سے نظرانداز کر گئے' البتہ جدید علم النفس میں انسان کے مطالعہ پر چھائے ہوئے موجودہ مادی رجحان اور روحانی پہلو کے مطالعہ سے گریز پر اب کچھ تنقیدیں شروع ہوئی ہیں۔ چنانچہ Erich Fromm نے جدید علم النفس پر تنقید کی ہے کہ عام طور پر اس میں انسانی کردار کے انتہائی معمولی اور سطحی پہلوؤں کا مطالعہ کیا جاتا ہے' انسان کے اہم ترین مسائل' اعلیٰ اقدار اور روحانی پہلو کے مطالعہ سے گریز کیا جاتا ہے' جو انسان کا وصفِ امتیاز ہے۔ اس قسم کی تنقیدوں نے Maslow کو انسانی ضروریات کی از سرِ نو تقسیم کرتے ہوئے بنیادی ضروریات اور روحانی ضروریات بیان کرنے کی جانب رہنمائی کی۔

Marfat.com

محرکِ ملکیت

محرکِ ملکیت ان نفسیاتی محرکات میں سے ہے جسے انسان اپنی سماجی نشو و نُما کے دوران سیکھتا ہے' اپنے ماحول کی ثقافت اور انفرادی تجربات سے وہ مال و جائداد اور اراضی کی ملکیت اور فقر کے خوف سے اطمینان نیز معاشرہ کے اندر قوّت و جاہ اور رسوخ عطا کرنے والی مختلف قسم کی جائدادوں کی ملکیت کی محبت سیکھتا ہے' محرکِ ملکیت کی جانب بہت سارے مواقع پر قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ (آل عمران-۱۴)

(لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس' عورتیں' اولاد' سونے چاندی کے ڈھیر' چیدہ گھوڑے' مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں۔ مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔)

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ (فجر-۲۰)

(اور تم مال کی محبت میں بُری طرح گرفتار ہو۔)

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ (کہف-۴۶)

(یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔ (حدید-۲۰)

(خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔)

محرکِ ملکیت ان دو اہم محرکات میں سے ایک تھا جنہیں حضرت آدم علیہ السلام

Marfat.com

کے اندر ابھار کر ابلیس نے انہیں ممنوع درخت سے کھلا کر حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرائی۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔ (طٰہٰ۔۱۲۰)

(لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا' کہنے لگا "آدم! بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔")

بعض ماہرینِ نفسیات مثلاً "ماکدوجال" نے محرکِ ملکیت کو جبلّت تصور کیا ہے لیکن جدید انسانی اور نفسیاتی تحقیقات محرکِ ملکیت کو جبلت تصور کرنے والی رائے کی تائید نہیں کرتی ہیں بلکہ اسے اکتسابی نفسیاتی محرک قرار دیتی ہیں۔[۱] شیطان کا حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ کہ "وہ انہیں لازوال سلطنت (ملکیت) کی رہنمائی کرے گا" سے یہ نتیجہ لازمی طور پر نہیں نکلتا کہ آدم اور اولادِ آدم کے اندر محرکِ ملکیت فطری اور جبلی ہے' کیونکہ یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے اندر ایک ایسے جذبہ کو ابھارنے کی کوشش کی جو اس وقت فی الواقع ان کے اندر موجود نہ تھا' اور اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے ابلیس کے بتانے سے محرکِ ملکیت کو سیکھا ہو۔

محرکِ سرکشی:

محرکِ سرکشی کا اظہار دوسروں کے تئیں انسان کے ظالمانہ کردار کے اندر دوسروں کو نقصان پہنچانے کے مقصد سے ہوتا ہے' خواہ وہ جسمانی سرکشی کی صورت میں ہو یا لفظی سرکشی کی صورت میں' قصۂ آدم و حوا اور جنت سے انہیں نکالنے کے لیے شیطانی وسوسوں کے ضمن میں قرآن نے اس محرک کی جانب اشارہ کیا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔ (بقرہ۔۳۶)

(آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر

---

[۱] محمد عثمان نجاتی علم النفس فی حیاتنا الیومیہ' دار القلم بیروت 1984ء

Marfat.com

ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے۔ ہم نے حکم دیا کہ "اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔)

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔

(طہٰ۔۱۲۳)

(اور فرمایا "تم دونوں (فریق' یعنی شیطان اور انسان) یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔)

یہ دونوں آیات بتاتی ہیں کہ باہمی مناقشت' اپنی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے لوگوں کے اندر ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی ہوتی ہے۔ سورۂ بقرہ کی درجِ ذیل آیت میں محرکِ سرکشی کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ (بقرہ۔۳۰)

(اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔" انہوں نے عرض کیا: "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں' جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا۔ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لئے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" فرمایا۔ "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔")

اس آیت کی شرح میں امام فخرالدین رازی رقم فرماتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی فرمائی کہ:

"إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا۔"

(میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں' انہوں نے عرض کیا:

Marfat.com

"کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا۔)

یعنی جب آپ نے شہوت' غضب اور عقل تینوں چیزیں جمع کر دی ہیں تو اس کی موجودہ حالت اسے تکمیلِ شہوت اور اظہارِ غضب پر آمادہ کرے گی' اور شہوت کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہو گا' اور غضب کی وجہ سے وہ خون بہائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ "اِنِّیٓ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے)" [1]

حیاتِ انسانی کے اندر پہلی سرکشی آدم کے بیٹے قابیل کی طرف سے اپنے بھائی ہابیل پر اس وقت کی گئی جب اللہ نے اس کے بھائی کی قربانی قبول فرمالی اور اس کی قربانی قبول نہیں کی' یہ دیکھ کر اسے غیرت آگئی اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا:

وَ اتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِهِمَا وَلَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ قَالَ لَاَقۡتُلَنَّکَ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ' لَئِنۡۢ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقۡتُلَنِیۡ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیۡکَ لِاَقۡتُلَکَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ' اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیۡنَ فَطَوَّعَتۡ لَهٗ نَفۡسُهٗ قَتۡلَ اَخِیۡهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصۡبَحَ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ۔ (مائدہ۔ ۲۷'۳۰)

(اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنا دو جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اس نے کہا "میں تجھے مار ڈالوں گا" اس نے جواب دیا "اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا

---

[1] فخرالدین رازی' کتاب النفس و الروح' تحقیق محمد صغیر معصومی مطبوعہ معہد الابحاث الاسلامیہ کراچی صفحہ 4

Marfat.com

اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہ۔ ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے۔" آخرکار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان کر دیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔)

قرآن میں ان عملی سرکشیوں کی جانب اشارہ ہے جن کا اظہار غیبت و بہتان، زبان درازی، گالی گلوچ، مذاق و تحقیر جیسے لفظی اسلوبوں سے ہوتا ہے، اس کی چند مثالیں ذیل کی آیات میں دیکھیے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (آل عمران-۱۱۸)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے، ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے۔)

اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ۔ (ممتحنہ-۲)

(ان کا رویہ تو یہ ہے کہ اگر تم پر قابو پا جائیں تو تمہارے ساتھ دشمنی کریں اور ہاتھ اور زبان سے تمہیں آزار دیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔)

زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (بقرہ-۲۱۲)

Marfat.com

(جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے ان کے لیے دنیا کی زندگی بڑی محبوب و دل پسند بنا دی گئی ہے۔ ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔)

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ (توبہ۔۷۹)

(وہ خوب جانتا ہے کہ ان کنجوس دولتمندوں کو جو برضا و رغبت دینے والے اہلِ ایمان کی مالی قربانیوں پر باتیں چھانٹتے ہیں اور ان لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں جن کے پاس (راہِ خدا میں دینے کے لیے) اس کے سوا کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے اوپر مشقت برداشت کرکے دیتے ہیں۔)

سرکشی کے معاملہ میں بھی ماہرینِ نفسیات اور نفسیاتی تجزیہ نگاروں کے اندر اتفاق رائے نہیں ہے کہ آیا وہ فطری محرک ہے یا اِکتسابی؟ فرائڈ (Freud) اور Lorenz وغیرہ بعض ماہرینِ نفسیات نے اسے فطری محرک شمار کیا ہے' دوسرے بہت سارے ماہرینِ نفسیات اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے کہ اس طرح طبیعتِ انسانی کے متعلق منفی اور بُرا تصور سامنے آتا ہے' یعنی اس رائے کی رُو سے انسان فطری طور پر شَرو سرکشی اور دوسروں کے لیے اِیذا رسانی پسند نظر آتا ہے' اس لیے دیگر ماہرینِ نفسیات مثلاً Fromm اور Maslow وغیرہ نے طبیعتِ انسانی کے نیک و مُثبت اور باہمی تعاوُن پسند پہلوؤں پر زور دیا ہے۔

جدید تجرباتی تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ سُرکشی کے عمل کا اِظہار چھوٹے بچوں کے اندر اس وقت ہوتا ہے جب ان کی جسمانی حرکات پر بندش عائد کرنے کی وجہ سے ان کے اندر ناکامی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور نتیجہ سُرکشی کا اِظہار ہوتا ہے' پھر بچے کی نشو و نما کے دوران ناکامی کے حالات پیدا کرنے والی مُتنوّع قسم کی پابندیاں پیش آتی ہیں' مثلاً سماجی' قانونی' اقتصادی' سیاسی اور نفسیاتی پابندیاں وغیرہ' بعض دیگر تحقیقات بتاتی ہیں کہ ناکامی کے نتیجہ میں کوئی لازماً سرکشی پیدا نہیں ہوتی' بلکہ مختلف قسم کے کردار کا ظہور ہوتا ہے' مثلاً دوسروں سے تعاوُن و مدد کی طلب' گریز' شراب و منشّیات کا سہارا' اس

Marfat.com

مُوقف میں بہت سے دیگر وہ عوامل بھی داخل ہو جاتے ہیں جو بچوں کی تربیت' ان کے ساتھ والدین کے تعلقات' اور بچوں کے سابقہ انفرادی تجربات سے متعلق ہوتے ہیں' جن کے نتیجہ میں بچے ناکامی پر ظالمانہ عمل اختیار کرنا سیکھ جاتے ہیں' اس بناء پر بہت سارے جدید ماہرینِ نفسیات اس جانب مائل ہیں کہ محرک سَرکشی اپنے ایک جزء میں اِکتسابی عمل ہے۔ ١

بیشتر جدید ماہرینِ نفسیات کی اختیار کردہ یہ رائے قرآن کریم کے اس بیان سے ہم آہنگ ہے کہ انسانی طبیعت کے اندر خیر و شر دونوں کی اِستعداد موجود ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ (بلد۔۱۰)

(اور دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیئے۔)

خیر و احسان اور دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی راہ اپنانا اسی طرح شرو ظلم اور سَرکشی پر آمادہ ہونا مُتعدد عوامل سے تعلق رکھتا ہے' مثلاً فرد کو کس قسم کی تربیت حاصل ہو رہی ہے' کن سماجی و ثقافتی ماحول میں وہ پرورش پا رہا ہے' اس کو اِنفرادی تجربات کیا پیش آئے' اسی طرح انسان کبھی ناکامی پر سَرکشی و گریز پر آمادہ اور خود سَر ہو جاتا ہے' اور کبھی دَرپیش رکاوٹوں کو دُور کرنے کی ترکیب پر غور کر کے ان پر غلبہ پانے کی تدبیر کرتا ہے۔

محرکِ تنافُس

تنافُس ان نفسیاتی محرکات سے تعلق رکھتا ہے جسے انسان اپنے ماحول کی ثقافت سے سیکھتا ہے' فرد کو حاصل ہونے والی تربیت ایسے گوشوں کی جانب اس کی رہنمائی کرتی ہے' جہاں اپنے معاشرہ میں رائج اَقدار کے مطابق اپنی ترقی و پیش قدمی کے لیے تنافُس کو وہ مُستحسَن خیال کرتا ہے' گرد و پیش کی ثقافت سے انسان اقتصادی تنافس' سیاسی تنافس' علمی تنافس اور اسی طرح مختلف نوع کے ایسے تنافس سیکھتا ہے جو مختلف انسانی ثقافتوں میں رائج ہوتے ہیں' قرآن کریم نے اللہ کے خوف' نیک اَعمال' اعلیٰ انسانی اَقدار سے آراستگی'

Moriss Charles G.: Psychology An Introduction, 3rd ed. Englewood Cliffs, New Jersey, 979 PP, 368-370.

Marfat.com

زندگی کے اندر ربانی منہاج کی اِتّباع، خواہ اللہ رب العالمین کے ساتھ تعلقات ہوں، خاندانی تعلقات ہوں، یا معاشرتی تعلقات، کے اندر تنافس کی ترغیب دی ہے، تاکہ اللہ کی مغفرت، خوشنودی اور جنت میں داخلہ کی نعمت حاصل ہو:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ، عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ، یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ، خِتَامُهٗ مِسْکٌ وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ (مطففین۔ ۲۲، ۲۶)

(بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے، اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے، ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے۔ ان کو نفیس ترین سربند شراب پلائی جائے گی جس پر مُشک کی مُہر لگی ہو گی، جو لوگ دوسروں پر بازی لے جانا چاہتے ہوں ان کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں۔

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (حدید۔ ۲۱)

(دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے، جو مہیا کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔)

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (مائدة۔ ۴۸)

(لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔)

Marfat.com

محرکِ دینداری:

دینداری کا محرک ایسا نفسیاتی محرک ہے جس کی فطری بنیاد انسان کی تکوینی ساخت کے اندر موجود ہے' انسان اپنے نفس کی گہرائیوں میں ایسا محرک محسوس کرتا ہے جو اسے اپنے خالق اور کائنات کے خالق کی معرفت کے لیے فکر و تلاش پر' اس کی عبادت پر' اس کا وسیلہ اور اس کی پناہ اختیار کر کے ہر مصیبت و پریشانی کے وقت اس کی مدد طلب کرنے پر اسے آمادہ کرتا ہے' اس کی حمایت و نگہبانی میں وہ امن و اطمینان محسوس کرتا ہے' تاریخ کے تمام اُدوار اور مختلف انسانی معاشروں کے اندر انسانی کردار میں یہ چیز واضح طور پر نظر آتی ہے' البتہ تاریخ کے مختلف اُدوار اور مختلف انسانی معاشروں میں خدا کی نوعیت سے متعلق انسان کا تصور اور طریقۂ عبادت' فکری معیار اور ثقافتی اِرتقاء کے درجہ میں فرق کے لحاظ سے مختلف رہا ہے' لیکن خدا کی نوعیت سے متعلق انسانی تصور اور طریقۂ عبادت کے یہ سارے اِختلافات انسانی نفس کے اندر موجود محرک دینداری کے اسی ایک فطری محرک کے اِظہار کی مختلف شکلیں ہیں' قرآن کی بعض آیات میں بھی اس جانب اشارہ ہے کہ محرک دینداری ایک فطری محرک ہے' ارشاد ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (روم۔۳۰)

(پس (اے نبی اور نبی کے پیروؤ) یکسُو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو' قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالی نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی یہی بالکل راست اور درست دین ہے' مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔)

اس آیت میں اللہ تعالی بتا رہا ہے کہ انسان کی فطرت یعنی اس کی خِلقت اور تکوینی ساخت کے اندر مخلوقاتِ خداوندی میں اللہ کی کرشمہ سازیوں اور ان کے ذریعہ خدا کے وجود اور وحدانیت پر اِستدلال کی فِطری صلاحیت موجود ہے۔[1] ارشاد ہے:

---

[1] تفسیر قرطبی 14-29 تفسیر جلالین صفحہ 340-341

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ
اَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا
اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِیْنَ۔

(اعراف۔۱۷۲)

(اور اے نبی! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا' "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں" یہ ہم نے اس لیے کہا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "تم اس بات سے بے خبر تھے۔)

اس آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پشتوں سے نسل در نسل آنے والی نسلِ انسانی کو دنیاوی تخلیق سے پہلے نکال کر ان سے گواہی لی کہ "کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟" انہوں نے جواب دیا۔ "کیوں نہیں' ہم اس کی گواہی دیتے ہیں" اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اپنی ربوبیت پر اللہ نے انہیں اس لیے گواہ بنایا' تاکہ روزِ قیامت وہ یہ نہ کہہ سکیں ہم اس توحید سے غافل یا نا آشنا تھے [۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تکوینی ساخت میں اللہ کی ذات اور اس کی وحدانیت کی معرفت کی فطری صلاحیت پائی جاتی ہے' اللہ کی ربوبیت کا اعتراف انسان کی فطرت میں جاگزیں اور اس کی روح کی گہرائیوں میں روزِ اول سے پیوست ہے' لیکن جسم کے ساتھ روح کے امتزاج نیز دنیاوی زندگی اور تعمیرِ کائنات سے متعلق مختلف تقاضائے جسم میں انسان کی مشغولیت کی وجہ سے ربوبیتِ الٰہی کی یہ معرفت اور توحید کی فطری صلاحیت پر غفلت و نسیان کا پردہ چھا جاتا ہے' اور لاشعور کی گہرائیوں میں وہ پوشیدہ ہو جاتی ہے' پھر ضرورت ہوتی ہے کہ اس فطری صلاحیت کو بیدار کیا جائے' اس کے غبار کو صاف کیا جائے' اور لاشعور کی گہرائیوں سے اسے نکال کر شعور و ادراک کی روشنی میں لایا جائے' رازہائے کائنات سے واقفیت' انفس و آفاق اور کائنات میں خدا کی کرشمہ سازیوں پر

---

[۱] تفسیر ابن کثیر 262-263 تفسیر جلالین صفحہ 14

Marfat.com

غور و فکر کی راہ سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

انسان کے اندر محرکِ دینداری کو ابھارنے والے اسباب و عوامل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب خطرات اسے چہار جانب سے گھیر لیتے ہیں، امیدِ نجات ختم ہو چکی ہوتی ہے، اور اللہ کی پناہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں رہ جاتی ہے تو اس وقت یہی فطری محرک درپیش خطرات سے گلو خلاصی کے لیے اللہ کی مدد اور نصرت طلب کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ [1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ (یونس۔۲۲)

(کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے اس وقت اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ "اگر تُو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکرگزار بندے بنیں گے۔)

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنْجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ (انعام۔۶۳)

(اے نبی! ان سے پوچھو، صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت

---

[1] بہی خولی، آدم علیہ السلام، فلسفہ تقویم الانسان و خلافتہ مکتبہ وہبہ قاہرہ 1974ء صفحہ 176

Marfat.com

رگڑ گڑا گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بَلا سے اس نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔)

لاشعوری محرکات

بسا اوقات انسان کے اندر ایسے جذبات یا محرکات بھی پیدا ہوتے ہیں' جو ناپسندیدہ یا پریشان کُن ہوتے ہیں' دائرۂ احساس و شعور سے انہیں دُور کرنے کی وہ کوشش کرتا ہے اور بالآخر انہیں لاشعور میں دبا دیتا ہے' اس قِسم کے جذبات یا محرکات کا اِظہار اکثر و بیشتر لاشعوری طریقہ پر لغزشِ بیان و زبان کی صورت میں ہوتا رہتا ہے۔

نفس کے اندر موجود ایسے ہی جذبات و محرکات' جنہیں انسان چُھپانے کی کوشش کرتا ہے' لغزشِ زبان کی صورت میں ان کے لاشعوری اِظہار کی جانب قرآن کریم میں اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ۔

(محمد:۲۹'۳۰)

(کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے کھوٹ ظاہر نہیں کرے گا؟ ہم چاہیں تو انہیں تم کو آنکھوں سے دکھا دیں اور ان کے چہروں سے تم ان کو پہچان لو مگر ان کے اندازِ کلام سے تو تم ان کو جان ہی لو گے۔ اللہ تم سب کے اَعمال سے خوب واقف ہے۔)

اس مفہوم کی وضاحت حضرت عثمان بن عفان سے مروی اس روایت میں ہے کہ "جو بھی راز انسان اپنے اندر چھپاتا ہے' چہرہ کے خدو خال اور زبان کی لغزشوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کر دیتا ہے"[1] اور حدیث شریف میں ہے "جو راز بھی انسان پوشیدہ رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر ایک لبادہ ڈال دیتا ہے' خیر ہو تو خیر کا لبادہ' اور شر ہو تو

---

[1] تفسیر ابن کثیر 180/4

Marfat.com

شر کا لبادہ" [1]

آئندہ نویں فصل میں انسانی شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے ہم بتائیں گے کہ بعض لاشعوری عقلی حیلوں مثلاً بدگمانی، اپنی برأت اور برعکس عمل وغیرہ کی جانب قرآن نے اشارے کئے ہیں، جو اس بات کی دلیل ہیں کہ نظریۂ تحلیلِ نفسی کے بانی فرائڈ کی تحقیق سے چودہ صدی پیشتر ہی انسانی کردار کے لاشعوری پہلو کی جانب قرآن نے اشارے کر دیئے تھے۔

محرکات کے درمیان کشمکش

بسا اوقات کئی محرکات انسان کے اندر ایک دوسرے سے مُتعارِض ہوتے ہیں، ایک محرک انسان کو کسی ایک مخصوص سمت میں کھینچ رہا ہوتا ہے، اور دوسرا محرک دوسری برعکس سمت میں۔ ایسے موقع پر انسان حیرت و تردّد کا شکار ہو کر کسی بھی رخ میں قطعی فیصلہ لینے میں دشواری محسوس کرتا ہے۔ اس کیفیت کو نفسیاتی کشمکش کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی ایسی نفسیاتی کشمکش کی تصویر کشی کی ہے جس سے ایمان کے معاملہ میں شک آمیز اور غیر یقینی موقف اپنانے والے دوچار ہوتے ہیں، وہ نہ ایمان کی سمت میں مکمل بڑھتے ہیں اور نہ سمتِ کفر پورا جھکتے ہیں۔ دونوں کے درمیان ڈانواڈول کسی قطعی فیصلہ سے بے بس ہوتے ہیں:

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا۔ (انعام-۷۱)

(اے نبیؐ! ان سے پوچھو، کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ اور جب کہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم اُلٹے پاؤں پھر جائیں؟ کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کر لیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و

---

[1] حوالہ سابق

Marfat.com

سرگرداں پھر رہا ہو در آں حالیکہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے۔)

نفسیاتی کشمکش کی کیفیت' اور اس سے دو چار فرد کی تردد و حیرت آمیز حالت کی نہایت باریک تصویر کشی اس آیت میں کی گئی ہے' ایسے فرد کو شیاطین سبز باغ دکھاتے اور کفر و ضلال کی جانب کھینچ رہے ہوتے ہیں' دوسری جانب اس کے اہل ایمان اصحاب اسے ہدایت و ایمان کی جانب بلا رہے ہوتے ہیں۔ ان دونوں پکاروں کے درمیان حیرت و تردد کے عالم میں وہ کھڑا ہوتا ہے' اس حیرت و تردد اور غیر یقینی کیفیت' جس سے کفر و ایمان کے درمیان نفسیاتی کشمکش میں مبتلا شخص دوچار ہوتا ہے' کی تصویر قرآن کے الفاظ میں دیکھئے:

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ۔ (توبہ۔۴۵)

(ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں رکھتے' جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں۔)

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا۔ (نساء۔ ۱۴۲'۱۴۳)

(یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے' جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ کفر و ایمان کے درمیان ڈانوا ڈول ہیں نہ پورے اس طرف ہیں نہ پورے اس طرف۔ جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو اس کے لیے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔)

اس نفسیاتی کشمکش کی وجہ سے حیرت و تردد میں مبتلا ہو کر جو لوگ فیصلہ نہیں کر پاتے ہیں کہ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں یا اپنی مشترک قوم کا' اور کشمکش کی وجہ سے

Marfat.com

سخت تنگی' پریشانی اور حیرت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قرآن ان کی بھی تصویر کشی کرتا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ۔ (نساء۔۹۰)

(البتہ وہ منافق اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جا ملیں جس سے تمہارا معاہدہ ہے۔ اسی طرح وہ منافق بھی مستثنیٰ ہیں جو تمہارے پاس آتے ہیں اور لڑائی سے دل برداشتہ ہیں نہ تم سے لڑنا چاہتے ہیں نہ اپنی قوم سے۔)

محرکات پر کنٹرول

گزشتہ تفصیلات سے اس قدر واضح ہو جاتا ہے کہ مشیت خداوندی کے مطابق ہر انسان و حیوان کی فطرت میں عضویاتی محرکات رکھ کر تحفظ ذات اور بقاء نوع کے مقاصد کی تکمیل کی گئی ہے اور ان محرکات و جذبات کی تکمیل ایک لازمی فطری تقاضہ ہے جو ہر انسان و حیوان کی تکوینی ساخت کا مقتضی ہے' ان کی تکمیل و آسودگی ہی پر زندگی کا تسلسل اور نوع کی بقاء منحصر ہے۔ اس لیے ان محرکات سے متعلق قرآنی احکام و تعلیمات انسانی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ قرآن ان کا اعتراف کرتا ہے' انہیں تسلیم کرتا ہے اور مقررہ حدود کے اندر ان کی تکمیل و آسودگی کا حکم دیتا ہے۔ قرآن یا حدیث کے اندر کہیں بھی ان محرکات کو ناپسندیدہ بتایا گیا ہے نہ ان کا انکار کیا گیا ہے اور نہ ان کے کچلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی قرآن اور حدیث نبوی کے اندر ان محرکات و خواہشات پر کنٹرول' ان کی نگرانی اور اسراف و تجاوز سے بچتے ہوئے شریعت کی حدود ہی میں ان کی تکمیل کا حکم دیا گیا ہے تاکہ فرد اور سماج کے مفادات محفوظ رہ سکیں۔

کسی جذبہ پر کنٹرول اور اس جذبہ کو کچلنے میں بہت بڑا فرق ہے جسے واضح رہنا چاہئے۔ کنٹرول کا مطلب یہ ہے کہ کسی جذبہ' محرک کو بالارادہ روکنا اور ان کی تکمیل و اظہار سے مخصوص حالات میں گریز کرنا' جس میں سرے سے اس جذبہ کا انکار نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ دوسرے حالات میں جب اجازت ہو' اس جذبہ کی تکمیل کی جاتی ہے اور کچلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس جذبہ کا انکار کیا جائے' اسے ناپسندیدہ تصور کیا جائے اور اس سے

Marfat.com

خوف محسوس کیا جائے' اور بالآخر شعور کے دائرہ سے پوری طرح دور کر کے احساس گناہ و قلق سے گلو خلاصی حاصل کی جائے اور اس طرح جذبہ کو لاشعور کے اندر کچل کر رکھ دیا جائے۔ لہٰذا کچلنے کا مفہوم یہ ہوا کہ جذبہ کو شعور و احساس کے دائرہ سے دور کر کے لاشعور کی گہرائیوں میں بند کر دیا جائے' لاشعور کے اندر جذبہ کی موجودگی کو بالکلیہ ختم نہیں کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ اپنے اظہار کے لیے لاشعوری حیلوں اور طریقوں کے ذریعہ کوشاں رہتا ہے' نتیجتہً کردار میں فساد و بگاڑ کے مختلف مظاہر سامنے آتے ہیں۔

قرآن کریم ہمارے فطری محرکات کو سابقہ مفہوم کے مطابق کچلتا نہیں ہے' بلکہ ان کی تکمیل کے عمل کو منظم بناتا ہے' ان پر نگرانی کرتا ہے' اور ان کی اس طرح درست رخ بندی کرتا ہے جس میں فرد اور سماج دونوں کے مفاد کی رعایت ملحوظ ہوتی ہے اور اس طرح فرد خود ان محرکات کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ان کی رخ بندی کرتا ہے' نہ کہ خود محرکات و جذبات فرد پر حاوی رہتے ہیں' عضویاتی محرکات کی تکمیل کو قرآن جس طرح تسلیم کرتا ہے اس کی وضاحت درج ذیل آیات سے ہوتی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

(بقرة-١٦٨)

(لوگو' زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو' وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ (بقرہ-۱۷۲)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ (مائدہ-۸۷'۸۸)

Marfat.com

(اے لوگو' جو ایمان لائے ہو' جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں' جو کچھ حلال و طیب رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اسے کھاؤ پیو اور اس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔)

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ۔ (بقرة-۶۰)

(اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو۔)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ، قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ (اعراف-۳۱'۳۲)

(اے بنی آدم' ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے نبی' ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصًا انہی کے لیے ہوں گی۔ اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں' ان لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔)

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (نور-۳۲)

(تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمہاری لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔)

Marfat.com

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ (نساء۔ ۳)

(اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو' تین تین' چار چار سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں' بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔)

نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ۔ (بقرۃ۔ ۲۲۳)

(تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔)

ان آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے فطری محرکات و جذبات کا قرآن کہیں انکار نہیں کرتا ہے' نہ انہیں کچلتا اور دباتا ہے اور اس طرح انسان کو اس نفسیاتی کشمکش سے محفوظ رکھتا ہے جو جنسی جذبہ کے انکار اور اس کو کچلنے کے نتیجہ میں پیدا ہو کر کردار میں بگاڑ کا سبب بنتی ہے لیکن دوسری طرف قرآن انسان کو بے لگام بھی نہیں چھوڑتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے بلا قید و حد اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کرتا پھرے۔ بلکہ ان کی تکمیل کو ضابطہ کا پابند اور ان پر کنٹرول رکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ [۱]

حلال اور جائز دائرہ میں رہتے ہوئے فطری محرکات کی تکمیل سے لطف اندوزی میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن فطری محرکات کی تکمیل کے لیے قرآن کریم دو طرح کی

---

[۱] اس سلسلہ میں مزید دیکھئے: محمد قطب' الانسان بین المادیۃ و الاسلام' مطبوعہ قاہرہ1960ء صفحہ84-91 محمد قطب' منہج التربیۃ الاسلامیہ' مطبوعہ بیروت' دارالشرق 128' 129' 145

Marfat.com

پابندی بتاتا ہے۔ اول یہ کہ صرف جائز طریقہ سے ان کی تکمیل کی جائے اور دوم یہ کہ ان کی تکمیل میں اسراف نہ کیا جائے۔

عضویاتی محرکات کی تکمیل کے لیے جائز و حلال راہ اپنانا پہلا ضابطہ ہے' چنانچہ حرام کمائی کے ذریعہ بھوک کی تکمیل سے قرآن کریم روکتا ہے' اسی طرح بعض مخصوص انواع کی چیزیں کھانے سے بھی وہ ہمیں روکتا ہے جن سے صحت انسانی کو ضرر لاحق ہوتا ہے' قرآن ہمیں شراب نوشی سے روکتا ہے کہ وہ انسان کی جسمانی اور عقلی صحت کے لیے ضرر رساں ہے' وہ ہمیں شادی کے علاوہ طریقے سے جنسی جذبہ کی تکمیل سے منع کرتا ہے کیونکہ اس سے صحت اور سماج کے لیے بہت سارے نقصانات وابستہ ہیں' اللہ تعالی نے جنسی جذبہ کی تسکین کے لیے ایک ضابطہ بنایا ہے' اس نے مرد اور عورت کی تخلیق فرمائی اور ان دونوں سے تشکیل پانے والی خاندانی زندگی کو جنسی جذبہ کی تسکین کا ذریعہ بنایا' اس سے خاندانی زندگی باہمی محبت و مودت اور تعاون و ایثار سے آراستہ ہو کر امن و سکون اور طمانیت کا سبب بنتی ہے۔

وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (روم-۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (بقرۃ-۱۸۷)

(وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔)

اگر حالات شادی کیلئے سازگار نہ ہوں تو اپنے جنسی جذبہ پر کنٹرول اور پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاآنکہ حالات شادی کے لیے سازگار ہو جائیں۔ [۱]

---

[۱] یہ بات قابل ذکر ہے کہ فرائڈ کے زیرعلاج جو عصبی مریض تھے ان کی پرورش و پرداخت عموماً مسیحی یورپی معاشرہ میں ہوئی تھی۔ جہاں جنسی جذبہ ناپسندیدہ اور لائق نفرت

Marfat.com

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (نور-۳۳)

(اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انہیں چاہیئے کہ عفت مآبی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے۔)

مسلم نوجوانوں کے لیے قرآن کریم ایسا معاشرہ فراہم کرنا چاہتا ہے جو اس کے جنسی جذبہ پر کنٹرول میں معاون ہو' ایسا معاشرہ اسے ناپسند ہے جو نوجوانوں کے جنسی جذبات کو مزید برانگیختہ کرتا اور ان میں ہیجان پیدا کرتا ہے' اسی لیے قرآن کریم نے نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور عورتوں کو اپنی زینت' بال' گردن اور سینہ کے ان جسمانی محاسن کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا جو مردوں کے لیے فتنہ خیز بنتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ: تھا۔ اسی لئے فرائڈ کے یہاں جنسی جذبہ کو کچلنے اور عصبی مریضوں کے مابین تعلق کا وجود کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے۔ حالانکہ فرائڈ ہی کے بعض شاگرد جیسے اڈلر اور یونج اور ان کے علاوہ دیگر نفسیاتی محللین مثلاً کارن ہونی اور اریک فروم نے فرائڈ کے اس نظریہ سے اتفاق نہیں کیا ہے کہ جنسی جذبات پر زائد توجہ دی جائے اور عصبی امراض کی بنیاد جنس کے دباؤ کو مانا جائے ساتھ ہی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فرائڈ کے دریافت کردہ نتائج ممکن ہے کہ بعض حالات میں اس معاشرہ کے اندر درست ہوں جہاں خود فرائڈ نے زندگی گزاری تھی' لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہی نتائج دوسرے ان معاشروں کے لئے بھی لازمی طور پر درست ہوں جہاں کی ثقافت فرائڈ کے معاشرہ سے مختلف ہے' جذبہ جنس کے تئیں اسلام کا جو مؤقف اوپر بیان ہوا ہے جو نہ اس کا انکار کرتا ہے' نہ اسے گندی و قابل نفرت چیز سمجھتا ہے۔ اس کے پیش نظر اسلامی معاشرہ' جہاں بچوں کی پاکیزہ اسلامی تربیت ہوتی ہے' نوجوانوں کی جلد شادی کی ہمت افزائی کی جاتی ہے اور اس راہ میں رکاوٹ بننے والی عادت و رواج سے جو محفوظ ہوتا ہے' ایسے معاشرہ میں ہم یہ توقع ہی نہیں کرتے کہ جنسی جذبہ کو کچلنے کی ضرورت پیش آئے' جنسی جذبہ پر ضبط و کنٹرول اور شادی کے لئے مناسب وقت تک اس جذبہ کی تکمیل سے گریز کی نوجوانوں کی تربیت کو ہم ان نفسیاتی صحت کے لئے ضرر رساں ہی نہیں سمجھتے۔ خصوصاً جب کہ نوجوان عبادات اور بالخصوص روزہ کو جنسی خواہش پر کنٹرول کے ایک وسیلہ کے طور پر انجام دیتے ہوں اور دیگر ذرائع بلندی جیسے ورزش' مختلف سماجی سرگرمیوں میں شرکت اور علوم' آداب و فنون کے حصول میں وہ دلچسپی لیتے ہوں۔

Marfat.com

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اَبْنَآئِھِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اِخْوَانِھِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِھِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِھِنَّ اَوْ نِسَآئِھِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ وَ تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (نور۔۳۰'۳۱)

(اے نبی' مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے' جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ ان سے باخبر رہتا ہے۔ اور اے نبی' مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے' اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں' وہ اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے' شوہر' باپ' شوہر کے باپ' اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے' اپنے میل جول کی عورتیں' اپنے لونڈی' غلام' وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں' وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی مرد و عورت کو تنہائی میں اکٹھا ہونے سے منع فرمایا کہ

Marfat.com

یہ جنسی جذبہ کو برانگیختہ کر سکتا ہے' سن بلوغ کو نہ پہنچنے والے بچوں اور خادموں کے لیے تعلیم دی گئی ہے کہ مندرجہ ذیل تین اوقات میں بغیر اجازت ان جگہوں میں داخل نہ ہوں جہاں مرد و عورت اکٹھے ہوتے ہیں' فجر سے پہلے' دوپہر میں قیلولہ کے وقت اور بعد نماز عشاء سونے کی تیاری کے وقت۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (نور-۵۸)

(اے ایمان والو! اجازت لے کر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہو اپنے دوپہر میں اور عشاء کی نماز سے پیچھے یہ تین وقت بدن کھلنے کے ہیں ان کے بعد وہ بلااجازت آئیں تو نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر' تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔)

ان تین اوقات میں عام طور پر لوگ اپنے معمول کے کپڑے اتار کر آرام و خواب کے لباس پہن لیتے ہیں۔ ایسا ممکن ہوتا ہے کہ ان اوقات میں شرمگاہ کے کچھ حصے کھلے ہوں جن پر دوسروں کی نگاہ نہیں پڑنی چاہئے۔ ان اوقات میں مردوں اور عورتوں کے پاس بغیر اجازت لئے بچوں اور خادموں کو جانے سے قرآن نے اس لیے روکا ہے کہ ان کی نگاہ شرمگاہ وغیرہ پر نہ پڑ سکے تاکہ ایک طرف شرم و حیا کو آنچ نہ آئے اور دوسری جانب خادموں کے اندر جنسی خواہش کے بھڑکنے' یا بچوں کے اپنے والدین کی شرمگاہوں اور ان کے باہمی جنسی تعلق کے گوشوں سے آشنا ہونے کا احتمال نہ رہے' تحلیل نفسی کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ ان امور سے بچوں کی واقفیت ان کے اندر برے نتائج پیدا کرتی

Marfat.com

ہے۔ [1] اخبارات کا مطالعہ بھی بتاتا ہے کہ قیود و ضوابط نیز بامقصد نگرانی کے بغیر نوجوان بچیوں اور خادموں کا میل جول بعض خاندانوں میں کیسے غلط واقعات پیدا کر رہے ہیں۔

عضویاتی محرکات سے متعلق دوسرا ضابطہ محرکات کی تکمیل میں اسراف سے گریز ہے، ہمارے شخصی تجربات اور طبی تحقیقات دونوں بتاتی ہیں کہ کھانے میں زیادتی انسانی صحت کے لیے ضرر رساں ہے۔ تخمہ، نظام ہضم میں بگاڑ اور صحت کو نقصان پہنچانے والے موٹاپے وغیرہ کی شکایات زیادہ کھانے سے پیدا ہوتی ہیں، پینے میں زیادتی بھی، اور راحت و آرام، کاہلی اور سونے میں اسراف بھی صحت کے لیے مضر بنتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا ہے:

يَا بَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (اعراف-۳۱)

(اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

اس آیت سے فطری طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ اسراف کی ممانعت محض بھوک اور پیاس کے محرکات کی تکمیل کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ دیگر عضویاتی محرکات کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ بھوک اور پیاس کے محرکات کا ذکر قرآن کریم نے بطور مثال کر کے اس نقصان کی طرف اشارہ کیا ہے جو فطری محرکات کی تکمیل میں اسراف و زیادتی کرنے سے عام طور پر پیدا ہوتا ہے۔ بیشتر آیات میں اختصار و تلمیح اور اشارہ کا اسلوب قرآن کریم کی خصوصیت ہے۔ البتہ صرف بھوک اور پیاس کے محرکات کا تذکرہ کرنے سے غالباً تحفظ ذات کے اندر ان دونوں محرکات کی اہمیت اور خصوصاً ان دونوں کی تکمیل میں اسراف و زیادتی کرنے کی انسانی عادت کی جانب اشارہ مقصود ہے۔

عضویاتی محرکات پر کنٹرول کی طرح نفسیاتی محرکات پر کنٹرول کی بھی قرآن کریم نے انسان کو ہدایت دی ہے، چنانچہ متعدد مقامات پر جذبہ سرکشی و جذبہ ملکیت پر کنٹرول کا

---

[1] احمد محمد جمال، نحو تربیۃ اسلامیۃ، جدہ، تہامہ 1980ء صفحہ 78-79

Marfat.com

قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ ضبط نفس اور خواہشات و شہوات نفسانی' خواہ وہ جسمانی ہوں یا نفسیاتی' پر کنٹرول کی صفات سے ہر متوازن شخصیت کو آراستہ ہونا چاہئے۔

چنانچہ جذبہ سرکشی کے سلسلہ میں قرآن کریم نے جسمانی یا زبانی کسی بھی طور پر دوسروں پر ظلم اور زیادتی کرنے سے منع کیا ہے اور دوسروں کے ساتھ نرم خوئی اور حسن سلوک کا حکم دیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا۔

(احزاب۔۵۸)

(اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بے قصور اذیت دیتے ہیں انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے سر لے لیا ہے۔)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (مجادلة۔۹)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جب تم آپس میں پوشیدہ بات کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی باتیں نہیں بلکہ نیکی اور تقویٰ کی باتیں کرو اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کے حضور تمہیں حشر میں پیش ہونا ہے۔)

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (مائدة۔۲)

(اور دیکھو' ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم بھی ان کے مقابلے میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔)

Marfat.com

وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (مائدۃ-۸۷)

(اور حد سے تجاوز نہ کرو' اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں-)

وَ لَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (انعام-۱۵۱)

(اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ-)

وَ اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوْا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ' اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (حجرات-۹'۱۱)

(اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ- پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو- یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے- پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو- اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے- مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں- لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو- امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا- اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں' ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں- اور نہ عورتیں

Marfat.com

دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں' ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔)

محرک ملکیت پر کنٹرول کا حکم دیتے ہوئے قرآن کریم نے حرص و آز' دولت کی یرہ اندوزی' سود اور دوسروں کا مال حرام طریقہ سے کھانے اور چوری سے منع کیا اور راہ خدا میں خرچ' فقراء و مساکین پر صدقہ اور زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

(توبہ۔۳۴'۳۵)

(دردناک سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکا دی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا دیکھو۔)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (آل عمران۔۱۸۰)

(جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے' نہیں' یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے

Marfat.com

گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔)

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (تغابن-۱۶)

(لہٰذا جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو' یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔)

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ (منافقون-۱۰)

(جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اس وقت وہ کہے کہ "اے میرے رب' کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔")

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ۔ (حدید-۷)

(ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر' اور خرچ کرو ان چیزوں سے جن پر اس نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔)

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَھُمْ وَلَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ۔ (حدید-۱۸)

(مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ہے' ان کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے بہترین اجر ہے۔)

Marfat.com

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ۔ (ابراهیم-۳۱)

(اے نبی' میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔)

عام طور پر قرآن کریم نے انسان کو اپنے جذبات و محرکات پر کنٹرول اور اسراف سے بچتے ہوئے شرعی حدود کے اندر ان کی تکمیل کا حکم دیا ہے' تاکہ انسان اسیر ہوس اور بندہ شہوت نہ بن جائے بلکہ ان کی باگ اپنے ہاتھ میں رکھ کر ان کی صحیح رخ بندی کرتا رہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ (نازعات-۳۷'۴۱)

(تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہو گی' اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا' جنت اس کا ٹھکانہ ہو گی۔)

نفس کو خواہشات سے روکنا دراصل جذبات پر ضبط' شہوات پر لگام اور کنٹرول ہی ہے۔

جنس کے روزمرہ تقاضے جو اپنی تکمیل پر انسان کو مجبور کرتے رہتے ہیں اور اپنی روح کے تقاضے' جو اللہ کے شوق اور آخرت کی نعمتوں کے جویا ہوتے ہیں' ان دونوں میں توازن قائم رکھنے کا قرآن حکم دیتا ہے' جسمانی ضروریات اور فطری محرکات کی تکمیل جہاں زندگی کی بقاء' تعمیر کائنات اور حیات دنیاوی میں پیغام ربانی کی تبلیغ کے لیے ضروری ہے' اسی طرح ربوبیت خداوندی کا اعتراف' اس کی عبادت و پرستش اور اس کے بتائے ہوئے نظام کی پیروی کر کے تقاضائے روح کی بجا آوری بھی انسان کی ذمہ داری ہے تاکہ

Marfat.com

اخروی زندگی میں اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہو' جسم اور روح دونوں کے تقاضوں کی تکمیل میں توازن اور اعتدال قائم رکھنے کی کوشش ہوتی رہنی چاہیے۔ یہی توازن نفسیاتی کشمکش سے گلوخلاصی عطا کر کے بے چینی و اضطراب سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے' اور امن و طمانیت اور سعادت کی نعمت سے نوازتا ہے:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (قصص۔۷۷)

(جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ (منافقون۔۹)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں' جو لوگ ایسا ہی کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔)

جذبات پر کنٹرول' اس کی بلندی' اللہ کی رضا نیز فرد' معاشرہ اور ساری انسانیت کی نفع سازی کرنے والوں کی جانب ان کی رہنمائی کی دعوت قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ انسان کو دی ہے' چنانچہ سورہ آل عمران میں بعض ان محرکات' دنیاوی زندگی میں جن کی تکمیل میں عام طور پر انسان منہمک رہتا ہے' کا تذکرہ قرآن کرتا ہے تو فوراً ہی یہ بھی بتاتا ہے کہ انسان کے لیے اللہ کا خوف' دنیاوی زندگی کے اندر ان محرکات کی تکمیل میں مکمل انہماک سے زیادہ افضل ہے' کیونکہ تقویٰ اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی نعمت سے سرفرازی عطا کرتا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ. قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

Marfat.com

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ (آل عمران۔ ۱۴، ۱۵)

(لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں، حقیقت میں جو بہتر ٹھکانہ ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔ کہو: مَیں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ کی رَوِش اختیار کریں ان کے لیے ان کے ربّ کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہو گی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی، اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے، اللہ اپنے بندوں کے رویئے پر گہری نظر رکھتا ہے۔)

ان دونوں آیات کے اندر واضح ہدایات دی گئی ہیں کہ جذبات پر کنٹرول، ان کی بلندی اور بالاتری کے لیے اللہ کا خوف اور اس کی خوشنودی کی تلاش کرنی چاہیے۔ مزید ارشاد ہے:

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ (کہف۔ ۴۶)

(یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور اِنہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ (حدید۔ ۲۰)

(خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک

Marfat.com

دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوششیں کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی پھر وہ بھُس بن کر رہ جاتی ہے' اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکہ کی شئے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔)

ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ دنیاوی زندگی کی زیبائش و آرائش' سامان کھیل و تفریح اور اولاد و دولت کی نمائش ایک دن ناپید ہو جانے والی ہے' جس طرح شاداب لہلہاتے پودے مرجھا کر زمین بوس ہو جاتے ہیں اور تیز ہوائیں انہیں بکھیر کر نابود کر دیتی ہیں' بقاء اور دوام انسان کے اعمال کو حاصل ہے' جو آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے' دنیا میں اِنہماک اور لذات و خواہشات کی تکمیل ہی جس کی فکر و نظر کا محور بنی رہتی ہے' اللہ کی اطاعت و عبادت سے دل نا آشنا رہتا ہے۔ آخرت میں دردناک عذاب اس کا انجام ہے۔ اس کے برعکس دنیاوی زندگی کی ہماہمی میں بھی جو اپنے رب کے سامنے سرافگندگی اور عبادت سے غافل نہیں رہتا ہے' نیک اعمال کی پابندی رکھتا ہے اور اپنی خواہشات و جذبات پر کنٹرول رکھتا ہے۔ اللہ کی مغفرت اور خوشنودی اس کی جزاء ہوتی ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ (انعام۔۳۲)

(دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشہ ہے۔ حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لو گے۔)

مُحرّکات کی بے راہ روی

محرکات اور جذبات پر کنٹرول میں جو انسان ناکام رہتا ہے' ان کی آسودگی میں مُنہمک اور لذاتِ نفس میں ڈوبا رہتا ہے' اور لذتِ آشنائی وہ اپنا مقصد بنا لیتا ہے' اس کے

Marfat.com

محرکات اپنے حقیقی مقاصد کی ڈگر سے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ فرد کی زندگی اور نوع انسان کی بقاء کے تسلسل کا ذریعہ رہنے کے بجائے خود مقصود بن جاتے ہیں۔ ان پر انسان کا کنٹرول نہیں رہتا ہے' بلکہ وہی انسان پر غالب اور اس کی عنان گیر بن جاتے ہیں' محرکات کی یہ غلط روی اور انسان پر ان کا تسلط عضویاتی اور نفسیاتی دونوں قسم کے محرکات کے ساتھ یکساں پیش آتے ہیں۔ عضویاتی محرکات میں بے راہ روی کا شکار سب سے زیادہ جنسی محرک ہوتا ہے۔ جنسی بے راہ روی کی ایک عام قسم' جس میں قوم لوط مبتلا تھی' کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے' قرآن کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بے راہ روی تاریخ میں پہلی مرتبہ قوم لوط کے اندر پائی گئی:

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ' إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ۔ (اعراف۔۸۰'۸۱)

(اور لوط کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا' پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا "کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔")

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ۔ (شعراء۔۱۶۵)

(کیا تم دنیا کی مخلوق میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو اور تمہاری بیویوں میں تمہارے رب نے تمہارے لیے جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ تم لوگ تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔)

نفسیاتی محرکات کے اندر پھیلی بے راہ روی کی مثال یہ ہے کہ بعض لوگوں کے اندر مال کی شدید محبت اور دولت جمع رکھنے کی حرص ہوتی ہے' جبکہ مال دراصل اللہ نے ہمیں عطا کر کے اپنی رضا اور خوشنودی نیز کائنات کی تعمیر اور انسانیت کی پیش رفت کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے اپنا نائب بنایا ہے لیکن کچھ لوگ دولت ہی کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں' دولت جمع کرتے جاتے ہیں' اللہ کی راہ اور ان چیزوں میں خرچ نہیں کرتے جو

Marfat.com

انسانیت کے لئے نفع بخش اور اس کی ترقی میں معاون بنتی ہیں۔

جذبات کی آسودگی اور محرکات کی تکمیل میں اسراف اور ان پر ضبط و کنٹرول سے عاجزی عموماً طور سے ان جذبات و محرکات کو ان کے حقیقی مقاصد یعنی فرد کی زندگی کی بقاء و تسلسل' اس کی بھلائی اور معاشرہ کی بھلائی سے برگشتہ کر دیتے ہیں' جذبۂ سرکشی میں زیادتی مثلاً لوگوں کے ساتھ تعلقات میں ظلم و عدوان کا رجحان انحراف ہے' تنافس میں اسراف مثلاً جسمانی' اقتصادی' سیاسی یا عسکری طور پر دوسروں پر سبقت و تفوق ہی زندگی کا بنیادی مقصد بنا لینا انحراف ہے' راحت پسندی' گمنامی' کاہلی اور دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوزی میں اسراف مثلاً آرام و راحت اور لطف و لذت کی زندگی ہی کو بنیادی مقصد بنا لیا جائے' معاشرہ کے تئیں کسی ذمہ داری' دوسروں کے ساتھ تعاون اور غیروں کی مدد کا کوئی احساس باقی نہ رہے' انحراف ہے۔ ان محرکات کی تکمیل میں اسراف سے گریز اور اعتدال ہی انسان کو انحراف سے بچاتا ہے' اعتدال و توازن کسی بھی کام کی زینت ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ (فرقان-٦٧)

(جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔)

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (بنی اسرائیل ۲۹)

(نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔)

Marfat.com

Marfat.com

دوسری فصل

قرآن کریم میں تاثرات

حکمت خداوندی نے انسان اور حیوان دونوں کو ایسے تاثرات سے نوازا ہے جو زندگی اور اس کی بقاء میں ان کے معاون بنتے ہیں' خوف کا تاثر زندگی کو درپیش خطرات سے تحفظ پر ہمیں آمادہ کرتا ہے' غصہ کا تاثر جان کی حفاظت اور اپنی بقاء کے لیے جدوجہد پر ہمیں آمادہ کرتا ہے' محبت کا تاثر دونوں صنفوں کی باہمی الفت اور نوع انسانی کی بقاء کے لیے ایک دوسرے کی جانب کشش کی بنیاد ہے۔

محرکات اور تاثرات کے درمیان گہرا تعلق ہے' محرکات عام طور پر وجدانی تاثراتی کیفیت لئے ہوتے ہیں' چنانچہ جب کسی محرک کا تقاضا شدید ہو جائے اور کچھ وقفہ تک اس کی تکمیل نہ کی جائے تو جسم کے اندر تناؤ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے' اس کے ساتھ ہی عام طور پر وجدان کے اندر انقباضی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور محرکات کی تکمیل مسرت آمیز حالت لئے ہوتی ہے' پھر محرک کی طرح تاثر بھی عمل کی رخ بندی کرتا ہے' تاثر خوف انسان کو خطرہ سے بچاؤ پر آمادہ کرتا ہے' غصہ کا تاثر جان کی حفاظت پر آمادہ کرتا ہے اور بسا اوقات سرکشی پر بھی آمادہ کر دیتا ہے' محبت کا تاثر اپنے محبوب کے تقرب پر آمادہ کرتا ہے۔

خوف' غصہ' محبت' خوشی' ناپسندیدگی' غیرت' حسد' شرم' حیا اور رسوائی جیسے متعدد تاثرات کی باریک تصویر کشی قرآن میں موجود ہے' ذیل کے صفحات میں قرآن میں مذکور ان تاثرات پر گفتگو کی جا رہی ہے۔

خوف

خوف انسانی زندگی کا ایک اہم تاثر ہے' جیسا کہ پیچھے اشارہ کیا گیا کہ یہ زندگی کو درپیش خطرات سے بچاؤ میں انسان کے لیے معاون بنتا ہے' اور اس طرح زندگی اور اس

Marfat.com

کی بقاء میں مددگار بنتا ہے' گذشتہ فصل میں بھوک کے محرک پر گفتگو کرتے ہوئے ہم نے اشارہ کیا تھا کہ قرآن کریم کی بعض آیات میں خوف سے امن کو محرک بھوک کی تکمیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' جو انسانی زندگی کے اندر بھوک کے محرک اور خوف کے تاثر دونوں کی اہمیت کی جانب اشارہ ہے' محرک سے متعلق گفتگو کے ضمن میں ہم نے یہ آیات بھی ذکر کی ہیں۔

خوف کا فائدہ صرف اس قدر نہیں ہے کہ دنیاوی زندگی کے اندر انسان کو درپیش خطرات سے بچاؤ پر وہ آمادہ کرتا ہے' بلکہ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ بندہ مومن کو آخرت میں اللہ کے عذاب سے محفوظ رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اللہ کے عذاب کا خوف' معاصی سے گریز' تقویٰ شعاری' عبادت اور مرضیات الٰہی کی پابندی پر بندہ مومن کو آمادہ کرتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ (انفال-۲)

(سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔)

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ (سجدہ-۱۶)

(ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں' اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ' یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ۔ (حج-۲'۱)

(لوگو' اپنے رب کے غضب سے بچو' حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا

Marfat.com

زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے' جس روز تم اسے دیکھو گے' حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچوں سے غافل ہو جائے گی' ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔)

خوف تیز اضطرابی کیفیت ہوتی ہے جو انسان کے اوپر چھا جاتی ہے۔ قرآن نے اس اضطرابی کیفیت کو "زلزال شدید" کا نام دیا ہے' جو انسان کو پوری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور سوچ و فکر اور ضبط نفس کی قوت انسان کھو دیتا ہے:

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا۔

(احزاب۔۱۰'۱۱)

(جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے' جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں' کلیجے منہ کو آ گئے' اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے' اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔)

جب خوف سخت اور اچانک ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک انسان پر ذہول کی حالت طاری رہتی ہے' وہ حرکت کر سکتا ہے نہ کچھ سوچ سکتا ہے' قیامت کا وصف بیان کرتے ہوئے قرآن نے سخت اور اچانک خوف سے پیدا ہونے والی ذہولی حالت کی جانب اشارہ کیا ہے:

بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ۔ (انبیاء۔۴۰)

(وہ بلا اچانک آئے گی اور انہیں اس طرح یک لخت دبوچ لے گی کہ یہ نہ اس کو دفع کر سکیں گے اور نہ ان کو لمحہ بھر مہلت ہی مل سکے گی۔)

کوئی انسان جب کسی سخت خطرہ میں گھر جاتا ہے اور خوف پوری طرح چھا جاتا ہے تو اس کی تمام تر توجہ دوسری تمام چیزوں سے کٹ کر صرف اس خطرہ اور اس سے گلو

Marfat.com

خلاصی حاصل کرنے کی کوشش پر مرکوز ہو جاتی ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۔ (عبس۔ ۳۳، ۳۷)

((آخر کار جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہو گی) اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہو گا۔)

خوف کے ساتھ متعدد تغیرات بھی عضویاتی وظائف' چہرہ کے خدوخال' آواز کے زیروبم اور بدن کی ہیئت میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان عضویاتی اور جسمانی تغیرات پر آئندہ ہم گفتگو کریں گے۔

خطرات اور ان سے پیدا ہونے والے خوف کے مواقع پر انسان عموماً ان سے گریز اور راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے' انبیاء کی تکذیب اور کفر پر اصرار کے نتیجہ میں عذاب خداوند کا شکار ہونے والی گذشتہ کافر اقوام کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم نے خوف اور خطرات سے فرار اختیار کرنے کی انسانی کیفیت کی تصویر کشی کی ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ، فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ۔

(انبیاء۔ ۱۱، ۱۲)

(کتنی ہی ظالم بستیاں ہیں جن کو ہم نے پیس کر رکھ دیا' اور ان کے بعد دوسری کسی قوم کو اٹھایا' جب ان کو ہمارا عذاب محسوس ہوا تو لگے وہاں سے بھاگنے۔)

منافقین کے خوف اور مومنین سے گریز اختیار کرنے کی ان کی خواہشات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ، لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ۔ (توبہ۔ ۵۶، ۵۷)

Marfat.com

(وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں میں سے ہیں حالانکہ وہ ہرگز تم میں سے نہیں ہیں۔ اصل میں تو وہ ایسے لوگ ہیں جو تم سے خوفزدہ ہیں اگر وہ کوئی جائے پناہ پالیں یا کوئی کھوہ یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو بھاگ کر اس میں جا چھپیں۔)

فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کھانے اور بھاگ کر پیچھے ہٹنے کا تذکرہ قرآن میں یوں ہے:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ۔ (شعراء-۲۱)

(پھر میں تمہارے خوف سے بھاگ گیا۔)

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (قصص-۲۱)

(یہ خبر سنتے ہی موسیٰ ڈرتا اور سہمتا نکل کھڑا ہوا اور اس نے دعا کی کہ "اے میرے رب مجھے ظالموں سے بچا۔")

عصا کو سانپ میں تبدیل ہوتے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کھانے اور بھاگ کر پیچھے ہٹنے کا تذکرہ قرآن میں یوں ہے:

وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ۔

(نمل-۱۰)

(اور پھینک تو ذرا اپنی لاٹھی، جونہی کہ موسیٰ نے دیکھا لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ "اے موسیٰ ڈرو نہیں، میرے حضور رسول ڈرا نہیں کرتے۔")

خوف کی قسمیں

انسان جن چیزوں سے خوف کھاتا ہے وہ متعدد ہیں، خوف کی چند اہم قسموں کا قرآن نے ذکر کیا ہے، مثلاً اللہ کا خوف، موت کا خوف، فقر کا خوف وغیرہ۔ اللہ کا خوف مومن کی زندگی کا اہم خوف ہوتا ہے۔ اللہ کا تقویٰ، اس کی رضاجوئی، اس کے منہج کی اتباع، منہیات سے گریز اور احکام کی تعمیل پر وہ انسان کو آمادہ کرتا ہے اللہ کا خوف ایمان

Marfat.com

کا ایک رکن اور شخصیت مومن کی تعمیر میں اہم بنیاد ہوتا ہے [1]:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ، جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ۔ (بینۃ - ۷، ۸)

(جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کئے وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔ ان کی جزاء ان کے رب کے یہاں دائمی قیام کی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے' یہ کچھ ہے اس شخص کے لیے جس نے اپنے رب کا خوف کیا ہو۔)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا۔ (انفال - ۲)

(سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سن کر لرز جاتے ہیں' اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔)

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔
(زمر - ۱۳)

(کہو' اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔)

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ۔
(نور - ۳۷)

(وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آجائے گی۔)

---

[1] محمد الغزالی: الجانب العاطفی من الاسلام' بحث فی الخلق و السلوک و التصوف' مطبوعہ دار الکتب الحدیثہ قاہرہ' صفحہ 252-259

Marfat.com

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۔
(الدھر۔۱۰)

(ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہو گا۔)

لوگوں میں زیادہ عام خوف موت کا ہوتا ہے' موت سے لوگوں کے خوف کا بھی قرآن کریم نے تذکرہ کیا ہے:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلَاقِيْكُمْ۔
(جمعہ۔۸)

(ان سے کہو جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں آ کر رہے گی۔)

جنگ کے حالات' خصوصاً میدان جنگ میں بھیجی جانے والی فوج کے درمیان موت کا خوف زیادہ واضح نظر آتا ہے' جنگ و قتال سے منافقین کے خوف کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔
(نساء۔۷۷)

(اب جو انہیں لڑائی کا حکم دیا گیا تو ان میں سے ایک فریق کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے ایسا ڈر رہے ہیں جیسا خدا سے ڈرنا چاہئے یا کچھ اس سے بھی بڑھ کر۔ کہتے ہیں خدایا' یہ ہم پر لڑائی کا حکم کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دی؟ ان سے کہو' دنیا کا سرمایہ زندگی تھوڑا ہے اور آخرت ایک خدا ترس انسان کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور تم پر ظلم ایک شمہ برابر بھی نہ کیا جائے گا۔)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

Marfat.com

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ۔ (محمد۔۲۰)

(جو لوگ ایمان لائے وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی جاتی (جس میں جنگ کا حکم دیا جائے) مگر جب ایک پختہ سورت نازل کر دی گئی جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔ افسوس ان کے حال پر (ان کے زبان پر ہے)۔)

لوگوں کے اندر عام طور پر موت کا خوف ہوتا ہے' حتی کے اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس خوف سے خالی نہیں تھے' فرعون کی جانب سے انہیں قتل کا خوف تھا' ان کی زبان سے قرآن کہتا ہے:

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ۔ (شعراء۔۱۴)

(اور مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔)

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ۔ (قصص۔۳۳)

(موسیٰ نے عرض کیا "میرے آقا' میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔)

اللہ پر سچا ایمان موت کے خوف سے نجات دلا دیتا ہے کیونکہ مومن کو یقین ہوتا ہے کہ موت اسے آخرت کی اس زندگی تک پہنچاتی ہے جہاں اللہ کی رحمت اور خوشنودی سے وہ سرفراز ہوگا' مومن کو اگر موت کا کچھ خوف بھی ہوتا ہے تو یہ درحقیقت اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ اللہ کی مغفرت سے محروم نہ رہ جائے' رحمت و رضائے خداوندی سے وہ دور نہ رہ جائے' موت کا خوف عاصی و نافرمان بندوں کو زیادہ ہوتا ہے کہ مبادا توبہ و انابت سے قبل وہ موت کا شکار نہ ہو جائیں' گویا موت کا خوف دراصل اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں وہ توبہ سے مانع نہ بن جائے [1] پس موت کے خوف کا

---

[1] محمد علی تسخیری: التوازن فی الاسلام' مطبوعہ الدار الاسلامیہ بیروت 1979ء' ص69-60

Marfat.com

گہرا تعلق خوف خداوندی سے ہوتا ہے جس پر پیچھے ہم گفتگو کر چکے ہیں:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (منافقون۔۱۰)

(جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت ہو جائے اور اس وقت وہ کہے کہ "اے میرے رب کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا")

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ (جمعہ۔۶'۷)

(ان سے کہو' اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو' اگر تمہیں یہ گھمنڈ ہے کہ باقی سب لوگوں کو چھوڑ کر بس تم ہی اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو۔ لیکن یہ ہرگز اس کی تمنا نہ کریں گے اپنے ان کرتوتوں کی وجہ سے جو یہ کر چکے ہیں' اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔)

ملحدین جو دوبارہ اٹھائے جانے اور آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے ہیں' انہیں موت کا خوف اپنے اس تصور کی وجہ سے ہوتا ہے کہ موت ان کی ذات کے لیے پیغام فنا و زوال ہے' اس لیے اس انجام سے وہ ڈرتے ہیں جہاں موت انہیں پہنچا دیتی ہے۔ [1]
کچھ لوگوں کو موت کا خوف اس ناواقفیت کی وجہ سے ہوتا ہے کہ کس نامعلوم انجام تک موت انہیں پہنچا دے گی۔ یہ نامعلوم انجام ہی دراصل ان کے لیے باعث خوف و گھبراہٹ ہوتا ہے۔

فقر کا خوف بھی لوگوں میں عموماً ہوتا ہے' اپنی اور اپنے بال بچوں کی غذائی

---

[1] یوسف قرضاوی: الانسان والحیاۃ' مطبوعہ مکتبہ وہبہ قاہرہ 1978ء' ص 146-147

Marfat.com

ضروریات نیز اپنے اور اہل خاندان کے لیے پر سکون و اطمینان بخش زندگی کے لیے اسباب فراہم کرنے کے لیے انسان ہمیشہ جدوجہد میں مصروف رہتا ہے' کسب معاش کی راہ میں بے شمار مشقت و تکان اور محنت سے اسے دو چار ہونا پڑتا ہے' معاش کو درپیش کوئی بھی امکانی خطرہ اس کے اندر خوف و گھبراہٹ پیدا کر دیتا ہے' قبل از اسلام لوگ فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ قرآن نے انہیں اس بات سے منع کیا اور بتایا کہ ان کا اور ان کی اولاد کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے:

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل ۳۱)

(اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو' ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔)

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ۔ (انعام۔۱۵۲)

(اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔)

اللہ پر ایمان فقر کا خوف ختم کر دیتا ہے' سچے مومن کو پورا یقین ہوتا ہے کہ اس کا رزق دست خداوندی میں ہے' پھر اسے فقر کا خوف دامنگیر نہیں ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۔ (ذاریات۔۵۸)

(اللہ تو خود ہی رزاق ہے' بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔)

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ (ذاریات۔۲۲)

(آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔)

بندہ مومن کو جس حقیقی خوف کا احساس ہوتا ہے وہ صرف خوف خداوندی ہے' اللہ پر ایمان کے بعد اسے موت' فقر' لوگوں بلکہ دنیا کی کسی شے کا خوف نہیں ہوتا[1]

---

[1] محمد علی تسخیری' حوالہ سابق' صفحہ 16

Marfat.com

ہے' صرف اللہ کا غضب اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا خوف اسے ہوتا ہے۔

اللہ کا خوف مومن کی زندگی میں انتہائی اہم رول ادا کرتا ہے' یہی خوف اسے ارتکاب معاصی سے محفوظ رکھتا ہے' اور اس طرح اللہ کا غضب اور اس کے عذاب سے وہ محفوظ رہتا ہے' رضائے الٰہی کے حصول کے لیے یہی خوف اسے عبادات و اعمال صالحہ پر آمادہ کرتا رہتا ہے' اللہ کا خوف آخرکار بندہ مومن کو نفسیاتی امن بخشتا ہے' کیونکہ اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی امید کا احساس اس پر چھایا رہتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ۔ (حٰمٓ السجدة۔ ۳۰)

(جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے' یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ "نہ ڈرو نہ غم کرو' اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔)

غصہ' اہم وظیفہ انجام دینے والا انسان کا اہم تاثر ہے' جو تحفظ ذات میں انسان کو تعاون فراہم کرتا ہے' جب انسان غصہ ہوتا ہے تو شدید اعصابی جدوجہد کی قوت بڑھ جاتی ہے [1] جس کی وجہ سے اپنی ذات کا دفاع اور اپنے اہم مقاصد کی راہ میں حائل دشواریوں سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے' اشاعت اسلام کی مخالفت کرنے والے کافروں کے ساتھ سخت روی اپنانے کو قرآن کریم نے بنظر استحسان دیکھا ہے' اللہ کی راہ اور دعوت اسلامی کی اشاعت کی راہ میں پیدا ہونے والے غصہ سے وہ سخت روی پیدا ہوتی ہے۔ رسول اکرم علیہ السلام اور صحابہ کرام کی شان میں قرآن کہتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ

---

[1] غصہ اور دیگر تاثرات کے دوران متعدد عضویاتی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ مثلاً اڈرنالین ہامون نکل کر جگر پر اثر انداز ہوتا ہے' جس سے شوگر کی زائد مقدار کا اخراج جگر سے ہونے لگتا ہے اور نتیجتہً جسم کی طاقت بڑھ جاتی ہے' غصہ کے دوران یا خوف کے وقت دوڑنے کے دوران سخت دفاعی جدوجہد کی صلاحیت جسم میں پیدا ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔ (فتح۔۲۹)

(محمد اللہ کے رسول ہیں' اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۔

(توبہ۔۱۲۳)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جنگ کرو ان منکرین حق سے جو تمھارے پاس ہیں اور چاہیے کہ وہ تمھارے اندر سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔)

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ (تحریم۔۹)

(اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آو۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔)

انسانی کردار پر غصہ کے اثرات کا بیان قرآن میں آیا ہے' قرآن بتاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس آئے اور دیکھا کہ سامری کے بنائے ہوئے سونے کے بچھڑے کی وہ پرستش کر رہے ہیں' تو غصہ میں آ کر الواح رکھ دیئے' اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر کھینچتے ہوئے ان کی سرزنش کی:

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِہٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْہِ یَجُرُّہٗٓ اِلَیْہِ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (اعراف۔۱۵۰)

(ادھر سے موسیٰ غصے اور رنج میں بھرا ہوا اپنی قوم کی طرف پلٹا۔ آتے ہی اس نے کہا بہت بری جانشینی کی تم لوگوں نے میرے بعد! کیا تم سے اتنا صبر نہ ہوا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر لیتے اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی (ہارون) کے سر کے بال پکڑ کر اسے کھینچا'

Marfat.com

ہارون نے کہا کہ "اے میری ماں کے بیٹے! ان لوگوں نے مجھے دبالیا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے' پس تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ کے ساتھ مجھے نہ شامل کر۔"

قَالَ يَا هَارُونُ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا أَلَّا تَتَّبِعَنِ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي ' قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي۔ (طٰہٰ۔ ۹۲'۹۴)

(موسیٰ (قوم کو ڈانٹنے کے بعد ہارون کی طرف پلٹا) بولا "ہارون تم نے جب دیکھا تھا کہ گمراہ ہو رہے ہیں تو کس چیز نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا کہ میرے طریقے پر عمل نہ کرو؟ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟" ہارون نے جواب دیا "اے میری ماں کے بیٹے' میرے داڑھی نہ پکڑ' نہ میرے سر کے بال کھینچ' مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ تو آکر کہے گا کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا پاس نہ کیا۔")

غصہ کے وقت انسان اپنے محرکات اور مقاصد کی تکمیل میں حائل رکاوٹوں کی طرف اپنی شدت کا رخ پھیر دیتا ہے' خواہ یہ رکاوٹیں اشخاص کی شکل میں ہوں' یا مادی رکاوٹیں ہوں یا سماجی پابندیاں' اکثر و بیشتر یہ غصہ دوسرے ان اشخاص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو فی الواقع اس کے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہوتے ہیں' یا اس کے غصہ کو برانگیختہ کرنے کا حقیقی سبب نہیں ہوتے ہیں' مثال کے طور پر بچہ اپنے والد پر غصہ ہوتا ہے تو اس کا یہ غصہ اپنے چھوٹے بھائی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' اور معمولی بات پر چھوٹے بھائی کو وہ مار بیٹھتا ہے' یہ عمل منتقلی (Displacement) کہلاتا ہے' منتقلی غصہ کی مثال قرآن کریم کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ملتی ہے کہ جب وہ گو پرستی کی وجہ سے اپنی قوم پر غصہ ہوئے تو ابتداء ان کا غصہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی جانب منتقل ہوا اور ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی انسان کسی شخص پر غصہ ہوتا ہے' لیکن اس کی جانب سے کسی نقصان کے امکان کی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کے تئیں اپنے غصہ کا

Marfat.com

اظہار ہو' ان حالات میں بھی غصہ کی منتقلی ہو جاتی ہے' اور وہ دوسرے اشخاص کو نشانہ بنا لیتا ہے' یا دیگر مادی اشیاء کی جانب منتقل ہو کر انہیں تباہ کر دیتا ہے' کبھی خود اپنی ذات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' اور اپنی ذات پر کچھ ظلم و زیادتی کر بیٹھتا ہے' قرآن نے ایسی ایک عملی مثال بیان کی ہے جس میں فی الواقع غصہ برانگیختہ کرنے والے شخص کے بجائے خود اپنی ذات کی جانب غصہ منتقل ہو گیا ہے' منافقین کا ذکر کرتے ہوئے قرآن بتاتا ہے کہ مومنوں پر غضب و غصہ کے عالم میں وہ اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹنے لگتے ہیں' اور جب انسان غصہ میں اپنی انگلیاں کاٹ رہا ہوتا ہے تو وہ دوسروں پر غصہ اتارنے اور انہیں نقصان پہنچانے کے بجائے علامتی طور پر ہی سہی خود اپنے آپ پر غصہ اتارنے اور اپنی ذات کو نقصان پہنچانے لگتا ہے:

هٰٓاَنۡتُمۡ اُولَآءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَ لَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ۔ (آل عمران - ۱۱۹)

(تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو' جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو) مان لیا ہے مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ و غضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصہ میں آپ جل مرو۔ اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔)

غصہ جب انسان کے اوپر چھا جاتا ہے تو صحیح سوچ و فکر کی قوت وہ کھو بیٹھتا ہے' اور بعض ایسے نازیبا کلمات اس کی زبان سے نکل جاتے یا ایسے افعال صادر ہو جاتے ہیں' جن پر غصہ اترنے کے بعد اسے ندامت ہونے لگتی ہے' گذشتہ آیات میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ کے عالم میں الواح رکھ دیئے اور اس خیال میں اپنے بھائی کے سر اور داڑھی پکڑ کر سرزنش کرتے ہوئے کھینچنے لگے کہ گو پرستی سے قوم کو روکنے میں انہوں نے کوتاہی سے کام لیا' جب غصہ کم ہوا اور پر سکون ہونے کے بعد آگاہ ہوئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں روکا تھا' لیکن قوم کے سامنے وہ کمزور

Marfat.com

پڑ گئے' اور قوم ان کے قتل کے درپے آ گئی تو اپنے بھائی کے ساتھ اس سلوک پر وہ اللہ سے مغفرت طلب کرنے لگے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔ (اعراف-۱۵۱)

(موسیٰ نے کہا "اے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما' تو سب سے بڑھ کر رحیم ہے۔")

چونکہ غصہ کے عالم میں صحیح سوچ و سمجھ کی قوت انسان کھو بیٹھتا ہے' بلکہ عام طور پر شدید انفعالی کیفیات کے دوران ایسا ہی ہوتا ہے' اس لیے غصہ کے دوران ایسا ہی ہوتا ہے' اس لیے غصہ کے دوران ایسے افعال سے گریز ہی انسان کے لیے مناسب ہے جن پر آئندہ ندامت ہو' اسی طرح غصہ پر کنٹرول کا طریقہ سیکھنا بھی ضروری ہے۔ غصہ دبانے اور غضب پر کنٹرول کرنے کے حکم الٰہی کی حکمت بھی اس طرح سمجھ میں آ جاتی ہے' تاثرات پر کنٹرول کے موضوع پر گفتگو کے ضمن میں ہم اس کا تفصیلی ذکر کریں گے۔

محبت

انسانی زندگی میں محبت کا رول بڑا اہم ہے۔ وہ عائلی زندگی کی بنیاد ہے۔ خاندان کی تشکیل اور بچوں کی پرورش کی اساس ہے' لوگوں کی باہمی الفت اور پرخلوص انسانی تعلقات کی وہ بنیاد ہے۔ یہی وہ مضبوط رابطہ ہے جو انسان کو اپنے رب سے جوڑتا ہے' اللہ کی عبادت' اس کے نظام کی پیروی اور شریعت پر عمل آوری میں اسے مخلص بناتا ہے۔

انسان کی زندگی میں محبت مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے' انسان اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ لوگوں سے محبت کرتا ہے' اپنی بیوی اور بچوں سے محبت کرتا ہے' دولت سے محبت کرتا ہے' اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے' محبت کی ان مختلف قسموں کا ذکر قرآن کریم کے اندر ہمیں ملتا ہے۔

اپنی ذات سے محبت

اپنی ذات سے محبت کا گہرا تعلق تحفظ ذات کے محرکات سے ہوتا ہے' انسان پسند کرتا ہے کہ وہ زندہ رہے' اپنے امکانات کو فروغ بخشے' اپنی ذات کا اثبات کرے' انسان ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جو اس کے لیے خیر' امن اور سعادت فراہم کرتی ہے۔ ہر اس

Marfat.com

چیز کو ناپسند کرتا ہے جو اس کی زندگی افزائش اور اثبات ذات کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے' اور الم و تکلیف اور نقصان کا سبب بنتی ہے' انسان کے اندر اپنی ذات سے فطری محبت' ہر مفید و نفع بخش چیز کے حصول اور ہر تکلیف و ضرر رساں چیز سے گریز کے میلان کا ذکر قرآن کریم نبی کریم ﷺ کی زبان سے اس طرح کرتا ہے کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو وہ اپنے لیے زیادہ سے زیادہ خیر جمع کر لیتے' اور تکلیف و ضرر کو اپنی ذات سے دور کر لیتے:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ۔ (اعراف۔۱۸۸)

(اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا' اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔)

اپنی ذات کے ساتھ انسان کی محبت کا ایک مظہر دولت کی شدید محبت ہے' جس کے ذریعہ وہ اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کرتا ہے' اور زندگی کے اندر راحت و آرام کے تمام اسباب مہیا کرتا ہے' مال کی شدید محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۔ (عادیات۔۸)

(اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔)

اپنی ذات سے محبت ہی کا مظہر یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے مال و صحت وغیرہ دنیاوی خوبیوں اور نعمتوں کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہے' اور جب کسی تکلیف' مصیبت اور فقر سے دوچار ہوتا ہے تو سخت مایوسی اس پر چھا جاتی ہے اور گمان کرتا ہے کہ اسے خیر ملا ہی نہیں ہے۔

لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ۔ (حٰم السجدۃ۔۴۹)

(انسان کبھی بھلائی کی دعا مانگتے نہیں تھکتا اور جب کوئی آفت اس پر آجاتی ہے تو مایوس اور دل شکستہ ہو جاتا ہے۔)

اسی محبت ذات کا مظہر یہ بھی ہے کہ کسی مصیبت و نقصان کے وقت وہ گھبرا اٹھتا ہے' خیر سے مایوس ہو کر اللہ کی سابقہ نعمتوں کی ناشکری اور انکار پر اتر آتا ہے' اور جب مالی وسعت و فراخی حاصل ہوتی ہے تو خوش ہو کر اترانے لگتا ہے' مال کی شدید حرص پیدا ہو جاتی ہے' اور معمولی حصہ بھی فقراء و حاجت مندوں پر خرچ کرنے سے گریز کرنے لگتا

Marfat.com

ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا۔ (معارج۔۱۹'۲۱)

(انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔)

اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ۔

(شوریٰ۔۴۸)

(انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر پھول جاتا ہے' اور اگر اس کے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا کسی مصیبت کی شکل میں اس پر الٹ پڑتا ہے تو سخت ناشکرا بن جاتا ہے۔)

اپنی ذات سے محبت مقررہ حدود سے تجاوز نہیں کرنی چاہئے' اور دوسروں سے محبت اور ان کے لیے خیر کی چاہت' اپنی ذات سے محبت کے برابر رہنی چاہئے۔

لوگوں سے محبت

دوسروں کے ساتھ الفت اور ہم آہنگی کی زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ذات سے محبت اور اپنی انانیت حد کے اندر ہو' اور اپنی ذات سے محبت کا موازنہ دوسروں کے ساتھ محبت و مودت اور ان کے ساتھ تعاون و مدد سے کرتے رہنا چاہئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کسی مصیبت کے وقت گھبراہٹ و بے چینی' دولت کی حرص اور خرچ کرنے میں بخل کی صورت میں ظاہر ہونے والی اپنی ذات سے انسان کی محبت کی جانب اشارہ فرمایا تو متصلاً ہی ان لوگوں کی تعریف و مدح بھی کی جو اپنی ذات سے محبت میں غلو نہیں کرتے۔ مصیبت کے وقت جزع و فزع اور دولت حاصل ہونے پر بخل نہیں کرتے اور ان خوبیوں سے آراستگی کے لیے ایمان پر قائم رہ کر نماز اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ فقراء و مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں اور اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے گریز کرتے ہیں' اس ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ محبت اور دوسروں کے ساتھ محبت میں اس طرح وہ توازن قائم رکھتا ہے کہ فرد اور جماعت دونوں کے مفاد

Marfat.com

کی تکمیل ہو:

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ وَ الَّذِيْ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ (معارج-۱۹'۲۷)

(انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں جو نماز پڑھنے والے ہیں' جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں' جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے' جو روز جزا کو برحق مانتے ہیں' جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔)

لوگوں کی باہمی الفت و محبت' تعاون و ہمدردی اور بھائی چارگی کو قرآن ان الفاظ میں سراہتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔ (آل عمران-۱۰۳)

(سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے' تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔)

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(انفال-۶۲'۶۳)

(وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے

Marfat.com

تمہاری تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے' تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے۔ یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔)

قرآن کریم انصار کی مدح سرائی کرتا ہے کہ انہوں نے مہاجرین کے ساتھ کیسی سچی محبت کا برتاؤ کیا' انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی۔ اپنی دولت اور جائداد میں انہیں شریک کیا اور اپنے آپ پر ان کو ترجیح دی:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (حشر۔۹)

(اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم تھے' یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں' حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لئے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔)

مومنوں کو قرآن حکم دیتا ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان سے اسی طرح محبت کرے جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت کرتا ہے' یہ اس بات کی ہدایت ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ محبت میں اسراف نہ کیا جائے' اور اپنے مومن بھائیوں کے ساتھ محبت کی جائے' جس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ محبت میں اعتدال سے کام لیا جائے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (حجرات۔۱۰)

(مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں' لہٰذا اپنے بھائیوں کے

Marfat.com

درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو' امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔)

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔

(توبہ۔۷۰)

(مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے ہو جب تک ایمان نہ لے آؤ' اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو' کیا تمہیں ایسی چیز بتاؤں جسے اگر تم اپنا لو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔" ۱؎ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی کے لیے' یا آپ نے یوں فرمایا: اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" ۲؎

جنسی محبت

محبت کا جنسی محرک کے ساتھ گہرا تعلق ہے' زن و شوہر کے درمیان الفت و ہم آہنگی اور باہمی تعاون کے تسلسل کی یہی بنیاد ہے' خاندانی زندگی کے تسلسل کے لیے محبت ایک ضروری عنصر ہے:

وَمِنْ اٰيَاتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (روم۔۲۱)

(اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو

۱؎ مختصر صحیح مسلم لحافظ منذری' تحقیق' ناصرالدین البانی' حدیث نمبر42' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت 1977ء

۲؎ حدیث نمبر24' حوالہ سابق

Marfat.com

اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ۔ (آل عمران۔ ۱۴)

(لوگوں کے لیے مرغوبات نفس بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں۔)

حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کا قصہ بیان کرتے ہوئے اسی جنسی محبت کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے:

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِى الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرَاهَا فِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ (یوسف۔ ۳۰)

(شہر کی عورتیں آپس میں چرچا کرنے لگیں کہ "عزیز کی بیوی اپنے نوجوان غلام کے پیچھے پڑی ہوئی ہے' محبت نے اس کو بے قابو کر رکھا ہے' ہمارے نزدیک تو وہ صریح غلطی کر رہی ہے۔)

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصَّاغِرِيْنَ ' قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِىْ اِلَيْهِ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّىْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ (یوسف۔ ۳۲'۳۳)

(عزیز کی بیوی نے کہا "دیکھ لیا! یہ ہے وہ شخص جس کے معاملہ میں تم مجھ پر باتیں بناتی تھیں۔ بے شک میں نے اسے رجھانے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا' اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید کیا جائے گا اور بہت ذلیل و خوار ہو گا۔" یوسف نے کہا "اے میرے رب قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں' اور اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔)

قرآن میں محرکات عمل سے متعلق گذشتہ فصل میں جنسی محرک پر گفتگو کرتے

Marfat.com

ہوئے ہم بتا چکے ہیں کہ اسلام جنسی محرک کو تسلیم کرتا ہے' اس کا انکار نہیں کرتا۔ اور اس طرح وہ فطری طور پر جنسی محبت کو تسلیم کرتا ہے جو جنسی محرک کے ساتھ پایا جانے والا انسانی طبیعت کا ایک فطری تاثر ہے' اسلام نہ اسے ٹھکراتا ہے' نہ کچلتا اور دباتا ہے' بلکہ اسے تسلیم کرتے ہوئے محبت پر کنٹرول رکھنے اور صرف جائز طریقہ یعنی شادی کے ذریعہ اس کی تکمیل کرنے کا حکم دیتا ہے۔

والدین سے محبت

پہلی فصل میں عضویاتی محرک کے طور پر محرک مادریت کا ہم نے ذکر کیا تھا' کیونکہ ماں کے اندر حمل' ولادت اور رضاعت کے دوران پیدا ہونے والی جسمانی اور عضویاتی تبدیلیاں محرک مادریت کی عضویاتی بنیاد پر بنتی ہیں' یہ عضویاتی اور جسمانی تبدیلیاں ماں کا رشتہ اپنے بچوں کے ساتھ بڑا گہرا اور طاقتور بنا دیتی ہیں' جو بچوں کے ساتھ ماں کی بے پناہ محبت' شفقت اور جذبہ عنایت و پرورش کی شکلوں میں محرک امومت کے اندر ظاہر ہوتی ہیں۔

چونکہ والد کا رشتہ اپنے بچوں کے ساتھ ان عضویاتی روابط سے وابستہ نہیں ہوتا ہے' جن سے ماں کا اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے' اسی لیے جدید ماہرین نفسیات محرک پدریت کو محرک مادریت کی طرح عضویاتی محرک نہیں قرار دیتے۔ بلکہ اسے نفسیاتی محرک تسلیم کرتے ہیں' محرک پدری کا ظہور بچوں کے ساتھ باپ کی محبت کی شکل میں ہوتا ہے' بچے باپ کے لیے سرمایہ سرور و راحت' سرچشمہ قوت و جاہ' اور جدوجہد زندگی کے تسلسل میں ایک اہم عامل ہوتے ہیں' موت کے بعد اس کی یادگار ہوتے ہیں' حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے ایک لڑکا عطا کرنے کی دعا مانگی تھی جو ان کا اور آل یعقوب کا وارث بن سکے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔ (مریم۔ ۴'۶)

(اس نے عرض کیا "اے پروردگار' میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں

Marfat.com

اور سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے۔ اے پروردگار' میں کبھی تجھ سے دعا مانگ کر نامراد نہیں رہا' مجھے اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں کی برائیوں کا خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے' تو مجھے اپنے فضل خاص سے ایک وارث عطا کر دے جو میرا وارث بھی ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے پروردگار اس کو ایک پسندیدہ انسان بنا۔)

قرآن میں بیشتر آیات کے اندر بچوں کی محبت کا تذکرہ مال کی محبت کے ساتھ کیا گیا ہے کیونکہ اولاد اور دولت دونوں انسان کے لیے اسباب قوت و راحت ہیں:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ (کہف۔۴۶)

(یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔)

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنَاكُمْ بِاَمْوَالٍ وَ بَنِيْنَ وَجَعَلْنَاكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا (بنی اسرائیل ۶)

(اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔)

وَ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔ (نوح۔۱۲)

(تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا' تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔)

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا' وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا' وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا۔ (مدثر۔۱۱'۱۳)

(چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا' بہت سا مال اس کو دیا' اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیئے۔)

قرآن کے اندر محبت پدری کی جانب اشارہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ملتا ہے' جن کے دل میں بیٹے کی محبت تھی اور شفقت و عنایت اور ہمدردی کی بناء پر کشتی میں سوار ہو کر غرقابی سے بچنے کے لیے بیٹے کو آواز دی:

وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (ھود۔۴۲)

Marfat.com

(نوح کا بیٹا دور فاصلے پر تھا' نوح نے پکار کر کہا "بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہ۔)

اسی محبت کا ظہور بیٹے کی نجات کے لیے اپنے رب سے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا میں بھی ملتا ہے:

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ۔ (هود-۴۵)

(نوح نے اپنے رب کو پکارا۔ کہا "اے رب' میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے' اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔)

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت کے اندر بھی یہی محبت پدری واضح شکل میں نظر آتی ہے' جس کی وجہ سے دوسرے بھائی ان دونوں سے کینہ و حسد رکھنے لگے:

اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ۔ (یوسف-۸)

(یہ قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا "یہ یوسف اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں' سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں۔)

محبت پدری ہی کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر اندیشہ محسوس کرتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام ابتداً تیار نہیں ہوئے:

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ۔ (یوسف-۱۳)

(باپ نے کہا "تمہارا اسے لے جانا مجھے شاق گزرتا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ پھاڑ کھائے جبکہ تم اس سے غافل ہو۔)

اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام پر غم و افسوس کرتے ہوئے روتے روتے

Marfat.com

بینائی کھو دینا بھی اس محبت پدری کا نمونہ تھا:

وَتَوَلّٰی عَنۡہُمۡ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰہُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَہُوَ کَظِیۡمٌ۔ (یوسف۔۸۴)

(پھر وہ ان کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ "ہائے یوسف" وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹا جا رہا تھا اور اس کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔)

بچوں کی دیکھ ریکھ' پرورش و نگہداشت اور اچھے کاموں کے لیے نصیحت و خیر خواہی میں عام طور پر محبت پدری کا ظہور ہوتا ہے' حکیم باپ کی اپنے بیٹے کو نصیحت اور خیر خواہی کی مثال قرآن کریم نے حضرت لقمان علیہ السلام کی زبان سے بیان کی ہے' جنہوں نے اپنے بیٹے کو عمدہ عمدہ نصیحتیں کیں۔ [1]

اللہ کی محبت

انسان کے اندر محبت کی اعلیٰ ترین شکل' سب سے زیادہ پاکیزہ' بلند ترین اور روحانی محبت' اللہ رب العزت کے ساتھ محبت اور تقرب الٰہی کے امنڈتے ہوئے شوق کی ہوتی ہے' جو صرف سجدہ صبح و شام اور مناجاتوں کے اندر ہی نہیں بلکہ انسان کے ایک ایک عمل اور اس کی ہر حرکت و سکون کے اندر ظاہر ہوتی ہے' تمام اعمال اور حرکات و سکنات میں قبولیت اور خوشنودی کی امید لیے اللہ رب العزت کی جانب اس کا رخ ہوتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ (آل عمران۔۳۱)

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ اَذِلَّۃٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ

---

[1] دیکھئے سورۃ لقمان' آیات 13-19

Marfat.com

عَلِیْمٌ۔ (مائدہ۔۵۴)

(اے نبی' لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا' اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا' وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت لوگ ایسے پیدا کردے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہو گا۔ جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔)

اللہ کی محبت دنیا کی ہر دوسری چیز کی محبت پر فائق ہوتی ہے۔ اپنی ذات' اپنے بچوں' بیوی' والدین' آل اولاد اور اپنی دولت کی محبت سے بھی زیادہ ہوتی ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ ۣاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ (توبہ۔۲۴)

(اے نبی' کہہ دو اگر تمہارے' باپ اور تمہارے بیٹے' اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں' اور تمہارے عزیز و اقارب' اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں' اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں' تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا ہے۔)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (بقرہ۔۱۶۵)

Marfat.com

(مگر وحدت خداوندی پر دلالت کرنے والے ان کھلے کھلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہئے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔)

جب انسان اللہ کی محبت میں مخلص ہوتا ہے تو یہی محبت اس کی زندگی میں رہنما و محرک قوت بن جاتی ہے اور محبت کی دوسری تمام اقسام محبت الٰہی کے سامنے خم ہوتی ہیں' اور اس کے دل میں لوگوں' جانوروں اور کائنات کی تمام مخلوقات اور پوری کائنات کی محبت موجزن ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے گرد و پیش کی تمام چیزوں کے اندر اپنے رب کا پرتو دیکھتا ہے جس کا روحانی شوق اور قلبی اشتیاق اسے اپنی جانب کھینچ رہا ہوتا ہے۔ [1]

رسول کی محبت

محبت الٰہی کے بعد بلندی و پاکیزگی اور روحانیت کے اندر دوسرا درجہ محبت رسول ﷺ کا ہوتا ہے' جسے اللہ نے ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا' جو لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے' ان کا تزکیہ کرتے اور کتاب و حکمت کی انہیں تعلیم دیتے تھے' جسے اللہ نے خاتم النبیین اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کی حیثیت سے منتخب فرمایا تھا' جس پر اللہ نے اپنی سچ اور ہمیشہ رہنے والی وہ کتاب نازل کی جو گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق اور نگرانی کرنے والی ہے' رسول اکرم علیہ السلام کی ذات قدسی صفات اپنے اخلاق' کردار اور تمام صفات چیدہ کے اندر انسان کا کامل ترین نمونہ تھی' اس سے بڑھ کر اور کیا وصف بیانی ہو سکتی ہے کہ خود قرآن انہیں اخلاق عظیم کے مرتبہ پر فائز بتاتا ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔ (قلم-۴)

(اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔)

---

[1] ماہرین نفسیات محبت کا مطالعہ کرتے ہوئے حب ذات جنسی محبت اور خاندانی محبت ہی تک خود کو محدود رکھتے ہیں' اللہ کی محبت' رسول کی محبت اور عالی انسانی اقدار جیسے صداقت و عدل وغیرہ کی محبت پر گفتگو نہیں کرتے' حالانکہ یہ انسانی محبت کی اعلیٰ ترین اقسام ہیں اور انہی کے ذریعہ انسان کو حیوان سے امتیاز حاصل ہے۔

Marfat.com

ایک سچا مومن اپنے دل میں رسول اقدس ﷺ کی محبت رکھتا ہے جس نے دعوت کی راہ میں مصائب جھیلے اور سخت معرکوں سے گزرتے ہوئے ربع مسکون میں اسلام کو پھیلا دیا' گمراہی کی تیرگیوں سے نکال کر انسانیت کو نور ہدایت دکھایا' قرآن کریم نے ہم کو رسول کریم ﷺ سے محبت کا حکم دیا ہے' اور پیچھے ذکر کردہ سورہ توبہ کی چوبیسویں آیت میں رسول سے محبت کو محبت الٰہی کے ہم رتبہ بتایا ہے۔

سچے مومن کے سامنے رسول کریم علیہ السلام کی ذات اعلیٰ ترین نمونہ ہے' جس کے اخلاق سے آراستگی' جس کے کردار و عمل کی پیروی اور جس کی مشک زار سیرت کی اتباع مومن کا فریضہ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ (احزاب-۲۱)

(درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ تھا ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔)

خوشی

انسان کی اپنی تمنا جب پوری ہو جاتی ہے اور اپنی مطبوعہ چیز دولت' نفوذ و رسائی' کامیابی علم یا ایمان و تقویٰ حاصل ہو جاتا ہے تو اسے خوشی و مسرت کا احساس ہوتا ہے' جس کی زندگی کا مقصد دولت کا حصول' قوت و سطوت اور نفوذ و رسائی وغیرہ حیات دنیوی کی کوئی متاع ہوتی ہے' ان مقاصد کی تکمیل اس کے لیے باعث مسرت و خوشی بنتی ہے اور ایمان و تقویٰ اور عمل صالح سے آراستگی کے ذریعے حیات اخروی کی سعادت کا حصول جس کا مقصد زندگی ہوتا ہے۔ یہی امور اس کے لیے امن و سکون' طمانیت اور خوشی کا باعث ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے خوشی کی ان دونوں قسموں کو بیان کیا ہے' متاع دنیا پر کفار کی خوشی کا یوں ذکر کرتا ہے:

وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ۔ (رعد-۲۶)

(یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں' حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت

Marfat.com

کے مقابلے میں ایک متاع قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں۔)

اور آیات قرآنی کے نزول' جو حق کے لیے رہنما' ذریعہ شفاء اور سرچشمہ ہدایت و رحمت ہے' پر مومنین کی خوشی اس طرح بیان کرتا ہے:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔

(یونس۔۵۷'۵۸)

(لوگو' تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے' یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔ اے نبی' کہو کہ "یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی' اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہئے' یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔)

سامان دنیا جس کا سرچشمہ خوشی و مسرت ہو' جو بیشتر لوگوں کے یہاں دیکھا جاتا ہے' سچ یہ ہے کہ سعادت آفریں' اطمینان بخش اور پر سکون زندگی کی لذت سے وہ محروم رہتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ صحت کی نعمت' رزق کی وسعت اور دولت کی فراوانی عطا کرتا ہے تو وہ خوشی و سعادت محسوس کرتا ہے' متاع و آسائش دنیا اللہ کی یاد اور شکر سے اسے غافل کر دیتی ہے اور جب کسی مصیبت و پریشانی سے دوچار ہوتا ہے' یا کسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے تو اس پر مایوسی چھا جاتی ہے۔ دوسری موجودہ نعمتوں کا بھی وہ انکار کر بیٹھتا ہے' اس طرح ہمیشہ وہ ایک اضطراب مسلسل کا شکار رہتا ہے اور خوشی و مایوسی دونوں کے احساسات میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰھَا مِنْہُ اِنَّہٗ لَیَئُوْسٌ کَفُوْرٌ وَلَئِنْ اَذَقْنٰہُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْہُ لَیَقُوْلَنَّ ذَھَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ اِنَّہٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ۔ (ھود۔۹'۱۰)

(اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزہ چکھاتے

Marfat.com

ہیں تو کہتا ہے کہ میرے تو سارے دکھ دور ہو گئے' پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔)

ایمان و تقویٰ' عمل صالح اور منہج خداوندی کی اتباع جس کے لیے سامان خوشی و سعادت ہوتی ہیں اسے ہمیشہ سچی اور دائمی و مکمل سعادت حاصل رہتی ہے۔ ارشاد خداوندی اس کی ذات پر راست آتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (نحل۔۹۷)

(جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن' اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔)

قرآن کریم اس مسرت و سرور کا ذکر کرتا ہے جو آخرت میں حساب و کتاب کے دن کی قیامت خیزیوں سے نجات اور رحمت خداوندی کے زیر سایہ جنت مکانی پر بندہ مومن کو حاصل ہو گا:

فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ (الدھر۔۱۱)

(پس اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے بچا لے گا اور انہیں تازگی اور سرور بخشے گا۔)

نفرت

نفرت' محبت کے برعکس ایک تاثر ہے۔ جو ناپسندیدگی اور نامقبولی کے احساس یا احساس گریز و انقباض اور اس کا سبب بننے والے امور' خواہ اشخاص ہوں' چیزیں ہوں' یا افعال سے پہلو تہی کا نام ہے۔

محبت باوجودیکہ حیات زوجیت کی بنیاد ہے' لیکن بسااوقات شوہر و بیوی کے درمیان کسی غلط فہمی' کشاکش اور اختلاف کے نتیجے میں باہمی ناپسندیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ زوجین کے درمیان اس ناپسندیدگی کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے اور عائلی زندگی کو

Marfat.com

برقرار رکھنے کے لیے اس پر ضبط و کنٹرول کی کوشش کا حکم دیا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (نساء۔۱۹)

(اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔)

کبھی انسان دوسرے شخص یا دوسرے اشخاص کو اختلاف رائے یا کسی معاملہ میں ان کی بالاتری پر حسد یا ان کی جانب سے پہنچنے والی کسی ناکامی یا دل میں نفرت پیدا کر دینے والے دوسرے اسباب کی بناء پر ناپسند کرنے لگتا ہے' کفار و منافقین کا شیوہ یہ تھا کہ وہ مومنین کو ناپسند کرتے اور ان سے حسد کرتے تھے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ' هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ' اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا' اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔ (آل عمران۔ ۱۱۸' ۱۲۰)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان

Marfat.com

سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے) تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو) مان لیا ہے مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ و غضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ اپنے غصہ میں آپ جل مرو۔ اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔ تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا لگتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو' جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے۔)

انسان اپنی ذات سے محبت کرتا ہے' اپنے لیے اچھائی پسند کرتا ہے' ذات سے محبت پر گفتگو کے ضمن میں اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے' اسے موت اور ہر ایذا و ضرر رساں چیز ناپسند ہے' اسی لیے جنگ و قتال کو وہ پسند نہیں کرتا ہے کہ اس میں موت اور ایذاء کا امکان ہے۔ موت سے انسان کی ناپسندیدگی کا ذکر قرآن کرتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ۔ (بقرہ۔ ۲۱۲)

(تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔)

عقیدہ کی راہ میں جان کی قربانی پیش کرنے کا حوصلہ انسان کے اندر اس وقت ہو گا جب اس کے اندر عقیدہ کی قوت اس درجہ بلند تر ہو کہ عقیدہ کی قیمت و محبت اپنی ذات کی قیمت و محبت سے فزوں تر ہو جائے' یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان بندے راہ خدا میں جام شہادت نوش کرنے کے لیے ایک دوسرے پر بازی لے جاتے تھے۔ جبکہ منافقین' جن کے دلوں میں ایمان نے گھر نہیں کیا تھا' اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور جانی قربانی پیش کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے کے بجائے غزوہ سے پہلو تہی کرتے تھے بلکہ دوسروں کی ہمت بھی توڑتے اور سخت گرمی میں جہاد پر نکلنے سے روکتے تھے:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا

Marfat.com

اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ۔
(توبہ۔۸۱)

(جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ "اس سخت گرمی میں نہ نکلو" ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے۔ کاش انہیں اس کا شعور ہوتا۔)

وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۔ (توبہ۔۵۴)

(اور راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بادل نخواستہ خرچ کرتے ہیں۔)

مومن کے دل میں ایمان کی اثرانگیزی یہاں تک ہوتی ہے کہ اپنے مومن بھائیوں سے نفرت ان کے اندر پیدا نہیں ہونے دیتی' قرآن کریم ان مومنوں کی قدر شناسی کرتا ہے جو انصار و مہاجرین کے بعد آئے اور اللہ سے دعائیں کیں کہ اگلے مومنوں کے گناہوں کو وہ معاف کر دے اور اہل ایمان کے لئے کسی قسم کا کینہ یا نفرت ان کے دل میں پیدا نہ ہو:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (حشر۔۱۰)

(اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب' ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ' اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔)

غیرت

غیرت ایک ناپسندیدہ اور انقباضی تاثر ہے' کسی شخص کے اندر غیرت اس وقت

Marfat.com

پیدا ہوتی ہے جب اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا محبوب اپنی توجہ یا محبت اس کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف پھیر رہا ہے' غیرت کی عام قسم وہ ہے جو بھائیوں کے اندر اس وقت ہوتی ہے جب کوئی بھائی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے کسی دوسرے بھائی سے خود اس کے مقابلہ میں زیادہ محبت کر رہے ہیں۔ بھائیوں کے اندر غیرت کا ذکر قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں کیا ہے جن کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے چھوٹے بھائی سے ان کے مقابلہ میں زیادہ محبت کی:

> اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۗ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ' اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ۔ (یوسف-۸'۹)
>
> (یہ قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ) اس کے بھائیوں نے آپس میں کہا "یہ یوسف اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کو زیادہ محبوب ہیں' حالانکہ ہم ایک پورا جتھا ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں' چلو یوسف کو قتل کر دو یا اسے کہیں پھینک دو تاکہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے۔ یہ کام کر لینے کے بعد پھر نیک بن رہنا۔)

غیرت ایک مرکب تاثر ہے جس میں کئی دوسرے تاثرات خصوصاً تاثر ناپسندیدگی کے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ اس لیے عام طور پر غیرت کے ساتھ ناپسندیدگی' کینہ اور غیرت پیدا کرنے والے شخص کو نقصان پہنچانے کی خواہش شامل ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے بھی بھائیوں کے اندر حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل اور ان سے گلو خلاصی حاصل کرنے کی خواہش نیز حضرت یوسف علیہ السلام کو گہرے کنویں میں ڈالنے کے فعل کا قصہ بتاتے ہوئے اس جانب اشارہ کیا ہے۔

حسد

حسد اس تاثر کا نام ہے جس میں انسان کسی دوسرے شخص کے پاس موجودہ شے

Marfat.com

کے بارے میں یہ تمنا کرتا ہے کہ بجائے اس شخص کے وہ چیز میرے پاس چلی آئے' کوئی شخص کسی بڑے سرمایہ کا مالک ہوتا ہے' انسان اس تمنا میں اس پر حسد کرتا ہے کہ وہ سرمایہ میرے پاس آجائے' قرآن کریم میں اس قسم کے حسد کا ذکر ملتا ہے کہ جب قارون اپنے ساز و سامان کے ساتھ قوم کے سامنے نکلا تو کچھ لوگ اس پر حسد کرتے ہوئے تمنا کرنے لگے کہ قارون جیسی دولت و سامان ان کے پاس بھی ہو:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔

(قصص۔۷۹)

(ایک روز وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا' جو لوگ حیات دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے "کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے' یہ تو بڑا نصیب والا ہے۔)

اس نوع کا حسد بہت سارے لوگوں میں پایا جاتا ہے' بہت سارے لوگ دوسروں پر اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں دولت' اولاد' صحت یا کامیابی سے نوازا ہوتا ہے' قرآن بتاتا ہے کہ یہود و مشرکین نے نبی کریم ﷺ پر حسد کیا کہ اللہ نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا تھا اور مومنوں پر انہوں نے حسد کیا' جنہیں اللہ نے ایمان و ہدایت سے آراستہ کیا تھا:

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (بقرہ۔۱۰۵)

(یہ لوگ جنہوں نے دعوت حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے' خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرک ہوں' ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو مگر اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔)

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا۔ (نساء۔۵۴)

Marfat.com

(پھر کیا یہ دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟ اگر یہ بات ہے تو انہیں معلوم ہو کہ ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخش دیا۔)

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (بقرہ-۱۰۹)

(اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹا لے جائیں' اگرچہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے مگر اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمہارے لیے ان کی یہ خواہش ہے' اس کے جواب میں تم عفو و درگزر سے کام لو۔ یہاں تک کہ اللہ خود ہی اپنا فیصلہ نافذ کر دے مطمئن رہو کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔)

حسد بسا اوقات بھائیوں کے اندر بھی ہوتا ہے' ایک بھائی دوسرے بھائی پر اس کی علاحدہ صلاحیتوں کی وجہ سے حسد کرنے لگتا ہے' اسی حسد کے خوف سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سامنے اپنا خواب بیان کرنے سے منع فرمایا تھا کہ حسد کی وجہ سے بھائیوں کی جانب سے ایذا کا اندیشہ تھا:

قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ (یوسف-۵)

(جواب میں اس کے باپ نے کہا۔ "بیٹا اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تیرے درپے آزار ہو جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔)

روئے زمین پر پہلا حسد قابیل نے اپنے بھائی ہابیل سے کیا تھا کہ اللہ نے ہابیل کی قربانی قبول کر لی تھی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں کی تھی۔ جس کی وجہ سے قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا

Marfat.com

فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (مائدہ۔۲۷)

(اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنا دو جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان مین سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی' اس نے کہا "میں تجھے مار ڈالوں گا" اس نے جواب دیا "اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔)

غیرت ہی کی مانند حسد بھی کینہ و ناپسندیدگی پیدا کرتا اور محسود کو ایذاء پہنچنے کی تمنا پر آمادہ کرتا ہے' بسا اوقات وہ محسود پر ظلم و زیادتی کر جانے پر بھی آمادہ کر دیتا ہے۔ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گہرے کنویں میں ڈال دیا' چونکہ حسد ناپسندیدگی' ظلم اور ایذا رسانی پر آمادہ کر دیتا ہے اس لیے اللہ تعالی نے حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ (فلق۔۵)

(اور حاسد کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جبکہ وہ حسد کرے۔)

غم

غم' خوشی اور مسرت کے برعکس تاثر ہے' یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کسی محبوب شخص یا قیمتی چیز کو کھو بیٹھتا ہے' یا اس پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے یا کسی اہم کام میں وہ ناکام ہو جاتا ہے' باپ اور ماں کو عام طور پر غم کا احساس جب ہوتا ہے کہ ان کے بچے غائب ہو جائیں' یا انہیں کوئی تکلیف پہنچے' یا کسی ناپسندیدہ شے کا سامنا ہو' قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے غم کا ذکر ہے' انہوں نے بچہ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا اور صندوق موجوں میں بہتا ہوا ان کی نگاہوں سے دور ہو گیا:

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ۔

(قصص۔۱۳)

(اس طرح ہم موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔)

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ۔

Marfat.com

(طٰہٰ-۴۰)

(اس طرح ہم نے بھی پھر تیری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہو۔)

حضرت یوسف علیہ السلام کے کھو جانے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم کا ذکر قرآن کرتا ہے:

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف-۸۶،۸۴)

(پھر وہ ان کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ "ہائے یوسف" وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹا جا رہا تھا اور اس کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔ بیٹوں نے کہا "خدارا! آپ تو بس یوسف ہی کو یاد کئے جاتے ہیں، نوبت یہ آگئی ہے کہ اس کے غم میں اپنے آپ کو گھلا دیں گے یا اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔ اس نے کہا "میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا، اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو۔)

قرآن کریم تنگ دست مومنین کے غم و رنج کی حالت بتاتا ہے جو رسول کریم ﷺ کے پاس آ کر آپ کے ساتھ شرکت جہاد کی خواہش ظاہر کر رہے تھے، خود رسول اللہ ﷺ کے پاس انہیں دینے کے لیے سامان جہاد نہ تھے، تو وہ رنج و غم میں اشک بار آنکھوں کے ساتھ واپس ہوئے:

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔ (توبہ-۹۲)

(اسی طرح ان لوگوں پر بھی کوئی اعتراض کا موقع نہیں ہے جنہوں نے خود آ کر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے سواریاں بہم

Marfat.com

پہنچائی جائیں' اور جب تم نے کہا کہ میں تمہارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا تو وہ مجبوراً واپس گئے اور حال یہ تھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے۔)

رسول کریم ﷺ کی رفاقت میں غار کے اندر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں پیدا ہونے والے رنج و غم کا ذکر قرآن کریم کرتا ہے:

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ (توبہ۔۴۰)

(جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے")

اللہ اور دعوت اسلامی سے گریز دیکھ کر کفار مکہ پر رسول اللہ ﷺ کو رنج و ملال ہوا کرتا تھا۔

وَلَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَ لَّا یَجْعَلَ لَھُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (آل عمران۔۱۷۶)

((اے پیغمبر) جو لوگ آج کفر کی راہ میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ان کی سرگرمیاں تمہیں آزردہ نہ کریں' یہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے' اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کے لیے آخرت سے کوئی حصہ نہ رکھے' اور بالآخر ان کو سخت سزا ملنے والی ہے۔)

وَمَنْ کَفَرَ فَلَا یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ اِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ فَنُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

(اب جو کفر کرتا ہے اس کا کفر تمہیں غم میں مبتلا نہ کرے' انہیں پلٹ کر آنا تو ہمارے ہی طرف ہے' پھر ہم انہیں بتا دیں گے کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں' یقیناً اللہ سینوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔)

اللہ کی شان میں کفار کی گستاخی اور تکذیب دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو رنج و ملال ہونے لگتا تھا:

فَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ۔

Marfat.com

(یس-۷۶)

(اچھا' جو باتیں یہ بنا رہے ہیں وہ تمہیں رنجیدہ نہ کریں۔ ان کی چھپی اور کھلی سب باتوں کو ہم جانتے ہیں۔)

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔

(انعام-۳۳)

(اے نبی' ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے' لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔)

بہت ساری آیات کے اندر قرآن کریم نے خوف کے ساتھ رنج کا تذکرہ کیا ہے' جو اس بات کا اشارہ ہے کہ دونوں چیزیں طبیعت انسانی کے لیے ناپسندیدہ ہیں' جب یہ تاثر انسان کو پیش آتے ہیں تو اس کی زندگی کی پرسکون فضا کو مکدر کر دیتے ہیں' یہ آیات یہ بھی بتا رہی ہیں کہ اللہ پر ایمان' تقویٰ اور عمل صالح خوف و رنج سے تحفظ اور علاج ہے' اس طرح کی چند آیات درج ذیل ہیں:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

(بقرہ-۳۸)

(ہم نے کہا کہ "تم سب یہاں سے اتر جاؤ' پھر میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہو گا۔)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (اعراف-۳۵)

(اے بنی آدم! یاد رکھو! اگر تمہارے پاس خود تم ہی مین سے ایسے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں تو جو کوئی نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویہ کی اصلاح کر لے گا اس کے لئے کسی خوف اور

Marfat.com

رنج کا موقع نہیں ہے۔)

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (انعام۔ ۴۸)

(ہم جو رسول بھیجتے ہیں اسی لئے تو بھیجتے ہیں کہ وہ نیک کردار لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والے اور بدکرداروں کے لیے ڈرانے والے ہوں' پھر جو لوگ ان کی بات مان لیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔)

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (بقرہ۔ ۱۱۲)

(دراصل نہ تمہاری کچھ خصوصیت ہے نہ کسی اور کی' حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے' اور ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔)

ندامت

ندامت ایک انفعالی کیفیت ہے جو گناہ کے احساس' کسی فعل کے ارتکاب پر افسوس' اپنے کئے پر ملامت اور نہ کئے ہونے کی تمنا سے پیدا ہوتی ہے۔

اپنی ملامت اور اپنے فعل پر ندامت انسانی شخصیت سازی کے اہم ترین عوامل میں سے ہے' جو برے افعال اور ملامت و ندامت کا سبب بننے والے معاصی سے بچنے پر انسان کو آمادہ کرتی ہے' انسانی کردار کی تشکیل اور ندامت و ملامت کا سبب بننے والے معاصی سے گریز کے اندر' ملامت کرنے والے نفس کی اسی اہمیت کے اظہار کے لیے اللہ تعالی نے درج ذیل آیت میں اس کی قسم کھائی ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔

(قیامۃ۔ ۱'۲)

(نہیں' میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور نہیں' میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔)

Marfat.com

اس ملامت کرنے والے نفس کے بالمقابل جو چیز ہوتی ہے اسے ہم ضمیر کہتے ہیں' اور اسے فرائڈ اور نفسیاتی محللین Super Ego یا Ideal Ego کا نام دیتے ہیں۔ وہ نفس کا ایک جز ہے جو انسان کے افعال و اعمال کا محاسبہ کرتا' غلطیوں پر اس کی تنبیہہ کرتا اور گناہوں کے ارتکاب پر ندامت کا احساس دلاتا ہے۔

انسان میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا احساس ندامت ہمارے ابا و اماں حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام میں زمین پر اتارے جانے سے پہلے جنت کے اندر ہوا تھا' انہوں نے غلطی کرتے ہوئے اس درخت سے کھالیا تھا جس کے قریب جانے سے بھی اللہ نے انہیں منع فرمایا تھا' اس وقت ان کے ستر کھل گئے' انہیں ندامت کا احساس ہوا' اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر توبہ و استغفار کرنے لگے:

وَيَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ' فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ' وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ' فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ' قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ (اعراف۔۱۹'۲۳)

(اور اے آدم' تو اور تیری بیوی' دونوں اس جنت میں رہو' جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے کھاؤ' مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے ان کو بہکایا تاکہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔ اس نے ان سے کہا "تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ

Marfat.com

بن جاؤ' یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔ اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اس طرح دھوکہ دے کر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب ان کے رب نے انہیں پکارا "کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا؟ اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟" دونوں بول اٹھے "اے رب' ہم نے اپنے اوپر ستم کیا' اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔)

اس کے بعد دوسرا احساس ندامت انسان کو اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا پھر اپنے قتل پر نادم ہوا:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ۔

(مائدہ۔ ۳۰'۳۱)

(آخر کار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لیے آسان کر دیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں' پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا "افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا' اس کے بعد وہ اپنے کیئے پر بہت پچھتایا۔)

قرآن بتاتا ہے کہ روز قیامت اللہ پر ایمان نہ لانے اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق نہ کرنے پر کفار کو احساس ندامت ہو گا:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا' يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا۔

Marfat.com

(فرقان - ۲۷، ۲۸)

(ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا "کاش میں نے رسول کا ساتھ دیا ہوتا۔ ہائے میری کم بختی' کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔)

دوسرے تاثرات

اوپر ذکر کردہ تاثرات کے علاوہ بعض دوسرے تاثرات کی جانب بھی قرآن نے اشارہ کیا ہے مثلاً حیا' رسوائی' عجب اور کبر وغیرہ۔

حیا ایک ایسا تاثر ہے جو خوف اور خجالت کے عناصر سے مرکب ہوتا ہے' حیاء انسان کو اس وقت ہوتی ہے جب یہ اندیشہ ہو کہ دوسرے لوگ اس کی ایسی چیز نہ دیکھ لیں جس کی وجہ سے اس کو معیوب سمجھے جانے یا اس کی مذمت کئے جانے کا امکان ہو۔ حیاء بہترین انسانی خصلت ہے' وہ قبیح اور معیوب افعال سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے' قرآن کریم نے حیاء کی جانب اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں کیا ہے جب انہوں نے فرعون کے دربار سے بھاگ کر سرزمین مدین میں پناہ لی' وہاں کنویں کے کنارے کھڑی دو لڑکیوں کے پانی بھر دیئے' پھر ان میں سے ایک لڑکی ان کے پاس شرماتی ہوئی چل کر آئی اور پانی بھر دینے کا بدلہ دینے کے لیے اپنے والد سے ملاقات کرانے لے گئی:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا۔ (قصص - ۲۵)

((کچھ دیر نہ گزری تھی کہ) ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم و حیاء کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی "میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جانوروں کو جو پانی پلایا اس کا اجر آپ کو دیں۔)

رسوائی اس خجالت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ذلت' فضیحت' عار اور پستی کا احساس شامل ہو۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں رسوائی کی حالت بتائی گئی ہے جو دنیا اور آخرت میں کفار اور مشرکین کو پیش آئے گی:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا

Marfat.com

اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (بقرہ۔ ۱۱۴)

(اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کے معبدوں میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان عبادت گاہوں میں قدم نہ رکھیں اور اگر وہاں جائیں بھی تو ڈرتے ہوئے جائیں' ان کے لیے تو دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔)

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (مائدہ۔ ۳۳)

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں' یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔)

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَهُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ (حم السجدۃ۔ ۱۶)

(آخرکار ہم نے چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی تاکہ انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے' وہاں کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔)

عجب ایک پیچیدہ انفعالی حالت ہے جو بعض لوگوں کے اندر دیکھی جاتی ہے۔ یہ

Marfat.com

خوش فہمی' غرور' احساس برتری اور گھمنڈ کا نام ہے۔ کچھ لوگوں کے اندر عجب ان کی پہچان بن جاتی ہے۔ قرآن کریم نے عجب' کبر اور احساس برتری کی مذمت کی ہے:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (بنی اسرائیل ۳۷)

(زمین میں اکڑ کر نہ چلو' تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔)

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (لقمان-۱۸)

(اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر' نہ زمین میں اکڑ کر چل' اللہ کسی خودپسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔)

خودپسندی انسان کے اندر احساس برتری' دوسروں پر فوقیت اور ان کے ساتھ حقارت کا معاملہ کرنے کی صفات پیدا کر دیتی ہے' بہت ساری آیات کے اندر قرآن نے مشرکین و منافقین کے غرور و کبر اور قبولیت حق سے تکبراً انکار کی مذمت کی ہے۔ چند آیات درج ذیل ہیں:

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ وَ رَاَیْتَھُمْ یَصُدُّوْنَ وَ ھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ۔ (منافقون-۵)

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے' تو سر جھٹکتے ہیں' اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رکتے ہیں۔)

وَیْلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُتْلٰی عَلَیْہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا فَبَشِّرْہُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (جاثیہ-۷'۸)

(تباہی ہے ہر اس جھوٹے بداعمال شخص کے لیے جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں' اور وہ ان کو سنتا ہے' پھر پورے غرور کے ساتھ اپنے کفر پر اس طرح اڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے ان کو سنا ہی

Marfat.com

نہیں۔ ایسے شخص کو دردناک عذاب کا مژدہ سنا دو۔)

قصہ فرعون کے اندر قرآن کریم نے کبر و گھمنڈ اور غرور پسند شخصیات کا نمونہ ہمیں دکھایا ہے:

فَحَشَرَ فَنَادٰی ۞ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔

(نازعات۔ ۲۳، ۲۴)

(اور لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکار کر کہا "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔")

وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ۔ (قصص۔ ۳۸)

(اور فرعون نے کہا "اے اہل دربار، میں تو اپنے سوا تمہارے کسی خدا کو نہیں جانتا۔")

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ، اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّ لَا یَکَادُ یُبِیْنُ۔

(زخرف۔ ۵۱، ۵۲)

(ایک روز فرعون نے اپنی قوم کے درمیان پکار کر کہا "لوگو، کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے، اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟ میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ذلیل و حقیر ہے اور اپنی بات بھی کھول کر بیان نہیں کر سکتا؟")

تاثرات کے ساتھ پیدا ہونے والی جسمانی تبدیلیاں

تاثر کے دوران جسم کے اندر بہت ساری عضویاتی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جسم کی خارجی ہیئت اور چہرہ کے خدوخال میں بھی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، تاثرات کے دوران دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، آنتوں کے اندر خون کی رگیں سکڑ جاتی ہیں، بدن اور اعضاء کی سطح پر خون کی رگیں پھیل جاتی ہیں، جس کی وجہ سے دل کی جانب خون کا دوران بہت تیز ہو جاتا ہے اور خون سے بھر جانے کی وجہ سے دل کا حجم بڑا ہو جاتا ہے اور

Marfat.com

ہوا کی نالی سے وہ قریب ہو جاتا ہے' جبکہ قلب ہوا کی نالی سے تقریباً ڈیڑھ سنٹی میٹر کے فاصلہ پر ہوتا ہے [۱] خوف کے دوران دل میں پیدا ہونے والی تبدیلی کی حالت کا قرآن نے ذکر کیا ہے کہ شدید اضطراب کی وجہ سے دھڑکن تیز ہو جاتی ہے' دل کی جانب خون کا دوران بڑھ جاتا ہے' جس کے نتیجے میں دل کا حجم بڑھ جاتا ہے اور وہ ہوا کی نالی سے قریب ہو جاتا ہے:

> اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔
>
> (احزاب۔۱۰'۱۱)
>
> (جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے' جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں' کلیجے منہ کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور بری طرح ہلا مارے گئے۔)

قیامت کے دن لوگوں کے اندر پیدا ہونے والی گھبراہٹ و فزع کی تصویر کشی قرآن کرتا ہے:

> وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ۔
>
> (المومن۔۱۸)
>
> (اے نبی' ڈرا دو ان لوگوں کو اس دن سے جو قریب آ لگا ہے۔ جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے' اور لوگ چپ چاپ غم کے گھونٹ پئے کھڑے ہوں گے۔ ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے۔)

تاثر کے ساتھ پیدا ہونے والی جسمانی تبدیلیوں میں چہرہ کے خدو خال کی تبدیلی بھی

---

[۱] جمال ماضی ابوالعزائم' القرآن و علم النفس' نفسیات اور اسلام سیمنار' جلد اول: مطبوعہ کلیتہ التربیتہ جامعتہ الریاض 1978ء صفحہ 21

Marfat.com

ہے' جسے دیکھ کر دوسرا شخص اس کی انفعالی حالت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ متعدد آیات میں قرآن کریم نے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے' اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا۔ (حج-۷۲)

(اور جب ان کو ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ منکرین حق کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انہیں ہماری آیات سناتے ہیں۔)

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ کَظِیْمٌ۔ (زخرف-۱۷)

(اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ اس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں' اس کی ولادت کا مژدہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔)

قرآن میں بہت ساری آیات کے اندر غم' اداسی' سرور اور سعادت کی کیفیات کا ذکر ہے جنہیں قیامت کے دن لوگ محسوس کریں گے' اور انفعالی کیفیات کا عکس ان کے چہروں کے خد و خال پر ظاہر ہو رہا ہوگا' قرآن بتاتا ہے کہ قیامت کے دن کفار کے اوپر غم اور اداسی چھائی ہوگی' وہ عذاب کے انتظار میں ہوں گے' اور رنج و اداسی کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہ اور بسورے ہوئے ہوں گے:

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ۔ (زمر-۶۰)

(آج جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہیں قیامت کے روز تم دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔)

وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ۔

(قیامہ-۲۴'۲۵)

(اور کچھ چہرے اداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے

Marfat.com

ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے۔)

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔ (عبس۔ ۴۰'۴۲)

(اور کچھ چہروں پر اس روز خاک اڑ رہی ہو گی اور کلونس چھائی ہوئی ہو گی' یہی کافر و فاجر لوگ ہوں گے۔)

دوسری جانب اللہ کی نعمتوں کے انتظار میں مومنوں کے چہروں پر خوشی و سعادت کے آثار ظاہر ہوں گے' اور وہ مسرور و شاداں نظر آ رہے ہوں گے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ۔ (عبس۔ ۳۸'۳۹)

(کچھ چہرے اس روز دمک رہے ہوں گے' ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے۔)

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ' عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ۔ (مطففین۔ ۲۲'۲۴)

(بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے' اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے' ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے۔)

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ۔ (غاشیۃ۔ ۸'۱۰)

(کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے' اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے' عالی مقام جنت میں ہوں گے۔)

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ (قیامہ۔ ۲۲'۲۳)

(اس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے' اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔)

ایسی ہی ایک عضویاتی تبدیلی' جو خصوصاً خوف کی حالت میں پیدا ہوتی ہے' گوشہ چشم کا پھیلاؤ ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ' اِنَّمَا

Marfat.com

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ، مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَ أَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ

(ابراهیم۔ ۴۲، ۴۳)

(اب یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ کو تم اس سے غافل نہ سمجھو، اللہ تو انہیں ٹال رہا ہے اس دن کے لیے جب یہ حال ہو گا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، سر اٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ نظریں اوپر جمی ہیں اور دل اڑے جاتے ہیں۔)

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَاوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ۔

(انبیاء۔ ۹۷)

(اور وعدہ برحق کے پورا ہونے کا وقت قریب آ لگے گا تو یکایک ان لوگوں کے دیدے پھٹے کے پھٹے رہ جائیں گے جنھوں نے کفر کیا تھا، کہیں گے "ہائے ہماری کم بختی، ہم اس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم خطاکار تھے۔)

تاثر کے دوران عام طور پر پورے بدن کی ہیئت میں تبدیلی آ جاتی ہے، مثلاً خوشی اور مسرت کی حالت میں انسان چست و نشیط، دراز قامت، بلند سر اور کشادہ سینہ نظر آتا ہے، رسوائی اور گناہ و ندامت کے احساس کی حالت میں انسان ذلیل، سر خم، سکڑا جسم، ایسا نظر آتا ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا چاہ رہا ہے، جسم کی ان تبدیلیوں کی بھی قرآن نے تصویر کشی کی ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ۔ (سجدہ۔ ۱۲)

(کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے "اس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) "اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ہمیں اب یقین آ گیا ہے۔" اور تم دیکھو گے کہ یہ

Marfat.com

جہنم کے سامنے جب لائے جائیں گے تو ذلت کے مارے جھکے جا رہے ہوں گے اور اس کو نظر بچا بچا کر کن انکھیوں سے دیکھیں گے۔)

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ (قلم۔۴۳)

(ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی' ذلت ان پر چھا رہی ہو گی۔)

خوف کی حالت میں ایک جسمانی تبدیلی یہ ہوتی ہے کہ سر کے بال اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' بعض جانوروں مثلاً بلی کے اندر واضح طور پر نظر آتا ہے کہ خوف کے وقت جسم کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسا انسان کے اندر بھی ہوتا ہے' لیکن حیوانات کے مقابلہ انسان کے اندر کم واضح ہوتا ہے' جسم کے رونگٹے کھڑے ہونے کی حالت میں ایک قسم کی لرزاہٹ سی محسوس ہونے لگتی ہے' خوف کے دوران کی اس کیفیت کا تذکرہ قرآن کی درج ذیل آیت میں ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۔ (زمر۔۲۳)

(اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے' ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں' اسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں' یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے' اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لیے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔)

قول خداوندی "پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں" اس اطمینان و راحت کی حالت کی جانب اشارہ ہے جو اللہ کے ذکر' اس کی عبادت اور تسبیح خوانی کے نتیجہ میں نفس کے اندر پیدا ہوتی ہے' انسان اپنے تاثرات کا اظہار اپنے ہاتھوں کی حرکت سے بھی کرتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ ندامت کے وقت کس طرح انسان اپنے ہاتھ ملتا ہے:

Marfat.com

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَا اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا۔ (کہف۔۴۲)

(آخرکار ہُوا یہ کہ اس کا سارا ثمرہ مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹیٹوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا کہ "کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا")

حیرت و تعجب کا اظہار کرنے کے لیے انسان اپنا ہاتھ منہ میں ڈال لیتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ۔ (ابراهيم۔۹)

(کیا تمہیں ان قوموں کے حالات نہیں پہنچے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں قوم نوح' عاد' ثمود اور ان کے بعد آنے والی بہت سی قومیں جن کا شمار اللہ ہی کو معلوم ہے؟ ان کے رسول جب ان کے پاس صاف صاف باتیں اور کھلی کھلی نشانیاں لئے ہوئے آئے تو انہوں نے اپنے منہ میں ہاتھ دبا لئے اور کہا کہ "جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے اور جس چیز کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کی طرف سے ہم سخت خلجان آمیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔)

تاثراتی حالت کے وقت سوچ و فکر کی قوت جواب دے جاتی ہے اور درپیش مشکلات کے مقابلہ کے لیے انسان اس طرح نہیں سوچ پاتا ہے جیسا عام حالات میں وہ سوچ لیتا ہے پیچھے ذکر کردہ سورہ ابراہیم کی آیت ۴۳ میں ایسی حالت کے وقت غور و فکر کی قوت کے جواب دے جانے کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے' جس میں آیت میں کہا گیا ہے کہ:

Marfat.com

لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَ اَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ

(ابراھیم۔۴۳)

(ان کی نظریں اوپر جمی ہوئی ہوں گی اور دل اڑے جاتے ہوں گے۔)

"دل اڑے جاتے ہوں گے" کا جملہ بتا رہا ہے کہ خوف کے وقت سوچنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے' کیونکہ ظالموں کی عقل سوچ و فکر سے خالی ہوتی ہے۔ [1]

تاثرات پر کنٹرول

انسانی زندگی کے اندر تاثرات کا رول اگرچہ بہت اہم ہے کہ وہ ذات کے تحفظ اور بقاء میں معاون بنتے ہیں' لیکن ان میں اسراف انسان کی جسمانی و نفسیاتی صحت کے لیے ضرر رساں ہے' مثال کے طور پر خوف انسان کے لیے مفید ہے کہ زندگی کو درپیش خطرہ سے بچاؤ پر وہ آمادہ کرتا ہے۔ لیکن جب کسی انسان کے اندر خوف کی زیادتی ہو جاتی ہے' اور بہت سی ان چیزوں سے بھی وہ خوف کھانے لگتا ہے جن میں اس کے لیے حقیقی خطرات نہیں ہوتے تو ایسی صورت میں خوف اس کے لیے مضر ہو جاتا ہے' اسی طرح بے شمار خوف عموماً شخصیت کے اضطراب کی دلیل ہوتے ہیں' جسمانی نفسیاتی طب کی جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ انسان کی انفعالی کیفیت میں اضطراب بہت سے جسمانی امراض پیدا ہونے کا اہم سبب ہوتے ہیں۔

بعض سروے سے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹروں کے کلینک میں آنے والے عام مریضوں کی اکثریت بنیادی طور پر اپنی نفسیاتی مشکلات سے پیدا ہونے والی انفعالی پیچیدگی کے شکار ہوتے ہیں' اور ان مریضوں کو کسی طبی علاج کی نہیں بلکہ درحقیقت نفسیاتی علاج کی ضرورت ہوتی ہے' اب ڈاکٹروں کے درمیان یہ بات معروف ہو گئی ہے کہ ان مریضوں کے لیے سب سے بہترین نسخہ قلق و بے چینی سے گلو خلاصی ہے' جدید طبی اور نفسیاتی علوم سے کافی پہلے قرآن کریم نے لوگوں کو یہ ہدایت دے دی تھی کہ اپنے تاثرات پر کنٹرول رکھیں' اس میں صحت کے بہت سے فوائد ہیں' جن سے تفصیلی اور

---

[1] تفسیر قرطبی 2/377' 378 تفسیر جلالین صفحہ 215

Marfat.com

دقیق واقفیت موجودہ دور میں حاصل ہو رہی ہے۔

موت کے خوف پر کنٹرول

قرآن نے لوگوں کو ان امور سے بے خوف رہنے کی تعلیم دی ہے جو عام طور پر لوگوں کے اندر خوف پیدا کرتے ہیں، جیسے موت، فقر و تنگی وغیرہ۔ موت کے خوف سے متعلق قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا کی زندگی فانی ہے، اس کی نعمتیں زوال پذیر ہیں، آخرت کی زندگی ہی باقی رہنے والی ہے، اور وہاں کی نعمتوں کو زوال و فنا نہیں ہے، موت صرف ایک مرحلہ ہے جو انسان کو حیات فانی سے حیات جاودانی کی طرف منتقل کر دیتی ہے، اسی لیے سچا مومن موت سے خوف نہیں کھاتا کہ اسے یقین ہوتا ہے کہ موت اسے ایسی پائیدار اور دائمی زندگی کی نعمتوں تک پہنچا دے گی جس کا اللہ نے اپنے تقوی شعار بندوں سے وعدہ فرمایا ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (عنکبوت۔۶۴)

(اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوا، اصل زندگی کا گھر تو دار آخرت ہے، کاش یہ لوگ جانتے۔)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (انعام۔۳۲)

(دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور ایک تماشہ ہے۔ حقیقت میں آخرت ہی کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو زیاں کاری سے بچنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا تم لوگ عقل سے کام نہ لوگے۔)

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ۔ (المومن۔۳۹)

(اے قوم، یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے، ہمیشہ کے قیام کی جگہ تو آخرت ہی ہے۔)

آخرت کی دائمی زندگی اور اس کی لازوال نعمتوں پر ایمان نے اولین مسلمانوں کو موت سے نڈر بنا دیا تھا، اور وہ بے خوف و خطر راہ خدا میں گھس جاتے اور تمنائے

Marfat.com

شہادت و شوق جنت میں آگے قدم بڑھاتے جاتے تھے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (آل عمران۔ ۱۶۹، ۱۷۰)

(جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لئے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔)

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ، وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (آل عمران۔ ۱۵۷، ۱۵۸)

(اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بہرحال تم سب کو سمٹ کر جانا اللہ ہی کی طرف ہے۔)

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ، وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (نساء۔ ۷۴)

((ایسے لوگوں کو معلوم ہو کہ) اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے ان لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو فروخت کر دیں پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اسے ضرور ہم اجر عظیم عطا کریں گے۔)

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ

Marfat.com

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ (توبہ۔۱۱۱)

(حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں' وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمہ ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکالیا ہے' یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔)

سچے مومن کو موت کی حقانیت پر کامل یقین ہوتا ہے' ایک حتمی حقیقت کے طور پر بغیر خوف و گھبراہٹ کے وہ موت کا استقبال کرتا ہے' اسے علم ہوتا ہے کہ اس دنیائے ارضی پر اس کی عمر کتنی ہی طویل ہو جائے' زوال اس کی منزل ہے' اور موت ہی اسے خلود و بقاء کی زندگی تک پہنچادے گی:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ (آل عمران۔۱۸۵)

(آخرکار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ۔ (انبیاء۔۳۵)

(ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں' آخرکار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ۔

Marfat.com

(عنکبوت۔۵۷)

(ہر متنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے' پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔)

قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (احزاب۔۱۶)

(اے نبی' ان سے کہو' اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہارے لیے کچھ بھی نفع بخش نہ ہوگا۔ اس کے بعد زندگی کے مزے لوٹنے کا تھوڑا ہی موقع تمہیں مل سکے گا۔)

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ۔ (نساء۔۷۸)

(رہی موت تو جہاں بھی تم ہو وہ بہرحال تمہیں آ کر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔)

موت سے بے خوفی اور راہ خدا میں جہاد و سرفروشی کی تمنائے فزوں کی وجہ سے مسلمانوں کو مسلسل فتح و نصرت حاصل ہوتی گئی اور بڑی سرعت کے ساتھ اسلام کا ڈنکا پورے عالم میں بجنے لگا۔

فقر کے خوف پر کنٹرول

قرآن کریم ہمیں فقر کے خوف سے بھی روکتا ہے' وہ بتاتا ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے' وہ زبردست قوت والا رازق ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ۔ (ذاریات۔۵۸)

(اللہ تو خود ہی رزاق ہے بڑی قوت والا اور زبردست۔)

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ (ذاریات۔۲۲)

(آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ یَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِیْ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ (هود۔۶)

Marfat.com

(زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے۔ سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔)

وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (عنکبوت۔۶۰)

(کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے' وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔)

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (عنکبوت۔۶۲)'

(اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے' یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔)

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ' يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ۔ (فاطر۔۲'۳)

(اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں' وہ زبردست اور حکیم ہے۔ لوگو' تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو' کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبود اس کے سوا نہیں آخر تم کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہو۔)

Marfat.com

غصہ پر کنٹرول

غصہ پر کنٹرول رکھنے کا بھی قرآن ہمیں حکم دیتا ہے' انسان جب غصہ میں ہوتا ہے تو سوچنے کی قوت بے کار ہو جاتی ہے' اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی ہے۔ غصہ کے دوران اسی طرح خوف اور دیگر تاثرات کے دوران عموماً دونوں نوکلوی غدود (Adernal Gland) ایڈرنالین ہارمون کا اخراج کرتے ہیں' جو جگر پر اثر انداز ہوتا ہے اور جگر سے شوگر کے اخراج کی مقدار بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجہ میں جسم کے اندر طاقت بڑھ جاتی ہے' اور اپنے دفاع کے لیے درکار عضلاتی جدوجہد کی قدرت میں اضافہ ہو جاتا ہے' غصہ کے دوران بڑھ جانے والی جسمانی قوت انسان کو غصہ برانگیختہ کرنے والے کے خلاف جسمانی قوت آزمائی کے لیے زیادہ تیار و آمادہ کر دیتی ہے' اس لئے غصہ پر کنٹرول کئی پہلو سے مفید ہے' اول تو ضبط غضب کی وجہ سے درست سوچنے اور صحیح فیصلہ لینے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ ایسے اقوال یا افعال سرزد نہیں ہوتے جن پر بعد میں ندامت ہو۔ دوم' جسمانی اعتدال و توازن باقی رہتا ہے' جسمانی تناؤ نہیں پیدا ہوتا جو جگر سے زیادہ اخراج کی وجہ سے بڑھ جانے والی قوت کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے' اور اس طرح وہ بے اختیار سختی پر اتر آنے سے محفوظ رہتا ہے' فریق مقابل کے خلاف جسمانی طاقت و زیادتی کا استعمال نہیں کرتا' جیسا عام طور پر غصہ کے دوران لوگوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔ سوم' غصہ پر کنٹرول اور دوسرے پر زبانی یا جسمانی زیادتی سے گریز' نیز سکون آمیز حسن سلوک کی برقراری فریق مقابل کے اندر بھی سکون و ٹھہراؤ پیدا کر دیتی ہے' وہ اپنا محاسبہ کرتا اور جائزہ لیتا ہے اور اس طرح لوگوں کی محبت و دوستی حاصل کر لی جاتی ہے' اور تعلقات کے اندر خوشگواری و بہتری آجاتی ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ (حم السجدة۔ ۳۴)

(تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو' تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔)

چہارم' غصہ پر کنٹرول حفظان صحت کی رو سے بھی مفید ہے۔ وہ انسان کو بہت

Marfat.com

سارے ایسے جسمانی امراض سے بھی محفوظ رکھتا ہے جو شدید تاثرات کے نتیجہ میں عموماً پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ان تمام تفصیلات کے بعد اس حکم الٰہی کی حکمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جس میں غصہ پر کنٹرول اور لوگوں سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ضبط و غضب پر بہترین اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے:

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ' اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (آل عمران۔ ۱۳۳'۱۳۴)

(دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوشحال' جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔)

فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ۔ (شوریٰ۔ ۳۶'۳۷)

(جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سرو سامان ہے' اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں' جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آ جائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔)

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

(شوریٰ۔ ۴۳)

Marfat.com

(البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے، تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔)

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ (شوریٰ۔۴۰)

(برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔)

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ۔ (حجر۔۸۵)

(پس اے نبی، تم (ان لوگوں کی بیہودگیوں پر) شریفانہ درگزر سے کام لو۔)

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (نور۔۲۲)

(انہیں معاف کر دینا چاہئے اور درگزر کرنا چاہئے، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے۔ اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔)

فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔
(مائدہ۔۱۳)

(لہٰذا انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں۔)

ضبط و غضب اور لوگوں سے درگزر کی اسی قرآنی تعلیم نے مسلمانوں کے اندر بڑے اچھے اثرات پیدا کئے تھے اور باہمی عفو و درگزر ان میں عام ہو گئی تھی۔ اس کی ایک مثال حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی روایت میں ملتی ہے، ایک شخص نے ان سے کہا: آپ عدل نہیں کرتے اور برابر بدلہ نہیں دیتے، یہ سن کر حضرت عمرؓ کا رنگ بدل گیا اور غصہ کے اثرات چہرہ پر ظاہر ہو گئے، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: یا امیر المومنین! اللہ کا قول آپ نے سنا نہیں ہے؟ (نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کر، معروف کی تلقین کئے جاؤ، اور جاہلوں سے نہ الجھو) حضرت عمرؓ نے کہا۔ "تم نے سچ کہا۔" پھر گویا

Marfat.com

کوئی آگ تھی جو بجھائی جا چکی تھی۔(۱)

محبت پر کنٹرول

اہل و عیال' آل اولاد اور آباء و اجداد' دوست احباب' دولت و جائیداد اور وطن کی محبت میں اعتدال رکھنے کا قرآن نے حکم دیا ہے' تاکہ یہ ساری محبتیں ہمیں اللہ کی محبت کو فراموش نہ کرا دیں اور اللہ کی اطاعت اور اس کی رہ میں جہاد سے غافل نہ بنا دیں:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ' اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (تغابن۔ ۱۴' ۱۵)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ غفور و رحیم ہے' تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔)

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (توبہ۔ ۲۴)

(اے نبی' کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ' اور تمہارے بیٹے' اور تمہارے بھائی' اور تمہاری بیویاں' اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں' اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند

۱؎ محمد صادق عنیفی' الفکر الاسلامی' مبادۂ' مناہجہ' قیمہ' اخلاقیاتہ' مکتبہ خانجی قاہرہ۔ صفحہ 256

Marfat.com

پڑ جانے کا تم کو خوف ہے' اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں' تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔)

قرآن تاکید کرتا ہے کہ مومن کے دل میں اللہ کی محبت دوسرے تمام لوگوں حتی کہ آباء و اجداد' بال بچوں' اعزہ و اقارب اور دوست احباب' جیسے قریب ترین لوگوں کی محبت سے بھی زیادہ ہونی چاہئے' اگر اللہ کی محبت ان میں سے کسی کی محبت سے ٹکرانے لگے تو اللہ کی محبت کو ترجیح دی جائے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (مجادلہ۔ ۲۲)

(تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں' یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں خبردار رہو' اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔)

آل اولاد کی محبت پر کنٹرول اور ان کی محبت پر اللہ کی محبت کو ترجیح دینے میں اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مومن رفقاء کی مثال بیان کی ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ

Marfat.com

إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔ (ممتحنہ۔۴)

(تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔")

دیگر تاثرات پر کنٹرول

گھمنڈ اور غرور سے قرآن نے منع کیا ہے، گزشتہ صفحات میں وہ آیات ہم نے ذکر کی ہیں جن میں کبر و عجب اور احساس برتری کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

خوشی اور غم پر بھی کنٹرول کا قرآن نے حکم دیا ہے۔ جان، مال و جائیداد اور بال بچوں پر آنے والے مصائب و آفات پر رنج و غم میں زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ خیر و خوبی، کامیابی، برتری اور شہرت و جاہ کے حصول پر خوشی میں بھی اسراف نہیں ہونا چاہئے، اور نہ خوش ہو کر کبر و غرور، فخر اور گھمنڈ میں آ جانا چاہئے۔ ہمیں پہنچنے والی کسی بھی مصیبت و تکلیف، یا آرام و خیر کا فیصلہ لوح محفوظ کے اندر پہلے ہی سے تحریر ہے، اور اللہ کے علم میں موجود ہے، ہمارا رنج و غم واقعہ اور اس کے نتائج کو بدل نہیں سکتے۔ اسی طرح ہماری خوشی اور گھمنڈ خیر کے اندر اضافہ نہیں کر سکتا، اور نہ اسے زوال سے بچا سکتا ہے، ہر چیز اللہ کے علم میں موجود اور اس کی مشیت کی رہین ہے:

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ آتَاكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (حدید۔ ۲۲، ۲۳)

(کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ

Marfat.com

نہ رکھا ہو' ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے تاثرات پر کنٹرول کرنے اور انہیں قابو میں رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اللہ پر سچا ایمان' اس کے قرآنی منہج کی اتباع اور رسول کریم علیہ السلام کے طریقہ کی پیروی انسان کے اندر پختہ عزم اور قوت ارادی پیدا کرتی ہے' جو تاثرات پر ضبط و کنٹرول میں معاون بنتی ہے۔ سچا مومن صرف اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے۔ وہ نہ موت سے ڈرتا ہے' نہ فقر سے خوف کھاتا ہے' نہ لوگوں کا اندیشہ کرتا ہے اور نہ کائنات کی کسی اور شے کا خدشہ اس کے اندر پیدا ہوتا ہے' وہ اپنے غصہ کو دباتا ہے' معمولی باتوں پر برانگیختہ نہیں ہوتا ہے' صرف اس چیز پر ناراض ہوتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہو' غم پر ضبط کرتا ہے کہ جو کچھ مصیبت بھی اسے پہنچ رہی ہے' اللہ کے یہاں وہ پہلے سے مقرر ہے' تواضع پسند ہوتا ہے' کیونکہ اپنی حیثیت سے وہ پوری طرح آشنا ہوتا ہے' نہ غرور و گھمنڈ کرتا ہے' نہ فخر و بڑائی کا اظہار' نہ کبر و استکبار۔

قرآن کی متعدد آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایمان خوف سے تحفظ اور علاج ہے' اس موضوع پر مزید گفتگو آئندہ دسویں فصل "قرآن میں نفسیاتی علاج" کے عنوان سے آرہی ہے۔

Marfat.com

تیسری فصل

قرآن اور ادراکِ حسی

(Sensory Perception)

مشیت خداوندی نے انسان اور حیوان دونوں کو زندگی اور بقاء کے لیے ضروری تمام امکانات و امور سے آراستہ کیا ہے' چنانچہ محرکات اور تاثرات کے علاوہ ایسے آلات و ذرائع سے بھی مزین کیا ہے جن کے ذریعہ خارجی دنیا اور گرد و پیش کے واقعات' اسی طرح اپنے اندرون کی دنیا اور اس میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا ادراک ہوتا ہے' حسی ادراک انسانی زندگی کا اہم ترین وظیفہ ہے' اس کے ذریعہ ہر زندہ وجود تکلیف دہ چیزوں کا ادراک کر کے ان سے گریز اور مفید چیزوں کا ادراک کر کے ان کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔

خارجی دنیا کا ادراک ہم اپنے ظاہری حواس سماعت' بصارت' شامہ' ذائقہ اور جلدی حواس سے کرتے ہیں۔ داخلی احساس کی راہ سے ہم اپنے جسم کے اندر پیدا ہونے والی عضویاتی اور کیمیائی توازن کی بے اعتدالی جیسے بھوک' پیاس کا ادراک کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے خارجی دنیا کے تقاضوں کے مطابق اپنے اعمال یا جسم کے خلیوں میں پیدا ہونے والی کمی کی تلافی اور سابقہ عضویاتی و کیمیائی توازن کی حالت پر دوبارہ اسے لانے کا عمل انجام دیا جاتا ہے۔

ادراک حسی انسان اور حیوان دونوں کی مشترکہ صفت ہے' لیکن اللہ تعالی نے انسان کو عقل کی ایک اہم ادراکی خصوصیت سے نوازا ہے' جو حیوان کے اندر نہیں پائی جاتی' اسی کے ذریعہ انسان محسوس اشیاء کے ادراک سے بالاتر ہو کر خیر و شر' اچھائی و برائی اور حق و باطل جیسے خالص معانی کے اندر غور و فکر کرتا ہے' اس کے ذِریعہ تجربات و خیالات کے عمومی مبادی پر استدلال کرتا ہے' مثال کے طور پر عقل ہی کے ذریعہ کائنات

Marfat.com

اور انسان کی تخلیق میں اللہ کی حیرت انگیز کرشمہ سازیوں پر غور کر کے خالق تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر استدلال کرتا ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (حم السجدة۔ ۵۳)

(عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔)

لیکن عقل انسانی کے اندر ادراک اور فہم کی قوت بھی محدود ہوتی ہے پھر انسان کی فکر خطا کا شکار ہوتی رہتی ہے، کچھ ایسے حالات پیش آ جاتے ہیں جو صحیح غور و فکر سے انسان کو روک دیتے ہیں، اور اس وقت انسان کو کسی دوسرے ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی درست رہنمائی کرے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں کو لوگوں کے پاس بھیجا اور مقدس کتابیں اتاریں تاکہ خیر اور رشد و ہدایت کی جانب لوگوں کی رہنمائی کی جائے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ۔ (نحل۔ ۳۶)

(ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اس کے ذریعے سے خبردار کر دیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔")

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ (فاطر۔ ۲۴)

(ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔)

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔ (بقرة۔ ۱۵۱)

(جس طرح (تمہیں اس چیز سے فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے

Marfat.com

تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا' جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے' تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے' تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔)

حواس اور عقل دو وسائل ہیں جن سے ادراک اور معرفت میں انسان مدد لیتا ہے۔ لیکن بہت سارے امور کے اندر یقینی معرفت تک رسائی میں تنہا یہ دونوں ناکافی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر عقل اور حواس کے ذریعہ انسان غیبی امور کا ادراک نہیں کر سکتا ہے' اس لئے ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے معرفت حاصل کی جائے' تاکہ دنیا و آخرت کی سعادت کے لیے زمین پر زندگی کو منظم کیا جا سکے' اللہ تعالیٰ سے معرفت کا حصول انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے یا الہام اور فیض الٰہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کو نوازتا ہے۔

وحی اور الہام کے ذریعے حاصل ہونے والی معرفت خداوندی اور غور و فکر پر گفتگو کو آئندہ فصل کے لیے موخر کرتے ہوئے اس فصل میں ہم قرآن میں ادراک حسی کے موضوع پر کچھ تفصیل پیش کرتے ہیں۔

قرآن اور حواس

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ہر چیز سے ناآشنا ہوتا ہے' لیکن فوراً ہی اس کے حواس اپنے وظائف شروع کر دیتے ہیں' اور وہ نئی خارجی چیزوں سے متاثر ہونے لگتا ہے جن کے احساسات مختلف ہوتے ہیں' یہی بنیاد ہوتی ہے جس پر آئندہ خارجی دنیا کی معرفت اور ادراک کی صلاحیت تشکیل پاتی ہے۔ اس حقیقت کی جانب متعدد آیات میں قرآن نے اشارہ کیا ہے' بطور مثال چند آیات ذیل میں ملاحظہ کیجیے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

(نحل-۷۸)

(اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اس نے تمہیں کان دیئے' آنکھیں دیں اور سوچنے

Marfat.com

والے دل دیئے، اس لیے کہ تم شکرگزار بنو۔)

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (ملک-۲۳)

(ان سے کہو، اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تم کو سننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیئے مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔)

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (سجدہ-۹)

(پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی اور تم کو کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیئے۔ تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔)

ذرائع حواس میں سے صرف سماعت اور بصارت کے ذکر پر قرآن نے اکتفا کیا ہے۔ وہ اولاً اس لیے کہ ادراک حسی کے عمل میں ان دونوں ذرائع کی اہمیت کچھ زیادہ ہی ہے، دوم یہ کہ ادراک حسی کے عمل میں تمام حواس کی اہمیت کے اظہار کے لیے صرف ان دونوں کا تذکرہ کافی ہے، یہ قرآن کریم کا مخصوص اسلوب ہے جس میں بلیغ ایجاز ہے، اور عمومی بنیادی حقائق کی جانب اشارہ و تلمیح پر اکتفاء کرتے ہوئے تفصیلات سے چشم پوشی ہے، چونکہ قرآن کریم کوئی سائنس کی کتاب نہیں، بلکہ لوگوں کے لیے کتاب ہدایت ہے، اس لیے ادراک حسی کے ذرائع سے نواز کر انسان پر نعمت خداوندی کے اظہار کے ضمن میں صرف دو ذرائع سماعت و بصارت کی جانب قرآن کا اشارہ کافی تھا۔

بیشتر آیات کے اندر بصارت سے پہلے سماعت کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، اس کی بظاہر متعدد وجوہات ہیں، اول تو ادراک حسی، تعلیم اور تحصیل علوم کے عمل میں سماعت کی اہمیت بصارت سے زیادہ ہے۔ بصارت کھونے کے بعد بھی انسان کے لیے زبان سیکھنا اور علوم حاصل کرنا ممکن ہے، لیکن سماعت سے محرومی کے بعد زبان کی تعلیم اور علوم کا حصول دشوار ہو جاتا ہے۔ ادراک تعلیم اور زبان کے اندر سماعت، جو غور و فکر اور تحصیل علم کے اہم ذرائع میں سے ہے، کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم نے تنہا اس حاسہ کا ذکر عقل کے ساتھ کر کے دونوں کے باہمی گہرے ربط کو

Marfat.com

واضح کیا ہے:

وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ (ملک۔۱۰)

(اور وہ کہیں گے "کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو آج اس بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاواروں میں شامل نہ ہوتے۔)

سماعت اور عقل کے باہمی مضبوط تعلق ہی کی وجہ سے قرآن کریم نے بیشتر آیات کے اندر سماعت کو فہم، تدبر اور تعقل کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا۔ (ال عمران۔۱۹۳)

(مالک، ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی۔)

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (نور۔۵۱)

(ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمہ کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔)

وَاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ۔ (جن۔۱۳)

(اور یہ کہ "ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔")

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (مائدہ۔۸۳)

(جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول اللہ پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں، وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار! ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے

Marfat.com

والوں میں لکھ لے۔)

وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ (اعراف۔۱۰۰)

(اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں' پھر وہ کچھ نہیں سنتے۔)

دوم یہ کہ سمعی حاسہ ولادت کے فوری بعد اپنا کام شروع کر دیتا ہے' بچہ پیدائش کے فورا بعد آوازوں کو سن سکتا ہے' لیکن چیزوں کو صاف صاف دیکھنے کی صلاحیت کچھ وقت بعد پیدا ہوتی ہے۔ [۱]

سوم یہ کہ سمعی حاسہ بغیر کسی توقف کے مسلسل اپنا کام کرتا رہتا ہے' جبکہ بصری حاسہ اپنا کام اس وقت موقوف کر دیتا ہے جب انسان اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے' یا سو جاتا ہے' تیز آواز انسان کو نیند سے بیدار کر سکتی ہے' اسی لیے اہل کہف کے قصہ میں اللہ تعالی بتاتا ہے کہ اس نے ان کے کانوں کو بند کر دیا تھا تاکہ وہ گہری نیند سو جائیں اور کوئی آواز انہیں بیدار نہ کر سکے۔

فَضَرَبْنَا عَلٰى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا۔

(کہف۔۱۱)

(تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال کے لیے گہری نیند سلا دیا۔)

چہارم یہ کہ حاسہ سماعت اپنا کام تاریکی اور روشنی دونوں میں یکساں طور پر کر سکتا ہے' جبکہ حاسہ بصارت صرف روشنی میں اپنا کام کر سکتا ہے۔ [۲] سماعت کا تذکرہ قرآن میں مفرداً آیا ہے' لیکن بصارت کا ذکر بیشتر آیات کے اندر جمع کی صورت میں آیا ہے' جو اسلوب قرآنی کے اعجاز کی دلیل ہے کیونکہ حاسہ سماعت ہر جہت سے آنے والی آواز کو قبول کر لیتا ہے جبکہ آنکھ اس شے کو دیکھ سکتی ہے جس کی

---

[۱] جدید عضویاتی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ نومولود بچہ تیز آواز پر جوابی عمل ظاہر کرتا ہے' لیکن آہستہ آواز پر نہیں کرتا ہے' تحقیقات یہ بھی بتاتی ہیں کہ چھ ماہ کی عمر تک نومولود کی نگاہوں میں اشیاء کی تصویر صاف نہیں آتیں کیونکہ شبکیاتی ساخت کی تشکیل ولادت کے چھ ماہ کے آخر میں مکمل ہوتی ہے' نویں فصل میں اس موضوع پر تفصیل آ رہی ہے۔

[۲] محمد متولی الشعراوی' معجزۃ القرآن' جلد 1 قاہرہ' کتاب الیوم 1980ء' ص 95-98

Marfat.com

جانب اس کا رخ پھیرا جائے۔[1] اگر کسی جگہ پر لوگ جمع ہوں اور کوئی آواز پیدا ہو تو تقریباً سارے ہی لوگ اس آواز کو سنتے ہیں' جبکہ وہ تمام لوگ اپنی اپنی مختلف جہتوں سے صرف ایک ایک شے کو دیکھ سکتے ہیں' اور ان تمام کی رویت پوری طرح یکساں نہیں ہوتی ہے۔ ایک وقت میں ایک ہی سمت کی مختلف چیزوں کو دیکھا جا سکتا ہے' اگر ٹھیک ہمارے سامنے کوئی آواز پیدا ہو تو صوتی لہریں دونوں کانوں میں ایک ساتھ پہنچتی ہیں' اور ان کی تاثیر کی شدت دونوں کانوں کے پردوں پر یکساں ہوتی ہے' لیکن اگر ہم اپنے سامنے رکھی ہوئی کسی شے پر نظر ڈالیں تو دائیں آنکھ کے شبکیہ پر منعکس ہونے والی تصویر بائیں آنکھ کے شبکیہ پر منعکس ہونے والی صورت سے مختلف ہوتی ہے۔ دائیں آنکھ اس شے کو اس کے داہنی جانب سے دیکھتی ہے' اور بائیں آنکھ اسی چیز کو اس کے بائیں جانب سے دیکھتی ہے۔

جلدی حواس

جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ انسان کی جلد میں مختلف شکلوں کے بہت سارے حسی خلیے ہوتے ہیں جو متعینہ قسم کے احساسات کے لیے مخصوص ہوتے ہیں' کچھ خلیے حرارت کو محسوس کرتے ہیں' کچھ ٹھنڈک کا احساس کرتے ہیں' کچھ خلیے لمس اور دباؤ کو محسوس کرتے ہیں' کچھ الم کو محسوس کرتے ہیں' انسان کی جلد میں الم کو محسوس کرنے والے مخصوص اعضاء حس کے وجود کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا۔ (نساء-۵۶)

(جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب

---

[1] محمد اسماعیل ابراہیم' القرآن و اعجازہ العلمی' دار الفکر العربی' قاہرہ 1977ء' ص 109-111' محمد متولی الشعراوی' حوالہ سابق ص 95۔

Marfat.com

عذاب کا مزہ چکھیں' اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے۔)

یہ آیت جلد کے اندر الم کو محسوس کرنے والے مخصوص حسی خلیوں کے وجود کی جانب اشارہ کر رہی ہے' جیسا کہ جدید عضویاتی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے' اگر جلد جل جائے اور یہ خلئے موجود نہ رہیں تو الم کا احساس ختم ہو جاتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کافروں کی جلدیں تبدیل کر کے نئے حسی خلئے عطا کرتا رہے گا تاکہ انہیں احساس الم ہوتا رہے۔

قرآن کریم نے حاسہ لمس کی جانب بھی اشارہ کیا ہے جس کے ذریعہ لمس کے وقت اشیاء کی پہچان حاصل کی جاتی ہے:

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

(انعام-۷)

(اے پیغمبر' اگر تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگوں اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔)

دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی

ادراک حسی کی ایک اور قسم بھی ہے جسے ماہرین نفسیات "دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی" (Extrasensory Perception) کا نام دیتے ہیں مثلاً "استشفاف" یعنی حاصہ بصارت کے دائرہ سے خارج اور بعید واقعات یا اشیاء کی رویت' "تخاطر" یعنی دور کسی مقام پر موجود شخص کے افکار و خیالات کا ادراک کر لینا' "استھتاف" یعنی حاسہ سماعت کے دائرہ سے خارج دور کسی مقام کی آواز یا گفتگو سن لینا' ماہرین نفسیات نے موجودہ دور میں ان امور کا مطالعہ کیا اور ان پر متعدد تجربات کئے' لیکن انہیں اب تک حاصل ہونے والے نتائج اس قدر باریک اور ٹھوس نہیں ہیں کہ ان امور کا واضح تصور ہمارے سامنے آسکے۔

دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی کی یہ قسم تمام لوگوں کے یہاں نہیں دیکھی جا

Marfat.com

سکتی ہے بلکہ بعض اشخاص ہی کے اندر پائی جاتی ہے جو مخصوص صفات سے آراستہ ہوتے ہیں' بسا اوقات یہ صفات اعلیٰ روحانی پاکیزگی ہوتی ہے جو خارق عادت ادراکی قوت پیدا کر کے ایسی اشیاء یا واقعات کا ادراک ان کے لیے ممکن بنا دیتی ہے جو ان سے دور اور مکانی رکاوٹوں کے پرے ہوتے ہیں' اس نوع کے ادراک حسی کی ایک مثال قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی قمیص لے کر قافلہ سرزمین مصر سے روانہ ہوا تو مصر سے چند ایام کی مسافت کی دوری پر موجود حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادہ کی خوشبو محسوس کر لی:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ۔ (یوسف۔ ۹۴)

(جب یہ قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو ان کے باپ نے کنعان میں کہا "میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں' تم لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ میں بڑھاپے میں سٹھیا گیا ہوں۔")

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو اس دور دراز مقام سے محسوس کر لی جہاں تک اگر سفر کیا جاتا تو کئی دنوں میں پورا ہوتا' یہ دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی کے وجود کی جانب واضح اشارہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ لوگ اپنے گھروں کے اندر کیا کھا رہے ہیں اور کیا جمع کر رکھا ہے' وہ اس کی خبر دے دیا کرتے تھے۔ قرآن اس کا ذکر کرتا ہے:

وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ۔ (ال عمران۔ ۴۹)

(میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا تم کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔)

یہ معجزہ ممکن ہے' استشفاف ہو' جس سے اللہ نے اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نوازا ہو' اور دائرہ نگاہ سے خارج اور دور اشیاء کا ادراک ان کے لیے ممکن ہو گیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ایک قسم کا الٰہی الہام ہو۔

حدیث' تاریخ صحابہ اور تصوف کی کتابوں میں دائرہ حواس سے خارج ادراک حسی

Marfat.com

کے نمونے ملتے ہیں، جنہیں صوفیا کشف کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ مسلم شریف میں رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "رکوع اور سجدے مکمل کیا کرو، خدا کی قسم تم جب رکوع اور سجدے کرتے ہو تو اپنی پشت کے پیچھے میں تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہوں۔" ؂۱ اور بخاری شریف میں ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: "کیا تم لوگ میرا قبلہ دیکھ رہے ہو؟ خدا کی قسم تمہارا خشوع اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، میں اپنی پشت کے پیچھے تمہیں دیکھتا ہوں۔" ؂۲ پشت کے پیچھے رکوع و سجود کرتے ہوئے صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا درحقیقت اسی استشفاف کی مثال ہے، قلبی پاکیزگی اور روحانی شفافیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے لیے ان چیزوں کو دیکھنا ممکن ہو گیا جو آپ کی نگاہ کے سامنے نہ تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دن چند صحابہ کرام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا گزر جنت البقیع میں دو ایسی قبروں سے ہوا جن میں ابھی جلد ہی تدفین ہوئی تھی۔ آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: یہاں کسے دفن کیا گیا ہے؟ صحابہ کرام نے بتایا کہ فلاں اور فلاں کو، لیکن اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ یہ کیوں دریافت کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان دونوں میں سے ایک شخص پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک تر ٹہنی اٹھائی، اس کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر ایک ایک ڈال دیا۔ صحابہ نے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا، تاکہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے، انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! کب تک انہیں عذاب ہوتا رہے گا؟ فرمایا: یہ غیب ہے، جس کا علم صرف اللہ کو ہے، اگر تمہارے دل آلودہ نہ ہوتے اور گفتگو زیادہ نہ کرتے تو تم بھی وہ کچھ سن لیتے جو میں سن رہا ہوں۔ ؂۳ آپ ﷺ کا آخری جملہ یہ بتا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وہ باتیں سن لیں جو آپ کے ساتھ صحابہ کرام نہیں سن سکے، اور اس جانب بھی اشارہ ہے کہ ان چیزوں کو سن لینے کی قدرت انسان اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا دل دنیاوی مشاغل سے صاف ہو اور

؂۱ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ جلد 4، ص 150، مطبوعہ مکتبہ مصریہ قاہرہ

؂۲ فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، حدیث نمبر 418، جلد 3 ص 74، مطبوعہ الکلیات الازہریہ 1978۔

؂۳ سعید حوی، تربیتنا الروحیۃ، مطبوعہ مکتبہ وہبۃ، قاہرہ، دوسرا ایڈیشن 1979 ص 151۔

Marfat.com

غیر مفید باتوں سے وہ دور رہتا ہو۔ حضرت حنظلہ اسیدیؓ جو کاتبین وحی میں ہیں، فرماتے ہیں: "میں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں، اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ ہماری نگاہوں کے سامنے محسوس ہوتے ہیں، لیکن جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور اپنے بال بچوں اور کھیت کھلیان میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ان چیزوں کو بھول جاتے ہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم، میرے پاس تم لوگوں کی جو کیفیت ہوتی ہے، اگر ہمیشہ وہی کیفیت رہے تو فرشتے تمہارے گھروں اور راہوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں، لیکن اے حنظلہ! ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ تین بار یہ جملہ آپ نے ارشاد فرمایا۔" یہ روایت مسلم اور ترمذی نے کتاب الرقائق میں ذکر کی ہے۔ [1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی صحبت میں قلب کی پاکیزگی اور روح کی صفائی اور یاد الٰہی کی جو کیفیت صحابہ کرام کی ہوتی ہے، اگر وہ کیفیت ہمیشہ ان کے اندر رہے تو فرشتوں کی رویت ان کے لیے ممکن ہو جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ مدینہ منورہ کے اندر ایک جمعہ کو وہ خطبہ دے رہے تھے، اچانک ٹھہر گئے اور زور سے آواز دی: اے ساریہ بن حصن! پہاڑ...... پہاڑ، جس نے بھیڑیئے کو چرایا اس نے ظلم کیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آواز کی وجہ پوچھی تو فرمایا: "میرے دل میں خیال آیا کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی ہے، اور ان پر غالب آ رہے ہیں، اور وہ پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ اگر وہ پہاڑ کی طرف مڑیں تو ہلاک ہو جائیں گے، اس وقت میری زبان سے وہ جملہ نکلا۔ ایک ماہ بعد فتح کی خوشخبری لے کر قاصد آیا تو بتایا کہ مسلمانوں نے اس دن اور اسی لمحہ جب وہ پہاڑ سے گزر رہے تھے، ایک آواز سنی جو حضرت عمرؓ کی آواز کے مشابہ تھی، کہہ رہی تھی: اے ساریہ بن حصن! پہاڑ...... پہاڑ......" وہ پہاڑ کی طرف لوٹ آئے، اللہ نے انہیں روک دیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔ [2]

---

[1] حوالہ سابق ص151۔

[2] عباس محمود عقاد، عبقریۃ عمر، دارالکتاب العربی، بیروت 1996ء ص24۔

Marfat.com

بصری دھوکہ

بصری دھوکہ غلط بصری ادراک کا نام ہے' جو دیکھی ہوئی شے کی حقیقت کے مطابق نہ ہو۔ بصری دھوکہ کی کچھ قسمیں تو تمام لوگوں کے یہاں عام ملتی ہیں اور تقریباً یکساں طریقہ پر سبھوں کے ساتھ پیش آتی ہیں مثال کے طور پر بسا اوقات دور سے جب سراب پر نگاہ پڑتی ہے تو اس پر پانی کا گمان ہو جاتا ہے' قرآن کریم نے کفار کے نیک اعمال کی عدم افادیت کی بلیغ تصویر کشی کرتے ہوئے سراب کا ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے اعمال بکھرے ہوئے ریزے ہو جائیں گے' جیسے سراب' جس پر دور سے دیکھنے والے پیاسے کو پانی کا گمان ہوتا ہے' لیکن جب قریب آتا ہے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ (نور-۳۹)

((اس کے برعکس) جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا' مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا' بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا' جس نے اس کا پورا پورا حساب چکا دیا' اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔)

توجہ اور ادراک حسی پر اقدار و محرکات کی اثر انگیزی

فرد کے محرکات اور اقدار اس کی توجہ اور ادراک پر اثرانداز ہوتے ہیں' متعدد جدید تجرباتی تحقیقات کے نتایج سے یہ ثابت ہو چکا ہے [1] قرآن کریم نے ایک سے زائد مقامات پر اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے کہ ایمان کس طرح مومنین کو قرآنی آیات سننے کے لیے متوجہ اور تیار بنائے رکھتا ہے' اور انہیں آیات قرآنی کا شعوری ادراک اور دقیق فہم حاصل ہوتا ہے' جبکہ یہی آیات مشرکین کے اندر مذکورہ اثر پیدا نہیں کرتیں' ان کے سننے' سمجھنے اور ادراک کرنے سے وہ غافل رہتے ہیں۔ ذیل کی مثال میں قرآن اس غفلت کی تصویر کشی کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ شرک اور عدم ایمان کی وجہ سے مشرکین

---

[1] محمد عثمان نجاتی' حوالہ سابق ص 289-293۔

Marfat.com

کے حواس کس طرح اپنے کاموں سے محروم ہو جاتے ہیں:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ (اعراف۔۱۷۹)

(اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے' یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔)

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ۔ (حم السجدة۔۴۴)

(ان سے کہو یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے لیے یہ کانوں کی ڈاٹ اور آنکھوں کی پٹی ہے' ان کا حال تو ایسا ہے جیسے ان کو دور سے پکارا جا رہا ہو۔)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ۔ (محمد۔۲۳)

(یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا۔)

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (زخرف۔۴۰)

(اب کیا اے نبیؐ' تم بہروں کو سناؤ گے؟ یا اندھوں اور صریح گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہ دکھاؤ گے۔)

Marfat.com

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ، صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ (بقرہ۔۱۷'۱۸)

(ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی اور جب اس نے سارے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نور بصارت سلب کر لیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا' یہ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں' یہ اب نہ پلٹیں گے۔)

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ۔ (انعام۔۳۹)

(مگر جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں' تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔)

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ (جاثیہ۔۲۳)

(پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا' اللہ کے بعد اب کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟)

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ، وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (نمل۔۸۰'۸۱)

(تم مردوں کو نہیں سنا سکتے نہ ان بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں اور نہ اندھوں کو راستہ بتا کر بھٹکنے سے بچا سکتے ہو' تم تو اپنی بات انہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور پھر فرمانبردار بن جاتے ہیں۔)

Marfat.com

ادراک پر محرکات کی اثر انگیزی کا نمونہ یہ بھی ہے کہ ادراک کے اندر کسی شے کی حقیقت مسخ ہو جاتی اور بگڑ جاتی ہے۔ انسان ایک خوبصورت چیز کو بدصورت محسوس کرنے لگتا ہے اور کبھی بدصورت شے کو خوبصورت تصور کرنے لگتا ہے' محرکات' رجحانات اور خواہشات کی وجہ سے ادراک کے اندر پیدا ہو جانے والی بگاڑ و تحریف کو قرآن بیان کرتا ہے:

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا۔ (فاطر-۸)

((بھلا کچھ ٹھکانہ ہے اس شخص کی گمراہی کا) جس کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو۔)

تحلیل نفسی کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ انسان ان امور کے عدم ادراک کا رجحان رکھتا ہے جو اس کے لیے پریشان کن اور تشویش ناک ہوتے ہیں' یا اس کی خواہشات و پسند کے خلاف ہوتے ہیں' بلاشبہ مشرکین قریش اور بہتیرے یہود و نصاری رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے نئے دین کو پسند نہیں کرتے تھے' کیونکہ اس دین کی اشاعت ان کے اقتدار و رسوخ کے لیے خطرہ تھی' اس دین سے نفرت کی وجہ سے قرآنی آیات کو فہم و تدبر کے ساتھ سننے کے لیے نفسیاتی طور پر وہ تیار نہیں تھے' نہ اس کے معانی کے ادراک اور تصدیق کے لیے عقلی طور پر تیار تھے۔

Marfat.com

Marfat.com

چوتھی فصل

قرآن اور غور و فکر

ادراک حسی کے عمل میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہوتا ہے، لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کی ایسی صفت سے آراستہ کیا ہے جو اس کو حیوان سے ممتاز بناتی ہے' انسان کے اندر غور و فکر کی صلاحیت ہے' جس کی وجہ سے اشیاء اور واقعات کے اندر غور و تحقیق' جزئیات سے کلیات کا استخراج' اور مقدمات سے نتائج کا استنباط اس کے لیے ممکن ہوتا ہے۔ غور و فکر کی قدرت ہی نے انسان کو عبادات کا مکلف بننے اور ارادہ و اختیار کی ذمہ داری اٹھانے کے لائق بنایا اور اسی امتیازی وصف کی وجہ سے زمین میں بار خلافت اس کے دوش پر ڈالا گیا۔

زندگی کے ابتدائی مرحلہ میں ادراک حسی کی راہ سے جو معلومات بچہ اخذ کرتا ہے' وہ اس عنصر کو تشکیل دیتے ہیں جس سے آئندہ غور و فکر کے اندر بچہ مدد لیتا ہے۔ وہ ان معلومات کو اپنے حافظہ میں دوبارہ لاتا ہے' ان کا تخیل کرتا ہے' باہم ان کا موازنہ کرتا ہے' اور نئے طریقہ سے ان کی تنظیم کرتا ہے جن سے نئی معلومات کی دریافت میں مدد ملتی ہے' اور غور و فکر کے عمل سے حاصل ہونے والی نئی معلومات اس کے سابقہ ذخیرہ معلومات میں اضافہ کرتی ہیں' اس طرح ہمیشہ انسان قدیم معلومات کی تنظیم اور نئی معلومات و نئے حقائق کی دریافت کرتا رہتا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں علمی تحقیق کی ترقی کی یہی بنیاد رہی ہے اور نظریاتی و تطبیقی علوم کے اندر دائمی ترقی کا یہی سبب رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات میں غور و فکر' مختلف کائناتی مظاہر کے مشاہد' اس کی کرشمہ سازیوں اور نظام محکم پر تدبر کی ہدایت دی ہے' اسی طرح مختلف علوم کے میدانوں میں اللہ کے سنن و قوانین کی معرفت اور تحصیل علم کی ترغیب دی ہے' قرآن کریم میں ایک سے زائد مقامات پر غور و فکر' بحث و تحقیق اور حصول علم کی دعوت ملتی ہے:

Marfat.com

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ۔
(عنکبوت۔۲۰)

(ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے۔)

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔ (حج۔۴۶)

(کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے اور ان کے کان سننے والے ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔)

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ۔ (اعراف۔۱۸۵)

(کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا۔)

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (یونس۔۱۰۱)

(ان سے کہو ”زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو“)

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ۔ (غاشیہ۔۱۷،۲۱)

(یہ لوگ نہیں مانتے) تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟ اچھا تو (اے نبی) نصیحت کئے جاؤ تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو۔)

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ

Marfat.com

اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔ (بقرہ۔۱۶۳)

((اس حقیقت کو پہچاننے کے لیے اگر کوئی نشانی اور علامت درکار ہے تو) جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں' رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں' ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لئے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں' بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور اپنے اسی انتظام کی بدولت زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے' ہواؤں کی گردش میں' اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں' بے شمار نشانیاں ہیں۔)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ (انعام۔۹۹)

(اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا' پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اگائیں' پھر اس سے ہرے ہرے کھیت اور درخت پیدا کئے' پھر ان سے تہ بر تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کئے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں' اور انگور' زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں' اور ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو' ان چیزوں میں نشانیاں

Marfat.com

ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔)

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا وَّحَدَائِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ۔ (عبس۔ ۲۴،۳۲)

(پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے۔ ہم نے خوب پانی لنڈھایا' پھر زمین کو عجب طرح پھاڑا' پھر اس کے اندر اگائے غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے سامان زیست کے طور پر۔)

یہ اور ان جیسی آیات میں زمین و آسمان' ساری مخلوقات اور تمام مظاہر کائنات میں غور و فکر' تدبر و تفکر اور علمی تحقیق کی واضح دعوت موجود ہے۔ صرف طبیعاتی مظاہر ہی کے اندر غور و فکر اور تحقیق علمی کی دعوت نہیں دی گئی ہے' بلکہ خود اپنی ذات' حیاتیاتی اور نفسیاتی تشکیل کے اسرار کے اندر بھی غور و تدبر کی دعوت دی گئی ہے اور اس طرح انسان کو جسمانی' عضویاتی' طبی اور نفسیاتی علوم کے میدانوں میں داد تحقیق دینے کی دعوت دی گئی ہے:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى۔ (روم۔ ۸)

(کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور و فکر نہیں کیا؟ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں برحق اور ایک مدت مقرر ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔)

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ' خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ۔ (طارق۔ ۵،۷)

(پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینوں کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔)

Marfat.com

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (حم السجدة۔ ۵۳)

(عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔)

انسان کو غور و فکر کی دعوت قرآن نے کس اہتمام سے دی ہے' اس کا اندازہ ان بہت ساری آیات سے ہوتا ہے جن کے آخر میں "کیا وہ نہیں سمجھتے" اور "کیا وہ غور نہیں کرتے" جیسے غور و تدبر اور تذکر کے الفاظ و عبارتیں وارد ہوئی ہیں۔

قرآن کریم نے حیات انسانی کے اندر غور و فکر کی اہمیت اور عقل و فکر استعمال کرنے والے انسان کی بلند مقامی بتائی ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

(زمر۔ ۹)

(ان سے پوچھا کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں۔)

اس کے برعکس عقل و فکر استعمال نہ کرنے والے انسان کو حیوان سے پست مرتبہ بتایا ہے:

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ (انفال۔ ۲۲)

(یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔)

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا۔ (فرقان۔ ۴۴)

(کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں' بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔)

Marfat.com

مشکلات کے حل میں غور و فکر کے مراحل

انسان کی زندگی میں بہت ساری مشکلات پیش آتی ہیں' جن کے حل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو سوال بھی انسان اپنے آپ سے کرتا ہے' اور جواب نہیں پاتا ہے تو اس کو مشکل شمار کرتا ہے' انسان اپنی زندگی میں عام طور پر بہت سارے ایسے مراحل کا سامنا کرتا ہے جو اس کے لیے مشکل ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ کسی مقررہ مقصد کے لیے تگ و دو کر رہا ہوتا ہے' لیکن مقصد تک کی رسائی کی راہ اسے نظر نہیں آتی ہے' یا کچھ رکاوٹیں راہ میں حائل ہو جاتی ہیں' جب کسی درپیش مشکل کے حل کے لیے انسان غور و فکر کرتا ہے تو عموماً وہ چند مقررہ مراحل سے گزرتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے ان مراحل کا مطالعہ و تجزیہ کیا ہے۔ مشکلات کے حل میں غور و فکر کے مراحل مختصراً درج ذیل ہیں:

اول: مشکل کے وجود کا احساس

غور و فکر کی ابتدا کسی اہم مشکل کے وجود کے احساس سے ہوتی ہے' ایک طاقتور محرک مشکل کو حل کرنے پر اسے آمادہ کرتا ہے' تاکہ مطلوبہ مقصد تک اس کی رسائی ہو جائے' مشکل کا احساس غور و فکر کے عمل کا پہلا قدم ہے۔

دوم: مشکل سے متعلق تفصیلات کا حصول

جب انسان کسی مشکل کے وجود کا احساس کرلیتا ہے تو ہر پہلو سے اس کا جائزہ لیتا ہے' تاکہ اچھی طرح اس کو سمجھ سکے' چنانچہ اس کے متعلق تمام تفصیلات و معلومات اکٹھی کرتا ہے' پھر ان کا جائزہ لے کر مشکل سے مناسبت رکھنے والے امور کو باقی رکھ کر دیگر امور کو علیحدہ کرلیتا ہے' یہ عمل مشکل کی توضیح اور فہم و تحدید میں معاون بنتا ہے اور اس کے حل کے لیے مفروضات وضع کرنے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

سوم: مفروضات

موضوع سے متعلق معلومات و تفصیلات جمع کرنے کے دوران ذہن کے اندر مشکل کے حل کے لیے کچھ امکانی صورتیں' کچھ مفروضات آتی ہیں' مفروضہ مشکل کے مجوزہ حل کا نام ہے۔

چہارم: مفروضات کی تحقیق

غور کرنے والا کسی مشکل کے حل کے لیے کوئی مفروضہ قائم کرتا ہے تو عموماً اپنے

Marfat.com

پاس موجود تفصیلات و معلومات کی روشنی میں اس مفروضہ کی چھان بین اور تحقیق و تجزیہ کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مشکل کے حل کی کتنی صلاحیت اس مفروضہ کے اندر ہے' اس عمل کے دوران کبھی اسے محسوس ہوتا ہے کہ مشکل سے متعلق موجودہ تفصیلات اور معلومات سے وہ مفروضہ جوڑ نہیں کھا رہا ہے' تو اس مفروضہ کو حل کے ناقابل سمجھ کر رد کرتا ہے' پھر دوسرا مفروضہ قائم کرتا ہے' اور وہی تحقیق و تجزیہ والا پہلا عمل دہراتا ہے' آخرکار اسے بھی رد کر دیتا ہے' بار بار کے عمل کے بعد کسی ایسے مفروضے تک رسائی ہوتی ہے جو قابل قبول اور مشکل سے متعلق معلومات و حقائق سے ہم آہنگ ہوتا ہے' اور اس کی نظر میں مشکل کو حل کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

پنجم: مفروضہ کی صحت کی تحقیق

غیر مناسب مفروضات کو رد اور مناسب مفروضہ تک رسائی کے بعد انسان دوسری معلومات جمع کرتا ہے' اور نئے سرے سے جائزہ لے کر اور نئے تجربات کر کے اس مفروضہ کی صحت کی تحقیق کرتا ہے۔

یہ وہ مراحل ہیں جن کو مشکلات کے حل میں عام طور پر غور و فکر کے اندر اختیار کیا جاتا ہے' اپنی روزمرہ زندگی میں پیش آنے والی تمام مشکلات کے حل میں ہم انہی مراحل سے گزرتے ہیں' اسی طرح سائنسدان حضرات اپنی تجربہ گاہوں کے اندر سائنسی تجربات میں انہی مراحل کو اپناتے ہیں۔

البتہ معلومات اکٹھا کرنے' ان کے اندراج اور تجزیہ و جائزہ کے اندر ان کے وسائل زیادہ باریک اور منضبط ہوا کرتے ہیں۔

قرآن کریم ہمارے سامنے ایک مثال لاتا ہے جو مشکلات کے حل میں اختیار کئے جانے والے مراحل کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں اس طریقہ کی تفصیل بتائی گئی ہے جسے غور و فکر کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا کر کائنات کی خالق عظیم و قدیر ہستی تک رسائی حاصل کی تھی۔ [۱]:

---

[۱] علی عبد العظیم' فلسفۃ المعرفۃ فی القرآن الکریم' مجمع البحوث الاسلامیۃ' قاہرہ 1973' ص 224-251۔

Marfat.com

وَ اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ، وَ كَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ، فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ، فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ، فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ، فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ، اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (انعام۔۷۵،۸۰)

(ابراہیم کا واقعہ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا "کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ میں تو تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں" ابراہیم کو ہم اسی طرح زمین اور آسمان کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے، چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا کہ ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں، پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ ہے میرا رب، مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا، پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب، یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی ڈوبا تو ابراہیم پکار اٹھا: اے برادران قوم میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو، میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے، اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی بت پرستی کی غلطی محسوس کی، کیونکہ انسان خود ہی ان بتوں کو بناتا ہے، پھر اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیز کی وہ کیونکر عبادت

Marfat.com

کرتا ہے:

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ۔ (صافات۔۹۵)

(اس نے کہا "کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو؟)

پھر ان بتوں کے اندر کوئی طاقت و قوت نہیں ہے تو کیونکر وہ صفات الوہیت رکھ سکتے ہیں' اللہ تو طاقتور' قدرت رکھنے والا' کائنات میں فرمانروائی کرنے والا' نعمتوں سے نوازنے اور رزق تقسیم کرنے والا ہوتا ہے:

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْئًا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ۔ (انبیاء۔۶۶)

(ابراہیم نے کہا "پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان۔)

بت پرستی کی غلطی اور الوہیت کے ان کے عدم استحقاق کے احساس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر ایک مشکل پیدا کر دی' جو بڑھتی ہی چلی گئی' اور ان کی فکر پر چھا گئی' وہ یہ کہ اس کائنات کا پروردگار کون ہے؟

اس مشکل کے احساس نے ان کے اندر ایک طاقتور محرک کو پیدا کر دیا جو کائنات کے خالق و مالک کی معرفت تک رسائی کے لیے غور و فکر پر انہیں آمادہ کرنے لگا' اس محرک کے ظہور میں اللہ کی ہدایت و توفیق کے علاوہ ان کی فطرت سلیم' پاکیزہ روح اور پختہ عقل نے بھی مدد کی۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام معلومات و تفصیلات جمع کرنے کے مرحلہ میں آئے اور زمین و آسمان کے مختلف کائناتی مظاہر پر انہوں نے غور کرنا شروع کیا' شاید کہ ان کے ذریعہ اللہ کی معرفت تک رسائی حاصل ہو' چنانچہ ستارے' چاند' سورج اور آسمان و زمین کے دوسرے کائناتی مظاہر پر انہوں نے غور کیا' درج ذیل قرآنی آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرَاهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔ (انعام۔۷۴)

(ابراہیم کو ہم اسی طرح زمین اور آسمانوں کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو

Marfat.com

جائے۔)

مختلف کائناتی مظاہر سے متعلق معلومات کے جمع اور غور و فکر کے مرحلہ کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چند مفروضات قائم کئے' جب رات چھا گئی اور تاریک آسمان پر جگمگاتا ہوا ستارہ نظر آیا تو انہوں نے پہلا مفروضہ قائم کیا' جس کا حاصل یہ تھا کہ جگمگاتا ستارا ہی اللہ ہے' لیکن جب ستارہ زوال کا شکار ہو گیا اور ڈوب کر دوبارہ نہیں نکلا تو انہوں نے اس مفروضہ کو ناقابل سمجھ کر رد کر دیا' کیونکہ اللہ تو وہی ہو سکتا ہے جو برقرار رہنے والا ہو' تغیر پذیر نہ ہو' ہمیشہ موجود ہو' زوال پذیر نہ ہو۔ جب رات کی سیاہی میں روشن چاند پر نظر پڑی تو ایک دوسرا مفروضہ قائم کرتے ہوئے چاند کو اللہ سمجھا' پھر جب وہ بھی غائب ہو گیا تو اس مفروضہ کو بھی رد کر دیا کہ صفات الوہیت کے قابل وہ نہیں ہے' جب سورج کو دیکھا کہ اس نے پوری دنیا کو اپنی روشنی اور حرارت سے بھر دیا ہے' اور دیگر سیاروں سے اس کا حجم بھی بڑا ہے تو ایک اور مفروضہ قائم کیا' اور کہا سورج ہی خدا ہے' لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو الوہیت کی عدم قابلیت کی وجہ سے اس مفروضہ کو بھی رد کر دیا۔ ان تمام مفروضات کو ناقابل سمجھتے ہوئے رد کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آخر میں ایک مفروضہ قائم کیا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمام ستاروں' آسمانوں' زمین اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا' فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ
حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ (انعام-۸۰)

(میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اسی ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔)

بلاشبہ انہوں نے اس آخری مفروضہ پر بھی کافی غور و فکر کیا ہو گا اور کائناتی مظاہر سے متعلق بہت ساری دیگر تفصیلات پر بھی غور کیا گیا ہو گا لیکن یہ مفروضہ کہیں بھی ٹکراتا ہوا نظر نہیں آیا بلکہ انہوں نے دیکھا کہ اللہ کی انوکھی و عجیب و غریب مخلوقات اور کائنات کا محکم نظام ایک طاقتور' حکمت و قدرت والے خدا کے وجود کی دلیل ہیں' جس نے اس کائنات اور باریک و محکم نظام کی پابند تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ معرفت الٰہی تک

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسائی کے قصہ کو بتانے والی ان آیات میں ہم دیکھتے ہیں کہ مشکلات کے حل میں غور و فکر کے مراحل کی کیسی واضح و دقیق تصویر کشی قرآن نے کی ہے۔

غور و فکر کی غلطیاں

غور و فکر میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں' بسا اوقات غور و فکر کی راہ میں کچھ رکاوٹیں حائل ہو جاتی ہیں' جو عمل تفکیر کو اس کی صحیح ڈگر سے پھیر دیتی ہیں' اور حقیقت تک رسائی میں رکاوٹ بن جاتی ہیں' جب تفکیر کی متعدد رکاوٹیں انسان میں جمع ہو جاتی ہیں تو فکر کے اندر جمود پیدا ہو جاتا ہے' اور جدید افکار و آراء قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے' جب انسان اس حالت کو پہنچ جاتا ہے تو زندگی میں تفکیر اپنی عظیم قیمت کھو بیٹھتی ہے' پھر حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان تمیز' حقائق کی دریافت' علوم کے حصول اور ترقی و کمال کے مدارج تک رسائی کے اپنے طبعی عمل کو وہ چھوڑ دیتی ہے' تفکیر کی قوت معطل ہونے کے بعد انسان اپنی جانوروں سے ممتاز کرنے والی امتیازی صفت کھو بیٹھتا ہے' بلکہ مانند حیوان یا اس سے بھی گمراہ تر ہو جاتا ہے:

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (فرقان-۴۴)

(کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں' بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔)

فکری جمود کی اس حالت کو قرآن نے "دلوں پر مہر" یا "ٹھپہ" لگا دینے یا "غلاف" میں یا "قفل" کے اندر بند کر دینے سے تعبیر کیا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ۔ (نحل-۱۰۸)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے۔ یہ غفلت میں ڈوب چکے ہیں۔)

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (بقرہ-۷)

Marfat.com

(اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہیں۔)

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

(روم۔ ۵۹)

(اس طرح ٹھپہ لگا دیتا ہے اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو بے علم ہیں۔)

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ، تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ۔

(اعراف۔ ۱۰۰، ۱۰۱)

(اور کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے وارث ہوتے ہیں، اس امر واقعی نے کچھ سبق نہیں دیا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں (مگر وہ سبق آموز حقائق سے تغافل برتتے ہیں) اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، پھر وہ کچھ نہیں سنتے، یہ قومیں جن کے قصے ہم تمہیں سنا رہے ہیں (تمہارے سامنے مثال میں موجود ہیں) ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے، مگر جس چیز کو وہ ایک دفعہ جھٹلا چکے تھے پھر اسے وہ ماننے والے نہ تھے۔ دیکھو اس طرح ہم منکرین حق کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔)

وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (بنی اسرائیل ۴۶)

(اور ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔)

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔

(حم السجدة۔ ۵)

Marfat.com

(کہتے ہیں "جس چیز کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے اس کے لیے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں' ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں' اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب حائل ہو گیا ہے' تو اپنا کام کر' ہم اپنا کام کیے جائیں گے۔)

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا۔ (انعام: ۲۵)

(ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے (کہ سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں سنتے) وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں' اس پر ایمان لا کر نہیں دیں گے۔)

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا۔

(محمد۔ ۲۴)

(کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا' یا دلوں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں۔)

قرآن کریم ان اہم عوامل کا تذکرہ کرتا ہے جو فکری جمود و تعطل پیدا کرتے ہیں' حقیقت تک رسائی میں رکاوٹ بنتے ہیں اور صحیح فیصلہ کی قوت ختم کر دیتے ہیں' ان عوامل میں قدیم افکار پر اصرار' معلومات کی عدم فراہمی اور جذباتی و انفعالی جانب داری ہیں۔

الف۔ قدیم افکار پر اصرار

پرانے خیالات اور رائج عرف و رواج پر اصرار فکری جمود پیدا کرنے اور جدید افکار قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بننے والا اہم ترین سبب ہے' انسان عام طور پر ان چیزوں پر اصرار کا رجحان رکھتا ہے جو اس کے نزدیک مانوس رہی ہوں' اور قبل سے ان کی عادت و رواج رہا ہو' قدیم افکار و عادات سے دست کشی کے لیے جدوجہد' ارادہ اور عزم

Marfat.com

کی ضرورت پیش آتی ہے' اس طرح حق و باطل کے درمیان تمیز کی صلاحیت پیدا کرنے والی غیر جانب دارانہ اور تجزیاتی غور و فکر کی قدرت کی ضرورت ہوتی ہے' یہ چیز بیشتر لوگوں کے لیے آسان نہیں ہوتی ہے۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ تاریخ کے تمام ادوار میں بیشتر لوگ اپنے آباء و اجداد کے عقائد اور عبادات پر مصر رہتے ہیں۔ انبیاء کے ذریعہ آنے والے عقیدہ توحید پر قدیم افکار و رواج اور عادات سے پوری طرح آزاد ہو کر غور کرنے کی قدرت ان کے اندر نہیں ہوتی۔ آباء و اجداد کی تقلید اور ان کے افکار' عادات اور رواج پر اصرار بیشتر لوگوں کے اندر فکری جمود پیدا کرنے کا اہم سبب ہوتا ہے' ان سے دست کش ہو کر نئے دین توحید کو قبول کرنا آسان نہیں ہوتا ہے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآئَنَا۔

(یونس-۷۸)

(انہوں نے جواب میں کہا "کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔)

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآئَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۔ (زخرف-۲۲'۲۳)

(نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں' اسی طرح تم سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی کوئی نذیر بھیجا' اس کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔ (مائدہ-۱۰۴)

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس قانون کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور آؤ پیغمبر کی طرف تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے

Marfat.com

لیے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' کیا یہ باپ دادا ہی کی تقلید کئے چلے جائیں گے خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور صحیح راستہ کی انہیں خبر ہی نہ ہو۔)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔ (بقرہ۔۱۷۰)

(ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل کئے ہیں ان کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے' اچھا اگر ان کے باپ دادا نے اپنی عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انہی کی پیروی کئے چلے جائیں گے۔)

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا۔ (اعراف۔۷۰)

(انہوں نے جواب دیا "کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟)

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَن يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ۔ (سباء۔۴۳)

(ان لوگوں کو جب ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ "یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ان معبودوں سے برگشتہ کر دے جن کی عبادت تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔")

چونکہ فکری جمود انسان کے لیے سب سے زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے' کیونکہ وہ انسان کو اس امتیازی وصف سے محروم کر دیتا ہے جو اسے جانور سے ممتاز بناتا ہے' جس کے بعد انسان جانور کی سطح پر بلکہ جانور سے بھی پست سطح پر اتر آتا ہے' اس لیے قرآن نے افکار کو معطل کرنے والی قیود سے آزادی پر بڑا زور دیا ہے۔ قرآن کریم نے ان مشرکین پر سخت تنقید کی ہے جو اپنے آباء و اجداد کے عقائد و افکار کی تقلید پر مصر رہتے

Marfat.com

ہیں' اپنی عقل و فکر کو معطل کر دیتے ہیں' اور ہر نئی فکر کو کسی آزادانہ غور و فکر سے پہلے ہی ٹھکرا دیتے ہیں' پیچھے گزر چکا ہے کہ زمین میں سیر و تفریح اور کائنات پر غور و فکر کرنے کی دعوت قرآن نے انسانوں کو دی ہے۔ یہ دعوت دراصل عقل و فکر کی آزادی کی دعوت اور معرفت و علمی تحقیق کی وسعتوں میں پرواز کرنے کی ترغیب ہے۔

قرآن نے لوگوں کو ان اوہام و خرافات سے بھی آزادی کی دعوت دی ہے' جو فکر کو معطل اور حقیقت تک رسائی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ دور جاہلیت میں اہل عرب میں بھی اونٹ و بکریوں سے متعلق کچھ توہمات رائج تھے۔ جب مقررہ تعداد میں بچے ہو جاتے یا صرف مادہ بچے ہوتے یا نر و مادہ بچے ایک ساتھ ہوتے تو اپنے توہمات کے مطابق انہیں آزاد چھوڑ دیتے تھے' یا ان کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ ان خرافات سے قرآن نے روکا۔[1]:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ (مائدۃ۔۱۰۳)

(اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے' نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام' مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں (کہ ایسے توہمات کو مان رہے ہیں۔)

ب۔ معلومات کی عدم فراہمی

کسی موضوع پر درست غور و فکر انسان کے لیے کوئی آسان کام نہیں ہے' جب تک کہ موضوع سے متعلق ضروری معلومات اور کافی تفصیلات فراہم نہ ہوں' کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا بھی ان دلائل کے بغیر نہیں ہو سکتا جن سے اس نتیجہ کی صحت معلوم کی جا سکے' غور و فکر' تجزیہ اور نتائج و فیصلوں میں صحیح منطقی اصول و قواعد کی پابندی میں باہم لوگوں میں فرق ہوتا ہے۔ علماء حکماء اور اصحاب دانش کسی رائے یا فیصلہ کے اظہار میں بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ جب تک ان کے پاس واضح اور ٹھوس دلائل موجود نہ ہوں وہ فیصلہ صادر نہیں کرتے' لیکن دوسرے بے شمار لوگ معلومات کی مکمل فراہمی کے

---

[1] محمد البہی' الاسلام فی حیاۃ المسلم' ایڈیشن دوم' مکتبہ وہبہ قاہرہ 1973 ص 167-169۔

Marfat.com

بغیر ہی اظہار رائے میں عجلت برتتے ہیں اور فیصلہ کی تائید میں واضح دلائل سے واقفیت کے بغیر ہی فیصلہ دیتے ہیں۔ یہ معلومات کی عدم فراہمی اور واضح و ٹھوس دلائل کی غیرموجودگی ہی لوگوں کے درمیان پھیلی بیشتر فکری غلطیوں کا اہم سبب ہوتی ہے' قرآن نے بتایا ہے کہ کسی موضوع پر حقیقت تک رسائی کے لیے اس موضوع کی معرفت بہت اہمیت رکھتی ہے' جس چیز کا علم نہ ہو اس پر اظہار رائے سے قرآن نے منع کیا ہے۔ اسی طرح سنی سنائی باتوں اور آراء کا جب تک خود علم نہ ہو جائے اور ان کی صحت کے واضح دلائل نہ فراہم ہو جائیں' ان کی اتباع سے منع کیا گیا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل۔ ۳۶)

(کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو' یقیناً آنکھ' کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتَابٍ مُّنِیْرٍ۔ (حج۔ ۸)

(۱) (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کسی علم اور ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔)

ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ویتبع کل شیطان مرید۔ (حج۔ ۳)

(۲) (بعض لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔)

الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیَاتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطَانٍ اَتَاھُمْ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ (المومن۔ ۳۵)

(اور اللہ کی آیات میں جھگڑے کرتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی سند یا دلیل آئی ہو' یہ رویہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے نزدیک سخت مبغوض ہے۔ اسی طرح اللہ ہر متکبر و جبار کے دل پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔)

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (المومن-۵۶)

(حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی سند و حجت کے بغیر' جو ان کے پاس آئی ہو' اللہ کی آیات میں جھگڑ رہے ہیں ان کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے' مگر وہ اس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں' بس اللہ کی پناہ مانگ لو' وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔)

متعلقہ موضوع پر جب تمام اہم معلومات فراہم نہیں ہوتی ہیں' تو انسان گمان کا سہارا لیتا ہے اور ایسے حل فرض کر لیتا ہے جن میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال ہوتا ہے' بیشتر اوقات انسان محض گمان کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کر دیتا ہے' اور اس گمان کی صحت پر دلیل موجود نہیں ہوتی ہے' آگے چل کر اپنے گمان کی غلطی واضح ہوتی ہے۔ اس لیے گمان حقیقت تک رسائی کا درست طریقہ نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ نئی معلومات اور تفصیلات کی روشنی میں گمان کی صحت و عدم صحت کا تیقن کر لیا جائے' گمان اس مفروضہ کا نام ہے جس کے درست و نادرست دونوں ہونے کا امکان رہتا ہے:

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ۔ (یونس-۳۶)

(حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس و گمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا' جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔)

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ۔ (جاثیہ-۳۲)

(اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے

Marfat.com

میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہوتی ہے، ہم تو بس ایک گمان سا رکھتے ہیں یقین ہم کو نہیں ہے۔ ۱؎

۱؎ ظن کا لفظ قرآن کریم میں تین معنوں میں استعمال ہوا ہے: پہلا معنی غیر یقینی علم کا ہے جس کی صداقت راجح نہ ہو اس کی مثال درج ذیل قرآنی آیات ہیں:

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (انعام۱۱۲)

(اور اے نبی! اگر تم لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے وہ تو محض گمان پر چلتے اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (یونس 66)

"آگاہ رہو! آسمانوں کے بسنے والے ہوں یا زمین کے، سب کے سب اللہ کے مملوک ہیں اور جو لوگ اللہ کے سوا کچھ اپنے (خود ساختہ) شریکوں کو پکار رہے ہیں وہ نرے وہم و گمان کے پیرو ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (نساء : ۱۵۷)

(اور خود کہا کہ ہم نے مسیح بن مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا، اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ھے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ھے محض گمان ھی کی پیروی ھے، انہوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا۔

فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا اسراء (101)

(جب موسیٰ ان کے یہاں آئے) تو فرعون نے یہی کہا تھا "کہ اے موسیٰ! میں سمجھتا ہوں کہ تو ضرور ایک سحر زدہ آدمی ہے۔)

لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ (قصص 38)

(شاید کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔)

دوسرے معنی وہ غیر یقینی علم ہے جس میں خطا و صواب دونوں کا احتمال ہو، یہ مفروضہ ہوتا ہے جس کی تائید یا تردید کے لئے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، اس معنی میں "ظن" اس علمی

Marfat.com

اس لیے اپنی فکر میں گمانوں کے سہارے چلنا غلط ہے' گمان اکثر غلط ہوتا ہے اور حقیقت تک رسائی کا صحیح طریقہ نہیں ہوتا ہے۔ پچھلی آیت میں ارشاد خداوندی:

بقیہ حاشیہ:

مفروضہ کے مثل ہے جس پر عمل تفکیر کے مراحل پر گفتگو کے ضمن میں ہم بات کر چکے ہیں' اس مفہوم میں ظن کی مثال وہ دو آیتیں ہیں جو اوپر متن میں مذکور ہوئیں۔

تیسرے معنی وہ علم ہے جس کی صحت راجح ہو یا صحت کا یقین ہو' اس کی مثالیں درج ذیل آیات ہیں:

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (بقرة 45-46)

(صبر اور نماز سے مدد لو' بیشک نماز ایک سخت مشکل کام ہے' مگر ان فرمانبرداروں کے لئے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار انہیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (بقرہ 249)

لیکن جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے انہوں نے کہا: "بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔"

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (کہف:53)

سارے گنہگار اس دن آگ دیکھیں گے اور سمجھ لیں گے کہ اب انہیں اس میں گرنا ہے اور وہ اس سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے۔

وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَ ظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (حم السجدة 28)

اس وقت وہ سب معبود ان سے گم ہو جائیں گے جنہیں یہ اس سے پہلے پکارتے تھے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

(1) عقلی تجزیہ' غور و فکر' مشاہدہ اور علمی تحقیق کی قرآنی ترغیب ان اہم عوامل میں شامل ہے جن سے مسلم عالم اور دانشوران نے اثر لیا اور علمی تحقیقات میں کارہائے نمایاں انجام دیے

Marfat.com

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔

(وہ تو محض گمان پر چلتے ہیں، حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو بالکل پورا نہیں کرتا۔)

کا یہی مفہوم ہے۔

کسی موضوع پر درست غور و فکر کے ذریعہ حقیقت تک رسائی کے لیے ضروری ہے کہ دقیق تجزیہ اور منظم علمی تحقیق(۱) کے ذریعہ موضوع پر وافر معلومات فراہم کر لی جائیں، ہم بتا چکے ہیں کہ غور و تحقیق پر قرآن نے کس قدر زور دیا ہے۔

ج۔ جذباتی و انفعالی جانب داری

انسان اپنے رجحانات، انفعالات اور جذبات کی وجہ سے جانب دارانہ غلطی کا شکار ہوتا ہے، علم النفس کی جدید تجرباتی تحقیقات نے بھی جذباتیت و انفعالیت سے پیدا ہونے والی فکری غلطی کا اعتراف کیا ہے۔ اسی طرح ایک تجربہ میں کچھ طلبہ کے سامنے چند قیاسی دلائل پیش کیے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ قیاس کی بنیاد پر اختیار کیے گئے دونوں عنوانات سے نکلنے والا نتیجہ کیا منطقی ہے؟ ان میں سے نصف دلائل زندگی کے عمومی امور سے متعلق تھے، اور بقیہ نصف دلائل جذباتی مسائل سے تعلق رکھتے تھے، اس تجربہ سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ جو دلائل زندگی کے عمومی امور سے تعلق رکھتے تھے اور انفعالی عنصر پیدا کرنے والے نہیں تھے۔ ان میں غلطیوں کا تناسب کم تھا، لیکن انفعالی امور سے متعلق

بقیہ حاشیہ ۱۶۵/۱۶۶

اور جس نے مسلم مفکرین کو پوری کوشش و کاوش اور کھلی ہوئی آزادانہ عقل کے ساتھ حصول علم پر اس وقت آمادہ کیا جب اہل یورپ جہالت کی تاریکی میں پھنسے ہوئے تھے اسی اساس میں مسلمانوں کو علمی عروج حاصل ہوا۔ یورپ کی علمی بیداری کے ابتدائی دور میں یورپی فکر کو صحیح راہ پر لگانے میں مسلمانوں کی علمی ترقی کا بڑا اثر تھا، مختلف علوم کے میدانوں میں مسلم مفکرین کی تحقیقات و تالیفات سے اہل یورپ نے استفادہ کیا، مسلمانوں کے منہج تحقیق کو انہوں نے اپنایا، جدید یورپی بیداری سے پہلے عہد وسطی میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں مسلم علماء کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔

Marfat.com

دلائل میں غلطیاں زیادہ تھیں' اس تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ انفعالی اور جذباتی عنصر فکر پر اثرانداز ہوتے ہیں اور جانب دارانہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔[1]

قرآن کریم سے واضح ہے کہ خواہشات انسان پر اثرانداز ہوتی ہیں اور اس کی فکر کو صحیح راہ سے ہٹا دیتی ہیں' اس کے بعد خیر و شر' حق و باطل اور ہدایت و گمراہی کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَآئَھُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ۔

(قصص۔۵۰)

(اب اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں' اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو خدائی ہدایت کے بجائے بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔)

یٰا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

(ص۔۲۶)

(اے داؤد' ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے' للہذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔)

فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰی اَنْ تَعْدِلُوْا۔ (نساء۔۱۳۵)

(للہذا اپنی خواہشات نفس کی پیروی میں عدل سے ہٹ نہ جاؤ۔)

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔ (جاثیہ۔۲۳)

(پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں

---

[1] محمد عثمان نجاتی' حوالہ سابق ص 322-323۔

Marfat.com

پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا' اللہ کے مقابلہ میں اب اور کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے۔)

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى۔ (نجم - ۲۳)

(دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی' حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں' حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے۔)

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ (روم - ۲۹)

(مگر یہ ظالم بے سمجھے بوجھے اپنے تخیلات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔)

خواہش کی پیروی' نفسیاتی رجحانات کا اثر اور انفعالیت فیصلہ و رائے میں انسان کو جانب دار بنا دیتی ہے' اس کے نتیجہ میں عموماً فکری غلطی ہو جاتی ہے' اس لیے حقیقت کی یافت کے لیے ضروری ہے کہ سوچنے والا اپنے رجحانات' انفعالیت اور تعصب سے آزاد ہو' کیونکہ یہ عناصر سوچنے کے سانچوں کو حقیقت سے دور کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

پانچویں فصل

قرآن اور تعلّم

اللہ کی حکمت و عنایت نے ادراک حسی اور فکر کی نعمت کے علاوہ تعلم اور معرفت علوم اور ہنر و صفت سیکھنے کی فطری استعداد سے بھی انسان کو نوازا ہے' جس کی وجہ سے زمین پر زندگی اور تعمیر ارضی کی ذمہ داری اٹھانے اور اپنی صلاحیت و استعداد کو فروغ دے کر کمال انسانی کے مقام پر فائز ہونے کے قدرت بھی اس کے اندر پیدا ہو گئی ہے۔

علم کے ذرائع

انسان علم اور معرفت کا حصول دو بنیادی سرچشموں سے کرتا ہے' ایک الٰہی سرچشمہ اور دوسرا انسانی سرچشمہ' علم کی یہ دونوں قسمیں مکمل ہیں' اور دونوں بنیادی طور پر اللہ سبحانہ و تعالٰی سے وابستہ ہیں۔ جس نے انسان کی تخلیق کی' اور اسے اکتساب علم و ادراک کے وسائل و آلات سے آراستہ کیا[1] سرچشمہ الوہی سے حاصل ہونے والے علم سے ہماری مراد علم کی وہ قسم ہے جو وحی' الہام یا رویائے صادقہ کے ذریعہ براہ راست اللہ سبحانہ و تعالٰی سے ہمارے پاس آتی ہے' اور انسانی سرچشمہ سے حاصل ہونے والے علم سے مراد وہ علم ہے جو زندگی میں ذاتی تجربات' تلاش و تحقیق کی ذاتی محنت' درپیش مشکلات کے حل کے لیے کاوش و غلطی سے' یا والدین اور تعلیمی اداروں کی تعلیم و تربیت سے یا علمی تحقیق کے لیے کی جانے والی کوشش سے انسان کو حاصل ہوتا ہے۔

اس فصل میں ہم انسانی سرچشمہ سے حاصل ہونے والے علم پر گفتگو کریں گے' الوہی سرچشمہ سے حاصل ہونے والے علم پر گفتگو آئندہ فصل میں کی جائے گی۔

---

[1] عبدالفتاح جلال من الاصول التربویۃ فی الاسلام' المرکز الدولی للتعلیم الوظیفی للکبار فی العلم العربی' جمہوریہ مصر 1977' صفحہ 94

Marfat.com

زبان کی تعلیم

سب سے عظیم نعمت جس سے اللہ نے انسان کو نوازا اور جس کے ذریعہ اسے حیوان سے ممتاز بنایا ہے' وہ زبان سیکھنے کی صلاحیت ہے۔ زبان' تفکر' اکتساب معرفت اور تحصیل علم میں انسان کا بنیادی آلہ ہے' مفاہیم کے رموز ہونے کی حیثیت سے زبان نے انسان کو اس لائق بنایا ہے کہ رمزی طریقہ سے اپنی فکر کے اندر تمام مفاہیم کو وہ اخذ کر سکے' اس وجہ سے علم و فن اور صنعت کے میدانوں میں موجودہ حیرت انگیز کارہائے نمایاں انجام دیئے جاسکے ہیں۔

پستانی جانور بھی مفاہیم اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' جدید ماہرین نفسیات کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ مختلف شکلوں کے ہندسوں میں سے مثلث شکل والے ہندسہ کا معینہ جواب پستانی جانور دے سکتے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ حیوان مثلث کا مفہوم بتا سکتے ہیں۔ البتہ مثلث کے مفہوم کی طرف اشارہ کرنے والے کسی "لفظ" کو وہ نہیں سیکھ سکتے' چھوٹے بچے بھی زبان سیکھنے سے پہلے جانور کی طرح مفاہیم کو بتا سکتے ہیں' قبل اس کے ان مفاہیم کو بتانے والے الفاظ وہ سیکھیں ؎[1] لیکن جب بچہ زبان سیکھنا شروع کرتا ہے تو جلد ہی کچھ الفاظ وہ یاد کرلیتا ہے جن کے ذریعہ اپنی فکر کے اندر مختلف مفاہیم کو بہ آسانی اخذ کرلیتا ہے' اس طرح ماضی و مستقبل کے متعلق سوچنے' نئی چیزوں کو سیکھنے' اشیاء کے درمیان تعلقات پہچاننے' اصول و قوانین کے استنباط اور نئی تحقیق و تلاش کی صلاحیت اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو زبان کی تعلیم

انسانی زندگی میں زبان کی عظیم اہمیت اور سیکھنے اور سمجھنے میں انسان کی دائمی ترقی میں اس کے کردار کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے تمام اشیاء کے ناموں کی تعلیم دی گئی:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قَالُوْا

---

[1] محمد عثمانی نجاتی' حوالہ سابق' صفحہ 258

Marfat.com

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ
الْحَكِيْمُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ
اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔

(بقرہ۵۔۳۱'۳۳)

(اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تمہارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ" انہوں نے عرض کیا "نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے' حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں" پھر اللہ نے آدم سے کہا "تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ" جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرمایا "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہیں اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔)

اشیاء کے نام انہوں نے سیکھے' یعنی وہ "کلمات" سیکھے جو اپنے مفاہیم اور کلی معانی کی جانب اشارہ کرتے ہیں' ہم جب حیوانات کے ایک مخصوص مجموعہ کے لئے "گھوڑا" کا لفظ بولتے ہیں تو ایسا لغوی اشارہ ہم استعمال کرتے ہیں جو ایک خاص مفہوم یا کلی معنی پر دلالت کرتا ہے' جس کا انطباق تمام گھوڑوں پر ہوتا ہے' اس طرح ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ کا قول "اللہ نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے" کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آدم علیہ السلام کو زبان سکھائی جس سے وہ تمام اشیاء کے نام لیتے تھے۔ یعنی انہیں وہ نام بتائے جو مفاہیم کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

سیکھنا "نام" ہے جو ایک مخصوص مفہوم یعنی ان تمام صفات اور خصائص کی معرفت کو بتاتا ہے جن میں اس مفہوم کے تحت آنے والی نوع کے تمام افراد شامل ہوتے ہیں' جب ہم لفظ "گھوڑا" بولنا سیکھتے ہیں تاکہ اس لفظ سے تمام گھوڑوں کی جانب اشارہ

Marfat.com

کریں تو اس میں یہ بات بھی شامل ہوتی ہے کہ ہم یہ سیکھ چکے ہیں کہ وہ تمام گھوڑے جنہیں ہم نے دیکھا ہے، مخصوص صفات کے اندر مشترک ہیں، اس لیے قول الٰہی "اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے" سے ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان اشیاء کی صفات، خواص اور افعال بھی سکھائے[۱]۔

تعلیم کے جس عمل سے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام گزرے، آپ کے بعد آپ کی ذریت کے سارے افراد اس سے گزرتے ہیں، انسان اپنے بچپن سے مشاہدہ کرتا ہے کہ کچھ چیزیں بعض خصوصیات میں باہم مشابہ ہوتی ہیں، اور دوسری خصوصیات میں باہم مختلف۔ انسان اپنے گرد و پیش کی تمام اشیاء کا ادراک اس طور پر نہیں کر سکتا کہ ہر شے اپنی جگہ مستقل و علاحدہ ہو، بلکہ ان بہت ساری اشیاء کے ادراک کو بسیط بنا کر بعض خصوصیات میں مشترک اشیاء کو ایک مخصوص نوع یا مجموعہ قرار دے کر ان کا ایک مقررہ مفہوم بنا لیتا ہے، اور ان کے لیے ایک مخصوص نام طے کر لیتا ہے، اس نام سے اس نوع کے تمام افراد کو مخاطب کرتا ہے، اس طرح انسان اشیاء کی پیچیدگی اور کثرت کو قلیل بنانے کے لیے اشیاء کی تقسیم بندی کرتا جاتا ہے، اور چند اشیاء کے لیے ایک مفہوم طے کر کے اس مفہوم کو بتانے والا ایک "نام" مقرر کر لیتا ہے، زبان سیکھنے کی قدرت نے مفاہیم کی تشکیل، فکری عمل میں ان کے استعمال اور نئی معلومات کی تعلیم میں انسان کی مدد کی۔[۲] تفکیر میں مفاہیم کے استعمال اور ان مفاہیم کی جانب اشارہ کرنے کے لیے رموز کے بطور الفاظ کے استعمال کے ذریعہ رمزی طریقہ پر تمام اشیاء کا ادراک انسان کے لیے ممکن ہو سکا۔ اسی طرح تحلیل و ترکیب، موازنہ و تمیز، تعلقات کی دریافت اور اصول و قوانین کے استخراج کے عمل کی صلاحیت نے تیز رفتار پر علمی تحقیق و ترقی میں انسان کی مدد کی۔

انسان کی زندگی میں سیکھنے کی اہمیت کے اظہار کے لیے قرآن کریم کی نازل ہونے

---

[۱] علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ نے انہیں تمام اشیاء ان کی ذات، صفات اور افعال سکھائے، تفسیر ابن کثیر 76-75

[۲] محمد عثمان نجاتی، حوالہ سابق صفحہ 253

Marfat.com

والی سب سے پہلی سورت میں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے' انسان پر اللہ کے فضل کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کو زبان کے سیکھنے' پڑھنے' لکھنے' تحصیل علم اور صنعت سازی کی صلاحیت' ہدایت اور ایمان اور بہت ساری ان چیزوں سے آراستہ کیا جن سے پہلے وہ نا آشنا تھا' ارشاد ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ' خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ' اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ' الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ' عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔ (علق۔۱'۵)

(پڑھو اے نبی' اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا' جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی' پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔)

زبان کے تعلم اور مافی الضمیر کے اظہار میں اس کے استعمال کی قدرت کے ذریعہ جانوروں سے انسان کے امتیاز کو سراہتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۔ (رحمن۔۴)

(اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔)

فیصلہ اور اختیار کی صلاحیت

اللہ تعالیٰ نے ابا آدم اور اماں حوا علیہما السلام کو زندگی کے بعض مفید عمل کی بھی تعلیم دی' جو مادہ اور روح سے تشکیل کردہ ان کی طبعی ساخت اور روح و جسم کے مطالب کے درمیان پیدا ہونے والی کشمکش سے ہم آہنگ ہو' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فیصلہ اور اختیار و انتخاب کی صلاحیت دی' اور اپنے انتخاب و فیصلہ کی ذمہ داری ان کے دوش پر ڈالی' وہ اس طرح کہ انہیں درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا:

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي

Marfat.com

الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ
كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔

(بقرہ۔ ۳۵'۳۷)

(پھر ہم نے آدم سے کہا کہ "تم اور تمہاری بیوی' دونوں جنت میں رہو اور یہاں بہ فراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے' آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے' ہم نے حکم دیا کہ "اب تم سب یہیں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے' اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی' جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔)

واضح بات ہے کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی تربیت اور آئندہ زمین پر زندگی گزارنے کی تیاری کے لیے یہ تعلیم ضروری تھی' اللہ کے علم میں پہلے سے وہ طے شدہ تھا' زمین کی زندگی میں انہیں بہت سارے ایسے مواقع کا سامنا کرنا تھا جن میں ایک موقف اپنانے' کوئی فیصلہ کرنے اور متعدد متبادل میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کرنے کی ضرورت تھی۔ اور اپنے اختیار و فیصلہ کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر آتی تھی۔

قرآن میں تعلّم کے طریقے

انسان مختلف طریقوں سے سیکھتا ہے' کبھی نقل و تقلید سے سیکھتا ہے' بچے عام طور پر اپنے والدین کی نقل کرتے ہیں' اور بہت ساری عادات و طرز عمل ان سے ہی سیکھتے ہیں' عملی تجربہ' کوشش اور غلطی کے ذریعہ بھی انسان مشکلات زندگی کے مفید اور امور معاش میں نفع بخش حل سیکھتا ہے اور تفکیر و عقلی استدلال کی راہ سے بھی وہ سیکھتا ہے۔

نقل و تقلید

زندگی کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں انسان بہت ساری عادات اور طرز عمل اپنے والدین اور بھائیوں کی تقلید و نقل کر کے سیکھتا ہے' مثلاً زبان سیکھنے کے عمل میں والدین

Marfat.com

اور بھائی وغیرہ جو آواز اور صوتی ٹکڑے بار بار بچہ کے سامنے دہراتے ہیں۔ ان کی نقل کر کے بچہ زبان سیکھتا ہے' اسی طرح ماں باپ اور بھائی بہن بچوں کو کھڑا کرتے اور پاؤں و پنڈلی کو حرکت دینا اور چلانا سکھاتے ہیں جن سے بچہ چلنا سیکھتا ہے' اسی طرح اپنے افراد خاندان کی تقلید و نقل کر کے بہت ساری عادات اور افعال انسان سیکھتا ہے۔

قرآن ایک مثال سے واضح کرتا ہے کہ تقلید کے ذریعہ کس طرح انسان سیکھتا ہے' وہ بتاتا ہے کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا اور سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنے بھائی کی لاش کے ساتھ کیا معاملہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جس نے زمین کھود کر دوسرے مردہ کوے کو اس میں دفن کر دیا' یہ دیکھ کر قابیل نے اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ سیکھا:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ۔

(مائدہ ۵۔۳۱)

(پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے یہ دیکھ کر وہ بولا "افسوس مجھ پر! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا۔ اس کے بعد وہ اپنے کئے پر بہت پچھتایا۔)

چونکہ انسان تقلید کا رجحان رکھتا ہے اور تقلید کے ذریعہ بہت کچھ سیکھتا ہے اس لیے تعلیم و تربیت کے اندر اسوہ حسنہ اور عمدہ نمونہ کی بہت اہمیت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے اسوہ حسنہ اور بہترین آئیڈیل تھی۔ صحابہ آپ سے عبادات کے طریقے سیکھتے' وہ آپ کو وضو کرتے' نماز پڑھتے اور شعائر حج ادا کرتے دیکھتے پھر اس طرح خود بھی عمل کرتے۔ حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے منبر پر نماز ادا کی' نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: "لوگو! میں نے ایسا اس لیے کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو

ل مختصر صحیح مسلم' حافظ منذری' حدیث نمبر 408

اور مجھ سے نماز سیکھو۔"ل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ علیہ السلام کی ذات قدوہ حسنہ سے نہ صرف شعائر عبادات سیکھتے بلکہ حسن کردار' مکارم اخلاق اور عام انسانی معاملات کے آداب بھی سیکھتے۔ قرآن نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان سے سیکھنے کی ہدایت دی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ (احزاب۔۲۱)

(درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے' ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔)

قرآن نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی طرح مشرکین سے اپنی برات کا اظہار کریں اور ان کی ہی طرح اپنے مشرک رشتہ داروں سے گہری دوستی نہ رکھیں:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ۔ (ممتحنہ۔۴)

(تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو' قطعی بیزار ہیں' ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔")

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ (ممتحنہ۔۶)

(انہی لوگوں کے طرز عمل میں تمہارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور روز آخر کا امیدوار ہو۔ اس سے کوئی

Marfat.com

منحرف ہو تو اللہ بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔)

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ انبیاء سابقین کی اتباع کرتے ہوئے عقیدہ توحید اور فضائل کی راہ پر چلتے رہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔

(انعام-۹۰)

(اے نبی! وہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے' انہی کے راستے پر تم چلو۔)

اسوۂ حسنہ کی پیروی سے حسن سلوک اور مکارم اخلاق کی تعلیم حاصل ہوتی ہے' جس طرح غلط آئیڈیل سے غلط سلوک و برے اخلاق سیکھے جاتے ہیں' چوتھی فصل میں فکری جمود پر گفتگو کے ضمن میں ہم بتا چکے ہیں کہ باپ دادا کی اتباع اور ان کے رسوم و اطوار کی پابندی تمام ادوار میں انبیاء کی دعوت قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی رہی ہے۔

علمی تجربہ' سعی و خطا

مشکلات زندگی کے مقابلہ اور نبرد آزمائی و دریافت حل میں علمی تجربہ سے بھی انسان سیکھتا ہے' زندگی میں ہمیشہ ہی انسان کو نئے نئے حالات کا سامنا رہتا ہے جن سے عہدہ برآ ہونے کے طریقے وہ سیکھتا رہتا ہے' ایسے نئے مواقع پر مختلف جوابی عمل اپنانے کی وہ کوشش کرتا ہے' کچھ میں اس سے غلطی ہوتی ہے اور بسااوقات وہ درست بھی ہوتا ہے۔ اس طرح انسان اس راہ سے جسے ماہرین نفسیات "سعی و خطا" کا نام دیتے ہیں۔ نئے حالات کے تئیں نئے موقف اور عملی زندگی میں پیش آمدہ مشکلات کے مقابلہ میں نئے حل سیکھتا رہتا ہے۔

قرآن کریم نے بیشتر آیات میں "سیر فی الارض" اور کائنات کی آیات خداوندی میں غور و فکر کی ترغیب دی ہے۔ پانچویں فصل میں ایسی متعدد آیات ہم پیش کر چکے ہیں' کائنات اور مخلوقات الٰہی پر غور و فکر کی قرآنی ترغیب اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ اشیاء پر غور' عملی زندگی میں ان کے تجربات' کائنات اور مخلوقات و واقعات کے ساتھ عملی تعلق کے ذریعہ سیکھنے کی دعوت کافی اہتمام کے ساتھ قرآن نے انسان کو دی ہے۔ خواہ یہ سیکھنا عملی تجربہ اور سعی و خطا کی راہ سے ہو یا غور و فکر کی راہ سے' جس پر آئندہ ہم گفتگو کریں

Marfat.com

گے۔

زندگی میں عملی تجربہ سے سیکھنے کی اہمیت کی جانب نبی کریم ﷺ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھجور کے باغ میں لوگوں کے پاس سے گزرا' آپ نے پوچھا' یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ بتایا گیا کہ بار آوری کر رہے ہیں' نر کو مادہ میں ڈال کر بار آور بنا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کوئی فائدہ ہوگا' لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس عمل کو ترک کر دیا' رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: اگر اس کام سے انہیں فائدہ ہوتا ہو تو کریں' وہ میری ایک رائے تھی' اس پر عمل تمہارے لیے ضروری نہیں ہے' ہاں اگر اللہ کی طرف سے کچھ بتاؤں تو اس کو مضبوطی سے پکڑو میں اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔" [۱] ایک دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا "تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات سے زیادہ واقف ہو۔ [۲] " اس جانب اشارہ ہے کہ عملی تجربہ کے ذریعہ نئے مواقف اور پیش آمدہ مسائل کے نئے حل کی تعلیم انسان کو حاصل ہوتی رہتی ہے' عملی تجربہ' کوشش اور غلطی کے ذریعہ سیکھنے کی اسی قسم کی جانب قرآن اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ۔ (روم-۷)

(لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں۔)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ وہ اپنے معاش اور دنیا کے امور کو جانتے ہیں' زراعت اور کٹائی کے اوقات' شجر کاری اور تعمیر کے طریقوں سے وہ واقف ہیں' [۳] اسی کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رقم طراز ہیں: یعنی بیشتر لوگوں کا علم صرف دنیا' اس کی کمائی اور اس کے امور تک محدود ہے۔ کسب معاش میں وہ بڑے ماہر اور ذہین ہوتے ہیں۔ [۴]

---

[۱] صحیح مسلم مع شرح نووی' کتاب الفضائل 15/116-117

[۲] حوالہ سابق صفحہ 118 [۳] تفسیر قرطبی 14-7 [۴] تفسیر ابن کثیر 3/427

Marfat.com

تفکیر

تفکیر کی راہ سے بھی انسان سیکھتا ہے' جب کسی مخصوص مسئلہ کے حل کے لیے انسان غور و فکر کرتا ہے تو وہ درحقیقت ایک قسم کی ذہنی سعی و خطا کا عمل کرتا ہے' درپیش مسئلہ کے لیے مختلف حل وہ اپنے ذہن میں لاتا ہے۔ پھر غلط اور غیر مناسب حل کو چھوڑ دیتا ہے' اور جس حل کو مناسب و درست تصور کرتا ہے اپنا لیتا ہے' اس طرح غور و فکر کے ذریعہ اپنے مسائل کے نئے نئے حل وہ سیکھتا ہے' اشیاء اور واقعات کے درمیان ربط و تعلق دریافت کرتا ہے' نئے نظریات و اصول مستنبط کرتا ہے اور نئی تحقیقات و ایجاد تک رسائی حاصل کرتا ہے' اسی لئے کچھ جدید ماہرین نفسیات غور و فکر کے عمل کو "اعلیٰ تعلیم کے عمل" کا نام دیتے ہیں۔

مباحثہ' تبادلہ خیالات اور اہل رائے سے مشورہ بھی غور و فکر کے عمل میں معاون بنتا ہے جس سے حقیقت کی رسائی اور مشکلات کے مطلوبہ حل تک پہنچ ہوتی ہے۔ قرآن نے مشورہ کی ترغیب دی ہے اور مشورہ شعار مومنوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (شوریٰ۔۳۸)

(جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں' ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ اہل رائے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کریں:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ (آل عمران۔۱۵۹)

(اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو۔)

قرآن کریم نے مشرکین کے ساتھ مباحثہ و مناظرہ کا اسلوب اپنایا ہے' عقلی دلائل پیش کر کے بت پرستی کی نامعقولیت دکھائی ہے اور اس طرح ان کی تفکیر کو چھیڑ کر بتوں کی بے حیثیتی' پستی' بے بسی اور مقام الوہیت سے فروتری کا یقین و اطمینان ان کے اندر پیدا کرنا چاہا ہے:

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا

Marfat.com

يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ وَإِن تَدْعُوهُمْ
إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ
أَنتُمْ صَامِتُونَ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ
أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ
صَادِقِينَ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ
بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ
ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ۔ (اعراف۔ ۱۹۵٬۱۹۱)

(کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں' جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ آپ اپنی مدد ہی پر قادر ہیں اگر تم انہیں سیدھی راہ پر آنے کی دعوت دو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آئیں' تم خواہ انہیں پکارو یا خاموش رہو دونوں صورتوں میں تمہارے لیے یکساں ہی رہے' تم لوگ خدا کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم بندے ہو' ان سے دعائیں مانگ دیکھو۔ یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر ان کے بارے میں تمہارے خیالات صحیح ہیں' کیا یہ پاؤں رکھتے ہیں کہ ان سے چلیں؟ کیا یہ ہاتھ رکھتے ہیں کہ ان سے پکڑیں؟ کیا یہ کان رکھتے ہیں کہ ان سے سنیں؟ اے نبی' ان سے کہو کہ "بلا لو اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔")

قرآن میں تعلیم کے اصول و مبادی

جب مخصوص اصول و مبادی موجود ہوں تو سیکھنے کا عمل آسانی و کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوتا ہے لیکن جب وہ مبادی موجود نہ ہوں تو بسا اوقات اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور کبھی ناکامی کا سامنا ہو جاتا ہے' عقیدہ توحید کی تعلیم' مومنین کی تربیت اور ان کے دلوں میں اسلامی اقدار و مبادی کی تخم ریزی کے لئے قرآن کریم کے اپنائے ہوئے طریقہ و نہج پر اگر ہم غور کریں تو چند اہم اصول و مبادی ہمیں نظر آئیں گے جنہیں

Marfat.com

سیکھنے کے عمل میں اپنا کر قرآن نے مسلمانوں کی کردار سازی اور عقائد و اقدار اسلامی کی تعلیم کا کام لیا ہے' اور ہم یہ بھی دیکھیں گے قرآن نے مسلمانوں کی روحانی تربیت کے لیے جن اصول و مبادی کو اپنایا تھا' ان کی اہمیت کا اندازہ بھی ماہرین نفسیات کو بیسویں صدی کے اوائل میں جا کر ہو سکا۔ ذیل میں ہم قرآن میں تعلیم کے مبادی پیش کرتے ہیں۔

محرک

تعلم کے اندر محرک کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر کسی مخصوص مقصد کے حصول کا محرک موجود ہو اور مناسب ماحول فراہم ہو تو مقصد تک رسائی کے صحیح طریقے سیکھنے کے لیے مطلوبہ جدوجہد صرف کرنے پر انسان تیار ہوتا ہے' جب کوئی مشکل پیش آ جاتی ہے اور اس کے حل کی شدید ضرورت کا احساس ہو جاتا ہے تو عموماً وہ اس کے حل کے لیے متعدد کوششیں کرتا ہے' اور بالآخر اس کا درست حل دریافت کر لیتا ہے' انسان اور حیوان پر کئے گئے متعدد جدید تجرباتی تحقیقات سے بھی سیکھنے کے عمل میں محرک کی اہمیت کا پتہ چلا ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کی روحانی تربیت میں مختلف اسالیب اپنا کر تعلم کے محرکات ان کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ترغیب اور ترہیب کے طریقے اپنائے' شوق انگیزی کے قصے بیان کئے' نیز زندگی میں پیش آتے رہنے والے ان اہم واقعات کا ذکر کیا ہے جو محرکات اور تاثرات کو برانگیختہ کرتے اور ان سے عبرت پذیری سیکھنے کے قابل بناتے ہیں۔

الف۔ ترغیب و ترہیب کے ذریعہ محرک کو ابھارنا

جب انسان کے اندر کسی مقررہ مقصد کے حصول کے لیے طاقتور محرک موجود ہوتا ہے تو اس مقصد کا حصول ثواب اور اجر محسوس ہوتا ہے جس سے لذت' مسرت اور خوشی کا احساس ہوتا ہے اور مقصد میں ناکامی ایک قسم کی سزا محسوس ہوتی ہے جو تکلیف و تنگی و ناپسندیدگی کا احساس پیدا کرتی ہے' انسان اور حیوان فطری طور پر ایسی چیز کی جانب مائل ہوتے ہیں جو اس کے لیے لذت انگیز ہو اور الم انگیز چیز سے ان کی طبیعت میں نفور ہوتا ہے۔ اسی طرح فطری طور پر انسان ایسے موقف و اعمال سیکھنے کا رجحان و میلان رکھتا ہے

Marfat.com

جو ذریعہ حصول ثواب ہوں۔ اور ان امور و افعال سے گریزاں ہوتا ہے جو ناکامی یا سزا کا سبب ہوں۔ ماہرین نفسیات کی جانب سے کیے گئے متعدد تجربات سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

قرآن کریم نے عقیدہ توحید کی دعوت دیتے ہوئے محرکات کو ابھارا ہے' اس ثواب کی ترغیب دی ہے جس سے مومنین جنت میں فیض یاب ہوں گے اور عذاب الیم سے ڈرایا ہے جس سے جہنم کی آگ میں کفار دوچار ہوں گے' جنت کی نعمتوں کا شوق انگیز تذکرہ دلوں میں ان کے حصول کی جوت جگاتا ہے اور انہیں تقویٰ' عبادات میں اخلاص' عمل صالح' جہاد فی سبیل اللہ اور مرضیات الٰہی سے آراستگی پر ابھار کر مکینان جنت میں شامل ہونے کی امید ان میں پیدا کرتا ہے' جہنم کے عذاب و سزا کا تذکرہ اس عذاب الیم کی ہیبت و دہشت دلوں میں پیدا کرتا ہے جو مشرکین و منافقین اور احکام الٰہی کے نافرمانوں کے لیے مقرر ہے اور انہیں گناہ و معصیت اور منہیات الٰہی سے گریز پر ابھار کر عذاب جہنم سے گلوخلاصی کی امید دلوں میں پیدا کرتا ہے' اس طرح مسلمانوں کے اندر دو طاقتور محرکات موجود تھے' ایک محرک انہیں عبادات کی ادائیگی' احکام کی بجا آوری اور احکام شریعت کی پابندی پر آمادہ کرتا تھا اور دوسرا انہیں گناہ و معاصی اور منہیات شریعت سے دور رکھتا تھا' یہ دو طاقتور' کامل اور یکساں مقصد رکھنے والے محرکات نے انہیں ایسا بنا دیا تھا کہ اللہ و رسول کی مکمل اطاعت' تمام فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی' زندگی کے نئے اسلامی نظام اور غور و فکر اور عمل کے نئے زاویئے کے تعلم اور اللہ و رسول کی ہر ممنوع کردہ چیز سے دوری پر عمل آوری کے لیے وہ ہمیشہ بھرپور استعداد اور پوری تیاری کے عالم میں ہوتے تھے۔

قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت اسلامی کی قبولیت کے لیے محرکات کو ابھارتے وقت قرآن عذاب جہنم کے خوف و ترہیب پر تنہا اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ ساتھ ہی جنت کی نعمتوں کا شوق بھی دلاتا ہے' کیونکہ کردار سازی کے مطلوبہ مقصد کی تکمیل میں تنہا ترغیب یا تنہا ترہیب مفید نہیں ہوتی' صرف ترہیبی اسلوب بسا اوقات دل پر دہشت کے پردے ڈال کر رحمت الٰہی سے مایوسی پیدا کر دیتا ہے' اسی طرح تنہا ترغیبی اسلوب کی وجہ سے کبھی رحمت الٰہی کی امید کا غلبہ ہو جاتا ہے اور دل میں سستی و غفلت اور لاپرواہی پیدا

Marfat.com

ہو جاتی ہے اور اللہ سے وہ تمنائیں کی جانے لگتی ہیں جو درست نہیں ہیں [1] اسی مفہوم کی طرف اشارہ درج ذیل فرمان نبوی میں ہے' ایمان صرف تمناؤں کا نام نہیں ہے بلکہ جو دل میں جاگزیں ہو جائے اور عمل اس کی تصدیق کرے وہ ایمان ہے۔ کچھ لوگوں کو مغفرت کی تمنائیں ایسا غافل رکھتی ہیں کہ دنیا سے کوچ کرتے وقت ایک بھی نیکی ان کے پاس نہیں ہوتی' کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر حسن ظن رکھتے ہیں' وہ جھوٹے ہیں' اگر انہیں اللہ پر حسن ظن ہوتا تو ضرور اس کے لیے اچھے اعمال کرتے۔[2]

اسی لیے قرآن کریم نہ صرف ترہیب پر اکتفا کرتا ہے' اور نہ تنہا ترغیب کا سہارا لیتا ہے' بلکہ عذاب الٰہی کا خوف اور رحمت و ثواب الٰہی کی امید دونوں سے کام لیتا ہے' انبیاء اور صلحاء کے ذکر میں بھی قرآن اسی امر کی وضاحت کرتا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ۔ (انبیاء۔۹۰)

(یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔)

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (سجدہ۔۱۶)

(ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں' اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔)

خوف و امید کا یہ امتزاج نئے اسلامی نظام زندگی' اس کے عقائد و اقدار اور نئے اسلوب پر غور کرنے اور انہیں سیکھنے کا طاقتور محرک مسلمانوں کے اندر بڑی آسانی سے پیدا کرتا ہے' ذیل میں چند آیات بطور مثال پیش کی جاتی ہیں' جن میں اہل ایمان کے لیے

---

[1] محمد سعید رمضان بوطی' منہج تربوی فرید فی القرآن' مجلہ الوعی الاسلامی کویت' ساتواں سال' شمارہ 81' اکتوبر 1971' صفحہ 74-75

[2] بہی خولی' حوالہ سابق صفحہ 185

Marfat.com

بشارت جنت اور اہل کفر کے لیے آخرت میں سزا و عذاب کا ذکر ہے۔

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ، وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحَابُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ۔ (بقرہ ۵۔ ۸۱، ۸۲)

(آخر تمہیں دوزخ کی آگ کیوں نہ چھوئے گی؟ جو بھی بدی کمائے گا اور اپنی خطاکاری کے چکر میں پڑا رہے گا، وہ دوزخی ہے اور دوزخ ہی میں وہ ہمیشہ رہے گا اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔)

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ، ثُمَّ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِھَادُ لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خَالِدِیْنَ فِیْھَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔ (آل عمران ۔ ۱۹۶، ۱۹۸)

(اے نبی، دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکہ میں نہ ڈالے، یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے، پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے، برعکس اس کے جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کی طرف سے یہ سامان ضیافت ہے ان کے لیے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لیے وہی سب سے بہتر ہے۔)

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْھِمْ نَارًا کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ

Marfat.com

خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا۔ (نساء۔۵۶'۵۷)

(جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں' اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو مان لیا اور نیک عمل کئے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی' اور انہیں ہم گھنی چھاؤں میں رکھیں گے۔)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا اُوْلٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ۔ (مائدہ۔۹'۱۰)

(جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگزر کیا جائے گا اور انہیں بڑا اجر ملے گا' رہے وہ لوگ جو کفر کریں اور اللہ کی آیات کو جھٹلائیں' تو وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔)

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحَاتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلٰى۔ (طہ۔۷۴'۷۵)

(حقیقت یہ ہے کہ جو مجرم بن کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گا اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ نہ جئے گا نہ مرے گا' اور جو اس کے حضور مومن کی حیثیت سے حاضر ہو گا' جس نے نیک عمل کئے ہوں گے ایسے سب لوگوں کے لیے درجے بلند ہیں۔)

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيَاتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ

Marfat.com

الْجَحِيْمِ۔ (حج۔ ۵۰،۵۱)

(پھر جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لیے مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔ اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے یار ہیں۔)

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (حج۔ ۵۶،۵۷)

(اس روز بادشاہی اللہ کی ہو گی' اور وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا' جو ایمان رکھنے والے اور عمل صالح کرنے والے ہوں گے وہ نعمت بھری جنتوں میں جائیں گے' اور جنھوں نے کفر کیا ہو گا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہو گا ان کے لیے رسوا کن عذاب ہو گا۔)

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ۔ (روم۔ ۱۴،۱۲)

(جس روز وہ ساعت برپا ہو گی' اس دن (سب انسان) الگ گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں وہ ایک باغ میں شاداں و فرحاں رکھے جائیں گے اور جنھوں نے کفر کیا ہے اور ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ہے وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔)

قرآن کریم نہ صرف آخرت میں مومنوں کے لیے نعمت جنت اور کفار کے لیے عذاب جہنم کا ذکر کرتا ہے بلکہ خود اس دنیا میں بھی اہل ایمان کے لیے خیر و بھلائی اور اہل کفر کے لیے تکلیف دہ عذاب کا تذکرہ کرتا ہے' دنیاوی زندگی میں مومنین کے لیے خیر کی مثالیں مندرجہ ذیل آیات میں ہیں:

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

Marfat.com

مُجْرِمِيْنَ۔ (ھود۔ ۵۲)

(اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا، مجرم بن کر (بندگی سے) منہ نہ پھیرو۔)

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔ (نوح۔ ۱۰،۱۲)

(میں نے کہا "اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہاری لیے نہریں جاری کر دے گا۔)

اور کفار کو پہنچے والے عذاب کا ذکر ذیل کی آیات میں ہے:

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (رعد۔ ۳۱)

(جن لوگوں نے خدا کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کر رکھا ہے ان پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہتی ہے یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی ہے، یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آن پورا ہو یقیناً اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔)

وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ۔ (ھود۔ ۹۴)

(آخر کار جب ہمارے فیصلہ کا وقت آگیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب اور اس کے ساتھی مومنوں کو بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک سخت دھماکے نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و

Marfat.com

حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے۔)

کچھ دیگر آیات کے اندر دنیا اور آخرت دونوں میں مومنین کے ثواب اور کفار کے لیے سزا کا ذکر ہے، مثلاً:

فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (آل عمران۔ ۱۴۸)

(آخرکار اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب بھی دیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت بھی عطا کیا۔ اللہ کو ایسے ہی نیک عمل لوگ پسند ہیں۔)

لَهُمْ عَذَابٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ۔ (رعد۔ ۳۴)

(ایسے لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی ہی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے کوئی ایسا نہیں جو انہیں خدا کے عذاب سے بچانے والا ہو۔)

ب۔ قصوں کے ذریعے محرک کو ابھارنا

محرک تعلم کو ابھارنے کے لیے قرآن کریم نے قصوں سے ایک اہم وسیلہ کا کام لیا ہے کیونکہ قصے، سننے والوں کے اندر شوق اور قصے کے واقعات کے جائزہ و مطالعہ کی جانب توجہ پیدا کرتے ہیں، قصوں کے ذریعہ عقائد سے متعلق دینی مقاصد اور عبرت و حکمت کی جو تعلیم قرآن کریم مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے، انہیں بھی درمیان میں بیان کرتا چلتا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

(یوسف۔ ۱۱۱)

(اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔)

قرآنی قصوں کے اندر ایسا حسن و جمال پایا جاتا ہے جو دلوں کی گہرائیوں میں اور وجدان کے اندر دینی مقاصد کو اتارتا چلا جاتا ہے۔ [1]

کچھ قصوں میں قرآن کا اسلوب یہ ہوتا ہے کہ ابتداء وہ قصہ کا خلاصہ بیان کر دیتا

Marfat.com

ہے' پھر تفصیل کے ساتھ ابتداء سے انتہا تک قصہ سناتا ہے' اصحاب کہف کے قصہ میں یہی اسلوب اپنایا گیا ہے' تفصیلات میں جانے سے قبل قصہ کا خلاصہ بیان کرنے سے سننے والوں کے اندر مزید شوق اور تفصیلات کی جانب توجہ و اہتمام پیدا ہو جاتا ہے۔ [۲]

کچھ قصوں میں سب سے پہلے قصہ کا نتیجہ اور روح بیان کر دی جاتی ہے پھر تفصیلات بتائی جاتی ہیں' سورہ القصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس کی مثال ہے' یہ اسلوب بھی شوق کو انگیز کرتا ہے اور نتیجہ کی وجہ جاننے کے لیے تفصیلات کی طرف جانے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ [۳]

ج۔ اہم واقعات کا تذکرہ

محرک اور توجہ کو ابھارنے میں اہم واقعات اور حوادث بھی بڑا رول ادا کرتے ہیں جو وجدان انگیز' توجہ خیز اور موثر ہوا کرتے ہیں' اور عموماً جو لوگوں کی زندگی میں جب پیش آتے ہیں تو لوگ ان سے عبرت پذیری کے لیے پوری طرح تیار ہوتے ہیں' قرآن کریم نے بھی ایسے واقعات کا سہارا لیا ہے جو مسلمانوں کی عبرت پذیری کے لیے پیش آ رہے تھے' اور ان مواقع پر مسلمان فطری طور پر بیدار اور نصیحت و عبرت قبول کرنے کے لیے تیار ہوا کرتے تھے' غزوۂ حنین کا واقعہ اس کی مثال ہے' مسلمانوں کو جب اپنی کثرت تعداد و قوت کا زعم ہو گیا اور کفار کے مقابلہ اپنی فتح و نصرت کا یقین و اطمینان کرنے لگے اور یہ بھول گئے کہ نصرت تو صرف پابند مشیت الٰہی ہے' تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھانا چاہا کہ کثرت تعداد یقینی طور پر کامیابی کی ضمانت نہیں ہے' نصرت و کامرانی سے تو اللہ تعالیٰ اپنے ایمان و تقویٰ شعار بندوں کو سرفراز فرماتا ہے' خواہ ان کی تعداد تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ [۴]

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ

---

[۱] سید قطب: التصویر الفنی فی القرآن' تیسرا ایڈیشن' دارلمعارف قاہرہ 1975' صفحہ 148

[۲] حوالہ سابق صفحہ 148-149

[۳] حوالہ سابق صفحہ 149

[۴] عبدالفتاح جلال' حوالہ سابق صفحہ 119

Marfat.com

اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَيۡـًٔا وَّ ضَاقَتۡ
عَلَيۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ ، ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ
سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ اَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ
تَرَوۡهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ۔

(توبہ ۔ ۲۵، ۲۶)

(اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں۔)

تکرار

کچھ مخصوص افکار و آراء جب بار بار ذکر کئے جاتے ہیں تو ذہنوں کے اندر وہ پیوست ہو جاتے ہیں۔ جدید ماہرین نفسیات کی تحقیقات نے بھی تعلم کے اندر تکرار کی اہمیت بتائی ہے۔ تجارتی اور صنعتی ادارے بھی کسی خیال و فکر کو ذہنوں میں اتار دینے کے عمل میں تکرار و اعادہ کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں اور اپنے تجارتی سامانوں کو پھیلانے کے لیے اشتہارات و اعلانات پر خطیر رقم صرف کرتے ہیں جس کے ذریعے مخصوص افکار کو لوگوں کے سامنے بار بار پیش کر کے ان کی پسند و رجحان پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

قرآن کریم بھی عقیدہ اور غیبی امور سے متعلق جن چیزوں کو ذہنوں میں اتار دینا چاہتا ہے، بار بار انہیں پیش کرتا ہے۔ توحید، تمام مذاہب میں اللہ کی الوہیت، دوبارہ زندگی پر ایمان، قیامت کے دن، حساب، اور آخرت میں ثواب و عقاب جیسے امور کو قرآن کریم بار بار ذکر کرتا ہے تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں وہ پیوست ہو جائیں۔ عقیدہ توحید کے تکرار کی مثال دیکھئے کہ سورۂ نمل جو مکی سورہ ہے، میں ایک ہی جملہ ''کیا اللہ کے ساتھ کوئی

Marfat.com

دوسرا خدا بھی ہے؟" پانچ مرتبہ لایا گیا ہے تاکہ حقیقت دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۗ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۗ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۗ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

(نمل۔ ۶۰، ۶۴)

(بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اگائے جن کے درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے (نہیں) بلکہ یہی لوگ راہ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیئے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور (کون ہے) جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے۔ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو؟ اور کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے

Marfat.com

آگے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی یہ کام کرتا ہے' بہت بالا و برتر ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔)

توحید اور ایک خدا کی عبادت کی دعوت سورہ ھود کے اندر جو مکی سورت ہے' چار مرتبہ بیان ہوئی ہے' اپنی اپنی قوموں کے سامنے انبیاء سابقین کی دعوت توحید کو قرآن بیان کرتا ہے' حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت توحید کا تذکرہ کرتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ۔ (ھود۔ ۲۵'۲۶)

(اور ایسے ہی حالات تھے) جب ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا (اس نے کہا) میں تم لوگوں کو صاف صاف خبردار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔)

پھر حضرت ھود' حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کی اپنی اپنی قوم کو دعوت توحید کا ذکر کرتا ہے ایک ہی جملہ ایک سورہ میں تین بار لوٹ کر آتا ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ (ھود۔ ۵۰)

(اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ھود کو بھیجا' اس نے کہا اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو تمہارا کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے۔)

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ (ھود۔ ۶۱)

(اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

Marfat.com

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ (ھود۔ ۸۴)

(اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔)

سورۂ مومنون کے اندر' جو مکی سورت ہے' ایک ہی جملہ "اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے" آیت ۲۳ اور آیت ۳۲ میں دو بار آئے ہیں۔

قرآن کریم میں انبیاء کے قصے بار بار بیان کر کے ذہنوں میں یہ حقیقت راسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تمام مذاہب اللہ کی جانب سے ہیں' تاریخ کے مختلف ادوار میں لوگوں کی ہدایت' دعوت توحید اور ممانعت شرک کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے' ان کا تذکرہ کر کے کفار قریش کو بتایا گیا کہ انبیاء کی تکذیب کی وجہ سے گزشتہ قوموں کا کیا انجام ہوا' اور رسول آخرالزماں کی تکذیب پر خود ان کا کیا انجام ہوگا' سورہ قمر جو مکی سورت ہے' میں کفار کے لیے عذاب کا تذکرہ بار بار آیا ہے' اور اس طرح کفار قریش کو اس انجام سے آگاہ کیا گیا ہے جو انبیاء کی تکذیب پر اقوام سابقہ کو پیش آیا اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب پر خود انہیں پیش آئے گا۔ [1] چنانچہ اسی سورہ میں درج ذیل آیت تین بار لائی گئی ہے۔

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ۔ (قمر۔ ۳۰۔ ۲۱۔ ۱۶)

(دیکھ لو' کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

(قمر۔ ۱۷۔ ۲۲۔ ۳۲۔ ۴۰)

(ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے پھر کیا ہے کوئی نصیحت کو قبول کرنے والا؟)

سورہ مرسلات بھی مکی سورت ہے' اس میں ایک جملہ "تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے" دس مرتبہ آیا ہے' اسی سورت میں اللہ نے اپنی نعمتوں اور سزاؤں کا

---

[1] دیکھیے عبدالوہاب حمودہ' القرآن وعلم النفس' دارالقلم قاہرہ 1962' صفحہ 95-96

Marfat.com

تفصیل سے ذکر کیا' ہر نعمت کی یاد دہانی اور ہر سزا کی تذکیر کے بعد مذکورہ جملہ دوہرا گیا ہے تاکہ ان نعمتوں اور سزاؤں کا تصور دلوں میں جاگزیں ہو جائے اور کفر و تکذیب سے انہیں محفوظ رکھے' اس کے علاوہ خود یہ اسلوب انتہائی موثر اور اپیل کرنے والا ہوا کرتا ہے' اہل عرب کے کلام اور اشعار میں اس کا بکثرت رواج ہے۔ ۱؎

قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں دوبارہ اٹھائے جانے' قیامت کے دن' یوم حساب' جنت کی نعمتوں' جہنم کے عذاب' حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی تخلیق اور ابلیس کی ان دونوں سے دشمنی کے تذکرے بار بار آئے ہیں' ان سے قرآن کا مقصود دلوں میں ایمان کی پختگی اور عقائد' عبرت اور نصیحت کی جاگزینی ہے۔

قصوں کے تکرار میں ایسا نہیں ہے کہ مکمل قصے دوہرائے گئے ہیں' بلکہ سورت کے سیاق و مفہوم کی مناسبت سے قصہ کا کچھ حصہ دوہرایا گیا ہے' اور جب بھی قصہ کا کوئی ٹکڑا بیان کیا گیا ہے' عموماً اس کے اندر کوئی ایسی نئی چیز بھی لائی گئی ہے جو پہلے بیان نہیں ہوئی تھی' الفاظ میں کچھ تبدیلی یا جملوں میں تقدیم و تاخیر کر کے قصہ کے تذکرہ سے مقصود عبرت کو نمایاں کیا گیا ہے' قرآن انبیاء کے قصے تاریخ بنا کر نہیں پیش کرتا ہے جس میں تاریخی ترتیب سے واقعات بیان ہوتے ہیں' بلکہ وہ ان واقعات کے اندر موجود عبرت و نصیحت کے پیش نظر بیان کرتا ہے اسی لئے قصے کے صرف وہ حصے بیان کرتا ہے جس سے عبرت متعلق ہوتی ہے۔ ۲؎

ایک ہی تصور و فکر کو جب مختلف الفاظ اور اسلوب میں ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی جانب توجہ مبذول ہونے لگتی ہے اور وہ اکتاہٹ بھی پیدا نہیں ہوتی جو ایک مخصوص فکر کو ایک ہی شکل میں بغیر کسی تبدیلی کے بار بار پیش کرنے سے ہو جاتی ہے' جدید ماہرین نفسیات اور پروپیگنڈہ و اشتہارات کے ماہرین کی تحقیقات بھی بتاتی ہیں کہ توجہ مبذول کرنے اور اکتاہٹ سے محفوظ رکھنے کے لیے اسلوب و الفاظ میں تبدیلی بہت اہمیت رکھتی ہے' تجارتی اشتہارات سے وابستہ لوگ آج اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔

۱؎ حوالہ سابق صفحہ 96-97

۲؎ عبدالوہاب حمودہ' حوالہ سابق صفحہ 103-105

Marfat.com

تکرار سے تعلم میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے' خواہ کسی اچھی عادت کا تعلم ہو یا بری عادت کا تعلم' کوئی غلط عادت یا برا سلوک تکرار کے نتیجہ میں دلوں کے اندر مستحکم ہو جاتا ہے تو اس سے گلو خلاصی سخت جدوجہد اور مضبوط ارادے کے بغیر مشکل ہوتی ہے' اسی لیے باپ دادا کے عقائد و عمل تکرار و تسلسل کی وجہ سے مشرکین کے دلوں میں ایسا گھر کر گئے تھے کہ ان سے گلوخلاصی کوئی آسان نہیں تھی۔ قرآن کریم نے متعدد آیات میں اس جانب اشارہ کیا ہے کہ بچپن سے باپ دادا کے عقائد پر جمے رہنے کی وجہ سے مشرکین کو عقیدۂ توحید پر مطمئن کرنے میں انبیاء سابقین کو گزشتہ ہر دور میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا' گزشتہ فصل چہارم میں فکری جمود و غلطی پر گفتگو کے ضمن میں اس جانب ہم نے اشارہ کیا ہے' قرآن نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے غفلت' کفر سے وابستگی اور گناہ و معاصی کے ارتکاب میں جب تکرار و تسلسل رہتا ہے تو عقیدہ توحید کو بہ آسانی قبول کرنے کی صلاحیت انسان کے اندر باقی نہیں رہتی ہے' اس کی جانب قرآن کریم نے متعدد آیات میں "دلوں پر مہر" کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے' گزشتہ فصل چہارم میں اس پر ہم گفتگو کر چکے ہیں۔

قرآن بتاتا ہے کہ غلط عادات اور معاصی' اصرار و تکرار کے نتیجہ میں دلوں کے اندر اس طرح جم جاتے ہیں کہ عقل زنگ آلود سی ہو جاتی ہے۔ صحیح غلط کی تمیز کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے' اور ان عادات سے چھٹکارا پانا دشوار ہو جاتا ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

(مطففین - ۱۴)

(ہرگز نہیں' بلکہ ان لوگوں کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔)

اسی مفہوم کی وضاحت درج ذیل ارشاد نبوی میں ہے کہ "جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ آ جاتا ہے' دوبارہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نکتہ آ جاتا ہے' اسی طرح ہر گناہ پر دھبہ آتا جاتا ہے یہاں تک کہ دل سیاہ بکری کے رنگ کا ہو جاتا ہے" دوسری حدیث کے الفاظ ہیں "یکے بعد دیگرے گناہ سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور توبہ کی

Marfat.com

امید باقی نہیں رہتی ہے۔"[1]

توجہ

تعلیم اور علم و معرفت کے حصول میں توجہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے' اگر انسان مثال کے طور پر لکچر کی جانب متوجہ نہ ہو تو لکچر کی معلومات کا اسے ادراک نہیں ہو گا اور نیتجتاً اسے سیکھ سکے گا نہ آئندہ یاد رکھ سکے گا' اسی لیے اساتذہ اور مربی حضرات کی ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ طلبہ کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھیں تاکہ وہ اسباق کو سیکھ اور سمجھ سکیں' قرآن نے قصے بیان کر کے ان میں پوشیدہ عبرت و نصیحت کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہی ہے' معلومات کے احاطہ میں توجہ کی اہمیت کو قرآن میں سراہا گیا ہے:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَ ہُوَ شَہِیۡدٌ۔ (ق-۳۷)

(اس تاریخ میں عبرت کا سبق ہے ہر اس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو' یا جو توجہ سے بات کو سنے۔)

اس آیت سے پہلے والی آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے قریش سے قبل ایسی اقوام کو ہلاک کر دیا ہے جو قریش سے زیادہ طاقتور تھیں' پھر اس آیت میں کہا گیا کہ اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو عقل رکھتے ہیں' یا بات کو غور سے سنتے اور سمجھتے ہیں' ذہن جو توجہ کا مرکز ہے' کو حاضر رکھتے ہیں۔

توجہ کی اہمیت بتاتے ہوئے سورہ مزمل میں قرآن کہتا ہے کہ سونے کے بعد بیداری معانی قرآن کو زیادہ توجہ کے ساتھ سننے اور خوب سمجھنے کے قابل انسان کو بناتی ہے' شاید اس لیے کہ سو لینے کے بعد ذہن کو راحت و آرام مل جاتا ہے اور دوسری طرف دن کے ہنگاموں اور امور معاش کی الجھنوں سے محفوظ' رات کا ماحول پر سکون ہوتا ہے:

اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیۡلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا۔ (مزمل-۶)

(درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے بہت موزوں ہے۔)

---

[1] ابوالقاسم الحسن بن محمد بن المفضل الراغب الاصفہانی' حوالہ سابق صفحہ 97

Marfat.com

قرآن فہم اور تعلم میں توجہ کی اہمیت بتاتا ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (اعراف۔۲۰۴)

(جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو، شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے۔)

قرآن کو سننا اور اس کی جانب کان لگانا دراصل اس کے معانی و مفاہیم پر تدبر اور اس کے عقائد، تعلیمات، احکام، منہیات، نصائح اور عبرت کے تعلم کی جانب توجہ ہی کا مفہوم رکھتا ہے جو فہم و تعلم میں توجہ کی اہمیت کی جانب واضح اشارہ ہے۔

توجہ کی مرکوزیت اور تعلم کی آسانی میں مجرد معانی و مفاہیم کو بسیط و توضیحی شکل میں پیش کرنا معاون بنتا ہے، یعنی واقعاتی اور محسوس امور کے اندر ان کی تمثیل کر کے ان کا ادراک اور فہم ممکن ہوتا ہے، اسی لیے اب اساتذہ اور معلمین علمی نظریات اور قوانین و ضوابط کی تشریح میں سمعی اور بصری وسائل اور عملی تجربات سے خوب کام لیتے ہیں جس سے طلبہ کی توجہ مرتکز رہتی ہے اور مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، قصوں اور مثالوں کے ذریعہ قرآن کریم نے عقائدی امور کو مجسم شکل میں پیش کر کے دعوت اسلامی کو انسانی ذہنوں کے قریب کرنا چاہا ہے، قرآن کے قصوں کو سننے والا اپنے سامنے واقعات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔[۱] جس کی وجہ سے ان واقعات پر اس کی توجہ مرکوز ہو جاتی ہے جو اس کے خیال و تصوف کے پردہ پر پے در پے آ رہے ہیں، قرآن کے امثال بھی یہی رول ادا کرتے ہیں، معانی کو مجسم و محسوس شکل میں ذہنوں کے اندر لے آتے ہیں جس سے ان کے فہم و ادراک میں آسانی ہوتی ہے۔[۲] اس کی ایک مثال سورہ ابراہیم میں دیکھئے، ایمان کے بغیر دنیا میں نیک اعمال کی عدم افادیت کی تشبیہ اللہ تعالیٰ ایسی راکھ سے دیتا ہے جسے سخت آندھی کے دن تیز ہوا اڑا رہی ہو اور انسان کے لیے اسے پکڑنا ناممکن ہو:

---

[۱] محمد علی تسخیری، حوالہ سابق صفحہ141-142، سید قطب حوالہ سابق صفحہ62-73

[۲] محمد علی تسخیری حوالہ سابق صفحہ142-143

Marfat.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﴿اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ۔ (ابراھیم-۱۸)

دوسری مثال وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی تشبیہ ایسے پاکیزہ درخت سے دی ہے جو اپنے پاکیزہ پھلوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پیوست ہوتی ہیں، اور شاخیں آسمان سے بات کر رہی ہوتی ہیں، اور جو اللہ کی مرضی سے ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، کلمہ توحید مومن کے دل میں اسی طرح مستحکم ہوتا ہے، اس کے پاکیزہ اعمال اللہ تعالیٰ تک پہنچ رہے ہوتے ہیں، اور ہر وقت اللہ کا ثواب اور برکت اسے حاصل رہتی ہے، اور کلمہ خبیثہ کی تشبیہ اس خبیث درخت سے دی گئی ہے جو زمین سے اکھڑ گیا ہو اور کوئی استحکام نہ رہ گیا ہو، کلمہ باطل اسی طرح غیر مستحکم و بے بنیاد ہوتا ہے۔ [1]

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ (ابراھیم-۲۴،۲۶)

(کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اس لیے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک بدذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اس کے لیے کوئی استحکام نہیں ہے۔)

ایسی ہی ایک مثال سورہ رعد کے اندر بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ

---

[1] المنتخب فی تفسیر القرآن صفحہ 368

Marfat.com

حق باقی رہتا ہے اور باطل زائل ہو جاتا ہے۔ بقاء حق اور زوال باطل کی تشبیہ نہروں میں بہنے والی چیزوں سے دی گئی ہے کہ جو لوگوں کے لیے مفید ہوتی ہے' باقی رہتی ہے اور جو غیرنافع ہوتی ہے جیسے جھاگ' وہ سطح آب پر آکر ختم ہو جاتی ہے' اس کی دوسری تشبیہ آگ میں تپائی جانے والی معدنی اشیاء سے دی ہے کہ لوگوں کے لیے نفع بخش چیزیں' جیسے سونا و چاندی جن سے زیورات بنائے جاتے ہیں اور لوہا و پیتل جن سے آلات و مفید ساز و سامان تیار کئے جاتے ہیں' وہ باقی رہتی ہیں' اور غیرنافع چیزیں اوپر آجاتی ہیں' جنہیں نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ۔

(رعد۔۱۷)

(اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئے اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی اٹھتے ہیں جنہیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اس مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے وہ ٹھہر جاتی ہے اسی طرح اللہ اپنی مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔)

قرآن کی کچھ سورتوں کی ابتداء الم' الر' المر' کھیعص' طسم' وغیرہ الفاظ سے ہوئی ہے' مفسرین نے ان کی مختلف تفسیریں نقل کی ہیں' ایک قول یہ بھی ہے کہ سماعت قرآن کی جانب مشرکین کی توجہ مبذول کرنا ان سے مقصود ہے' کیونکہ ان کے اندر ایک خاص قسم کی آواز ہے' مشرکین نے قرآن سننے پر ایکا کر لینا چاہا تھا' ان حروف سے آغاز نے انہیں گوش برآواز کیا اور جب متوجہ ہوئے تو انہی حروف سے بنے ہوئے کلمات انہیں سنائے گئے۔ [1]

Marfat.com

توجہ مبذول کرنے کے لیے بعض مکی سورتوں کے آغاز میں قلم کی قسم کھائی گئی ہے، پچیس سورتوں کی ابتداء قسم سے ملتی ہے، مثال کے طور پر والصافات، و الذاریات، والطور، والنجم، و السماء، ذات البروج، والسماء، والطارق، والفجر، والعصر وغیرہ سورتیں، یہ اسلوب بھی قرآن کی سماعت کی جانب توجہ مبذول کراتا ہے، "قسم سے آغاز اس لیے بھی اپنی جانب توجہ مبذول کرتا ہے کہ قسم کی ایک گونہ دہشت سننے والے کے گوش پر پڑتی ہے، اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سننے والے کے اندر اگلی بات سننے کے لیے نفسیاتی آمادگی پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ آگے کہی جانے والی بات بھی قسم پر مبنی ہوتی ہے اور قسم ہیبت انگیز بن جاتی ہے، جدلیاتی اور مباحثاتی اسلوب کے مقابلہ یہ اسلوب آغاز سامع پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔" ؎۲

اسلوب قرآن جو اعجاز بلاغت اور موزوں اثر آفرینی رکھتا ہے، وجدان کو اپیل کرتا ہے، توجہ مبذول کرلیتا ہے، قرآنی الفاظ اپنے معانی کے ساتھ ایسا دلکش آہنگ پیدا کرتے ہیں جو معانی الفاظ کے علاوہ علاحدہ صوتی پہلو رکھتے ہیں، اور الفاظ کی آواز جب کان تک پہنچتی ہے، معنی نگاہوں میں مجسم ہو جاتا ہے ؎۳ یہ اسلوب جاذب توجہ ہونے کے ساتھ قرآنی منظر کا احساس دل کے اندر پیدا کر کے فہم و ادراک میں معاون بنتا ہے۔

عملی مشق

عملی چیزوں کی تعلیم کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انسان ان کی عملی مشق کرے، مشق کے ذریعہ ان پر دسترس حاصل کرے، عملی مشق کی ضرورت صرف عملی چیزوں ہی میں نہیں بلکہ نظریاتی علوم، بااخلاق کردار، فضائل و اقدار اور سماجی طرز زندگی کے آداب سیکھنے میں بھی ہوتی ہے، اپنی کوشش اور مشق کے ذریعہ انسان بہت جلد اسے سیکھ لیتا ہے اور مہارت پیدا کرلیتا ہے، ایک تجرباتی تحقیق سے بھی یہ واضح ہوا کہ جو افراد بذات خود الفاظ اور جملوں کو ادا کرتے ہیں وہ بہت جلد انہیں یاد کرلیتے ہیں جبکہ جو افراد الفاظ اور

؎۱ تفسیر ابن کثیر 37/1۔ تفسیر منار 122/1

؎۲ عبدالوہاب حمودہ، حوالہ سابق، صفحہ 16-17

؎۳ محمد علی تسخیری، حوالہ سابق صفحہ 143-144

Marfat.com

جملوں کو صرف سننے پر اکتفا کرتے ہیں' اور ساتھ ہی اسکرین پر ان حروف کو دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں' انہیں یاد کرنے میں تاخیر ہوتی ہے [۱] اس سے علم تعلم کے اندر عملی مشق کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے بھی عملی مشق کے اصول کو اپنایا ہے' مسلمانوں کو صفات حمیدہ' اخلاق حسنہ اور حسن سلوک و کردار کی تعلیم کے لیے مختلف عبادات کے احکام عملی مشق و تدریب کی واضح مثال ہے' مقررہ اوقات میں وضو اور نماز کی ادائیگی مسلمانوں کو صفائی و نظافت' اطاعت و ڈسپلن اور صبر و ضبط کی تعلیم دیتی ہے' روزہ سے اطاعت و سرا گفندگی' مشقت انگیزی پر صبر اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کی تعلیم ملتی ہے اور حج اطاعت شعاری' جفاکشی اور صبر سکھاتا ہے' عبادات کے فوائد پر آئندہ قرآن میں نفسیاتی علاج سے متعلق اس کتاب کی دسویں فصل میں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

مسلمانوں کو ایمان اور عقائد کی تعلیم دینے کے لیے عمل صالح کی ترغیب دی گئی ہے' سچے ایمان کا اظہار مومن کے کردار و عمل ہی سے ہونا چاہئے۔ حسن اخلاق' دوسروں کے ساتھ حسن سلوک' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کی جانب پیش رفتگی اس کے مظاہر ہوتے ہیں' قرآن کریم کی متعدد آیات میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر ہے۔

> وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ (بقرہ۔۲۵)
>
> (اور اے پیغمبر' جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور (اس کے مطابق) اپنے عمل درست کرلیں انہیں خوشخبری دے دو کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔)
>
> وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (بقرہ۔۸۲)
>
> (اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی

---

[۱] محمد عثمان نجاتی' حوالہ سابق صفحہ 195-197

Marfat.com

ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (بقرہ۔۲۷۷)

(ہاں! جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ ان کا اجر بے شک ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔)

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔ (آل عمران۔۵۷)

(اور جنہوں نے ایمان اور نیک عملی کا رویہ اختیار کیا ہے انہیں ان کے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے اور (خوب جان لے کہ) ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا۔)

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (مائدہ۔۹)

(جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں' اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگذر کیا جائے گا اور انہیں بڑا اجر ملے گا۔)

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَہٗ جَزَآءَ نِالْحُسْنٰی وَ سَنَقُوْلُ لَہٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا۔ (کہف۔۸۸)

(اور جو ان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا' اس کے لیے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے۔)

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اھْتَدٰی۔ (طہ۔۸۲)

(البتہ جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے' پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لیے میں نہایت درگزر کرنے والا ہوں۔)

Marfat.com

تعلّم کی تقسیم

جدید ماہرین نفسیات کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ عمل تعلم کی تقسیم اور مختلف اوقات اس طرح اس کی مشق کہ درمیان میں آرام و استراحت کے وقفے ہوں، جلد سیکھنے اور اچھی طرح یاد کرنے میں معاون بنتی ہے، اس کے بالمقابل ترکیزی طریقہ ہوتا ہے جس میں بغیر کسی وقفہ آرام کے مسلسل اور ایک نشست میں تعلیم دی جاتی ہے، اس طریقہ کے مقابلہ پہلا طریقہ تعلم کے لیے زیادہ بہتر سمجھا گیا ہے۔[1]

قرآن نے اس اصول کو اپنایا ہے، اور تیئس سال کی مدت پر پھیلے ہوئے مختلف اوقات میں اس کی ہدایات و تعلیمات نازل ہوتی رہی ہیں، تاکہ مسلمان انہیں پورے اطمینان کے ساتھ سیکھ سکیں، اور ان کے معانی و مفاہیم کو دلوں میں اتار لیں، یہ طریقہ قرآن کے سیکھنے، سمجھنے اور یاد کرنے میں معاون بنا، اگر پورا کا پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہوا ہوتا تو قرآن کا تعلم اور اس کے معانی کا فہم دشوار ہوتا:

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۔ (اسراء۔۱۰۲)

(اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اتارا ہے۔)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۔ (فرقان۔۳۲)

(منکرین کہتے ہیں "اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا۔" ہاں! ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لیے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے۔)

---

[1] محمد عثمان نجاتی، حوالہ سابق صفحہ 195-194

Marfat.com

عملی اِصلاح میں تدریج

عرصہ دراز تک کسی رواج و عمل پر پابندی کے نتیجہ میں جب وہ دلوں کے اندر رچ بس چکا ہوتا ہے' تو پھر اس سے گلوخلاصی بہتیرے لوگوں کے لیے آسان نہیں ہوا کرتی ہے کیونکہ اس کے لیے پختہ ارادہ' سخت جدوجہد اور طویل محنت کی ضرورت ہوتی ہے' جو بیشتر لوگوں کے بس کی بات نہیں ہوتی' اس لیے غلط عادات و رسوم سے گلوخلاصی کا آسان و بہتر طریقہ یہ ہے کہ بتدریج اور رفتہ رفتہ ان سے علاحدگی اختیار کی جائے۔

کسی تاثر مثلاً خوف سے گلوخلاصی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے برعکس تاثر کو اس کی جگہ بتدریج ہم اپنے اندر پیدا کریں۔ مثلاً خوف کی جگہ خوشی' یا محبت کو آہستہ آہستہ اپنے اندر لاتے رہیں آخرکار ہمیں خوف سے نجات مل جائے گی۔

جدید ماہرین علم النفس کے تجربات میں آیا ہے کہ جس بچہ کے اندر کسی جانور سے خوف تھا' اسی طریقہ سے خوف کی جگہ اس کی محبت بچہ کے اندر پیدا کی جا سکی[1] اس طریقہ سے ہم اپنی غلط عادات و اطوار سے بھی نجات حاصل کر سکتے ہیں' نفسیاتی علاج کے اندر ماہرین نفسیات اس طریقہ کو اپناتے ہیں قبل از اسلام عربوں کے اندر بھی بعض غلط عادات و اعمال گھر کئے ہوئے تھے' دعوت اسلامی کے ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں سے ان عادات سے علاحدگی کا مطالبہ آسان نہ تھا جن سے وہ عرصہ دراز سے مانوس چلے آ رہے تھے' ان غلط عادات کے علاج میں قرآن نے دو طریقے اپنائے' پہلا طریقہ یہ تھا کہ ان امور کی اصلاح کو موخر کر کے دلوں میں ایمان و عقیدہ کو مضبوط کرنے پر توجہ دی' تاکہ جب عقیدہ اور ایمان دلوں کے اندر راسخ ہو جائے تو ایک طاقتور محرک کے بطور اس کی مدد سے غلط عادات سے گلوخلاصی اور نئی عادات کی تعلیم آسان ہو' اسی لئے دعوت اسلامی کے ابتدائی مرحلہ میں مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی بیشتر آیات کا تعلق عقیدہ توحید سے ہے' رسول کریم ﷺ بھی نئے ایمان قبول کرنے والوں کی روحانی تربیت اور دلوں میں ایمان و عقیدہ کی پختگی پر توجہ فرماتے تھے' مسلمانوں کی نفسیاتی تیاری کا یہ انتہائی اہم اور ضروری مرحلہ تھا' اس کے نتیجہ میں وہ اپنے کردار و عمل اور رسوم و رواج میں تبدیلی نیز

---

[1] محمد عثمان نجاتی' حوالہ سابق صفحہ 137-138

Marfat.com

نئے افکار و نظام زندگی کو مکمل طور پر قبول کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گئے تھے، اپنی قدیم و مروجہ عادات سے قرآن کی ممانعت کے سامنے ان کا سر تسلیم و رضا خم تھا۔ قبولیت اسلام کے وقت وہ آسانی کے ساتھ ان امور مثلاً شراب نوشی سے گریز کے لیے تیار نہ تھے، لیکن جب ایمان دلوں میں راسخ ہو گیا تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کے لیے یہ ایمان ایک طاقتور محرک بن گیا، وہ بخوشی احکام الٰہی کی پابندی کرتے خواہ انہیں ایسی عادات سے باز رہنے کا حکم ملا ہوتا جن پر مدت دراز سے وہ عمل پیرا تھے اور ان کی گھٹی میں وہ رچی بسی ہوئی تھیں، چنانچہ پختگی ایمان کے بعد جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو تمام لوگ شراب نوشی سے باز آ گئے جو کچھ شراب موجود تھی مدینہ کی گلیوں میں بہا دی۔

قدیم عادات و رسوم کی اصلاح کے لیے دوسرا طریقہ جسے قرآن نے اپنایا، بتدریج کا تھا، اس اسلوب کے ذریعہ بتدریج انہیں غلط عادات سے علاحدگی کے لیے تیار کیا گیا، شراب کے مسئلہ میں اس کی مثال واضح طور پر ملتی ہے، قرآن نے بیک لحمہ شراب کی حرمت نازل نہیں کی، بلکہ پہلے شراب کو ناپسندیدہ بتایا گیا اور دلوں میں اس سے نفرت پیدا کی گئی، پھر اس کی حرمت قطعی نازل ہوئی، ابتداء میں بتایا گیا کہ شراب کے نقصانات زیادہ اور نفع بہت کم ہے، یہ شراب سے گریز اور اس کی ناپسندیدگی کی جانب اشارہ تھا، چند صحابہ کرام نے تو اسی وقت شراب نوشی ترک کر دی، البتہ تمام لوگوں نے دوری اختیار نہیں کی تھی۔

پہلی آیت درج ذیل تھی۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔ (بقرہ۔ ۲۱۹)

(پوچھتے ہیں: شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہے مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔)

اس کے بعد قرآن نے اس سے کچھ زیادہ سخت موقف اختیار کیا، اور شراب سے نفرت و ناپسندیدگی اور گلوخلاصی کی ترغیب کچھ اور سخت انداز سے دی، کچھ صحابہ کرام نشہ

Marfat.com

کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے قرآن پڑھنے میں غلطی کر جاتے تھے' قرآن نے نشہ کی حالت میں نماز کے قریب آنے کو بھی حرام قرار دے دیا جو گویا اوقات نماز میں شراب کی حرمت کا اعلان تھا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ۔ (نساء-۴۳)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ' نماز اس وقت پڑھنی چاہئے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو۔)

دن کے پانچ اوقات جو شب و روز کے بیشتر حصے کو سمیٹ لیتے ہیں' کے اندر شراب نوشی کی حرمت دراصل بالکلیہ شراب نوشی سے گریز کی مشق تھی' اس حکم کے بعد مسلمان نفسیاتی طور پر اگلے مرحلہ میں یعنی مکمل طور پر شراب نوشی سے گریز کے لیے تیار ہو چکے تھے تب قرآنی آیت نازل ہوئی اور شراب کو قطعی حرام قرار دے دیا گیا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ' اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ (مائدہ-۹۰)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں' ان سے پرہیز کرو' امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟)

حرمت شراب کے سلسلہ میں قرآن کے تدریجی اسلوب نے شراب کی محبت ان کے دلوں میں کمزور کردی' اور اس کی رغبت و رجحان کی جگہ اس سے نفرت و ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا کر دیا' جو بتدریج اپنی مطلوبہ منزل تک پوری کامیابی کے ساتھ پہنچ گیا' اور جب

Marfat.com

حرمت شراب کا قطعی و فیصلہ کن حکم نازل ہوا تو مسلمانوں نے حکم سنتے ہی شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی' مدینہ میں آکر دلوں میں ایمان کے رسوخ کے بعد حکم قرآنی کا جو اثر مسلمانوں پر ہوا' اگر یہی حکم مکی دور میں دعوت اسلامی کے آغاز میں نازل ہوا ہوتا تو ہمارے خیال میں یہی اثرانگیزی ان پر نہ ہوتی' شراب کی تدریجی حرمت نے انہیں اس درجہ نفسیاتی طور پر تیار کر دیا تھا کہ صرف حکم سنتے ہی وہ پوری طرح شراب سے علاحدگی کے لیے سراپا تسلیم تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی سورت نازل ہوئی جس میں جنت و دوزخ کا تذکرہ تھا' جب لوگوں کے دلوں میں اسلام جاگزیں ہو گیا تو حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے' اگر شروع ہی میں حکم دیا جاتا کہ شراب مت پیو' تو کہتے: ہم تو کبھی شراب نہیں چھوڑیں گے' اور کہا جاتا کہ زنا مت کرو' تو جواب دیتے۔ ہم ہرگز زنا نہیں چھوڑیں گے۔ [1]

عربوں میں سود کا چلن عام تھا' قرآن نے اس کی حرمت کے لیے بھی تدریجی طریقہ اپنایا' سود کی حرمت جس تدریج سے نازل ہوئی' اسے ہم چار مرحلوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ [2]

> پہلے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے سود کے تئیں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ۔ (روم-۳۹)
>
> (جو سود تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا۔)

دوسرے مرحلہ میں نازل ہونے والی آیت میں سود خوری پر یہود کو وعید سنائی گئی' جو سود کی حرمت کی طرف اشارہ تھا' ابھی صراحتاً حرمت نہیں آئی تھی:

> فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَّاَخْذِهِمُ

---

[1] فتح الباری، شرح بخاری 48/19

[2] مصطفیٰ الرافعی' الاسلام و مشکلات العصر' دار الکتاب العربی' بیروت 1972' صفحہ 200

Marfat.com

الرِّبٰوٰا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَکْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ (نساء۔ ۱۶۰، ۱۶۱)

(غرض ان یہودیوں کے اسی ظالمانہ رویوں کی بنا پر اور اس بنا پر کہ یہ بکثرت اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں، ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے اوپر حلال تھیں، اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

تیسرے مرحلے میں سود فاحش کی حرمت نازل ہوئی جس کا دور جاہلیت میں عربوں کے اندر رواج تھا:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (آل عمران۔ ۱۳۰)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بڑھتا اور چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو امید ہے، فلاح پاؤ گے۔)

چوتھے مرحلہ میں سود کی قطعی حرمت نازل ہو گئی۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْنَ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ۔ (بقرہ۔ ۲۷۵، ۲۷۶)

(مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں "تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے" حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص

Marfat.com

کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سود خواری سے باز آ جائے تو وہ جو کچھ کھا چکا' سو کھا چکا' اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے' وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشو و نما دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بد عمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ (بقرہ ۲۷۸-۲۷۹)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے' اسے چھوڑ دو' اگر واقعی تم ایمان لائے ہو' لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا' تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے' اب بھی توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو تم اپنا اصل سرمایہ لینے کے حقدار ہو' نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔)

پہلی آیت جس میں سود کی ناپسندیدگی کی طرف اللہ نے اشارہ فرمایا ہے' مکہ میں نازل ہوئی' دوسری تمام آیات خصوصاً سود کی حرمت قطعی والی آیت مدینہ میں نازل ہوئی' اس سے واضح ہوتا ہے کہ سود کی حرمت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا تھا۔

حرمت سود اور شراب کے مسئلہ میں قرآن کریم نے تدریجی عمل کا اسلوب اپنا کر دونوں کی نفرت اس درجہ دلوں میں پیدا کر دی جو پسند و محبت پر غالب آ گئی' اور اس طرح قرآن کریم نے پوری کامیابی کے ساتھ عربوں کے ان دونوں قدیم رواج و عادات کو اکھاڑ پھینکا اور کمال حکمت و باریکی سے منصوبہ بند طریقہ پر ان کا خاتمہ کر دیا۔

موجودہ وقت میں نفسیاتی علاج کے بعض ماہرین نے اسکنر (Skinner) کی تحقیقات کی روشنی میں نفسیاتی علاج کا ایک نیا طریقہ دریافت کیا ہے' جو قرآن میں شراب و سود کی حرمت کے لیے اختیار کردہ اسلوب سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے' نفسیاتی علاج میں یہ طریقہ

Marfat.com

"تشکیل" کے نام سے جانا جاتا ہے، تشکیل کے طریقہ سے تبدیلی عمل کی مثال دیکھئے، ذہنی امراض کے ایک اسپتال میں ایک ذہنی مریض ہے، مریضوں پر تجربات کرنے کے لیے اسپتال کا ایک خاص کمرہ ہے، جس میں داخل ہونے سے وہ ذہنی مریض انکار کرتا ہے، وہ کمرہ اسپتال کی زیریں منزل پر واقع ہے، مریض کو کمرہ میں داخل کرنے کے لیے جو طریقہ اپنایا جاتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مریض کو اس کی پسندیدہ اور محبوب چیزیں اس کے ایسے فعل پر بطور انعام پیش کی جاتی ہیں جسے انجام دیتے ہوئے رفتہ رفتہ وہ مطلوبہ عمل پر آمادہ ہو جاتا ہے، مثلاً مریض جوں ہی اپنا سر اس دروازہ کی طرف موڑتا ہے جس سے گزر کر ایک زینہ زیریں منزل تک جاتا ہے، معالج فوراً ہی اس کی پسندیدہ شیرینی اسے پیش کرتا ہے، مریض پھر جلد ہی دوبارہ دروازہ کی طرف رخ کرتا ہے اور معالج بھی فوراً شیرینی اسے پیش کر دیتا ہے، چند بار کے اس طرح عمل کے بعد مریض دروازہ کے سامنے آ جاتا ہے، مشق کے اس مرحلہ کی تکمیل کے بعد معالج اس عمل پر شیرینی دینا بند کر دیتا ہے اور اسی وقت شیرینی اس کی طرف بڑھاتا ہے جب وہ دروازہ کی جانب ایک بار قدم اٹھاتا ہے۔ اس طرح دروازہ کی جانب ہر قدم پر شیرینی دینے کے چند بار کے عمل کے بعد معالج شیرینی روک لیتا ہے اور جب مریض زیریں منزل کو جانے والے زینہ کی طرف قدم بڑھاتا ہے تب وہ شیرینی پیش کرتا ہے، اس طرح چند دنوں تک علاج جاری رہنے کے بعد مریض بذات خود زینہ اتر جاتا ہے اور تجربہ گاہ میں داخل ہو جاتا ہے۔[1]

بچوں کو بعض دشوار قسم کی آمادگیاں سکھانے میں بھی یہ طریقہ اپنایا جاتا ہے اور بتدریج ان کے اندر آمادگی پیدا کی جاتی ہے، مثلاً ایک بچہ جو صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتا اور ضرورت کے وقت استنجا خانہ کا استعمال نہیں کرتا، حالانکہ اب وہ عمر کے اس مرحلہ میں پہنچ چکا ہے جب عموماً بچے یہ چیز سیکھ چکے ہوتے ہیں، ایسے بچہ کی تعلیم کا طریقہ ہم یوں اپنا سکتے ہیں کہ صرف باتھ روم چلنے پر اسے کوئی مٹھائی دی جائے اور ایسا کرنے پر پہلے سے زیادہ مٹھائی اسے دی جائے، اور والدین اس کی خوب تعریف کریں، پھر جب وہ

---

[1] سارنوف امد نیک، ترجمہ محمد عماد الدین اسماعیل، دار الشروق بیروت 1981، صفحہ 21-22

باتھ روم جانے کی ضرورت والدین سے بتائے تو اسے اور بھی اچھا تحفہ و انعام دیا جائے [1] یہ اسلوب علاج دراصل مطلوبہ آمادگی سے پہلے درمیانی درجہ کی متعدد آمادگیوں سے بتدریج گزار کر آخری مطلوبہ آمادگی تک لاتا ہے' علاج کا یہ اسلوب قرآن کے اس اسلوب سے مشابہ ہے جو شراب نوشی و سود خواری کے علاج کے لیے اپنایا گیا ہے۔ Joseoh Wolpe نے بھی مخصوص چیزوں سے خوف کے علاج میں اسی طریقہ تدریج کو اپنایا ہے' مثلاً جس چیز سے خوف ہے' اس سے ملتی جلتی چیزوں کو تدریجی سلسلہ میں پیش کر کے ان سے انسیت و بے خوفی پیدا کی جاتی ہے' البتہ یہ سلسلہ وار چیزیں خوف کے درجہ میں بتدریج کم سے زائد کی طرف بڑھتی ہیں' سب سے کم درجہ کے خوف والی چیز سے آغاز کرتے ہوئے انتہاء میں خوف پیدا کرنے والی وہ اصل چیز لائی جاتی ہے' جس سے بے خوفی کا علاج مقصود ہوتا ہے' چنانچہ ابتداء میں اس سلسلہ کی سب سے معمولی و ابتدائی چیز کا تصور فرد کے سامنے لایا جاتا ہے اور اس سے بے خوفی و اطمینان اس کے اندر پیدا کیا جاتا ہے تاکہ اس کا خوف ختم ہو جائے پھر سلسلہ کی درمیانی چیز سے انسیت پیدا کرنے کے مرحلہ میں علاج آتا ہے' اور بار بار علاج کے ذریعہ اس سے بے خوفی ہو جاتی ہے' اس طرح خوف پیدا کرنے والی اسی جیسی چیزوں کو تدریجی سلسلہ میں پیش کر کے ان سے بے خوفی پیدا کرتے ہوئے سلسلہ کے آخر میں اصل اس چیز سے بے خوف بنایا جاتا ہے جو اس کے لیے خوفناک تھا۔ [2]

دشوار آمادگیوں کی تعلیم یا ناپسندیدہ و غلط عادات و رواج سے گلوخلاصی کے لیے نفسیاتی علاج میں اختیار کیا جانے والا یہ تدریجی اسلوب جس تک جدید ماہرین نفسیات نے اب رسائی حاصل کی ہے' قرآن کریم نے چودہ صدی پیشتر ہی شراب و سود سے علاج کے اندر اسے اپنایا تھا۔

O==========☆==========O

---

[1] جولیان روتر' علم النفس الاکلینکی ترجمہ عطیہ محمود' دارالشرق' بیروت 1984' صفحہ 109-160

[2] ایتشادرم شوین' علم الامراض النفسیہ العقلیتہ' ترجمہ احمد عبدالعزیز سلامہ' دارالیفہ اسوبیہ' قاہرہ 1979' صفحہ 846-854

Marfat.com

Marfat.com

چھٹی فصل

علمِ لدُنّی اور قرآن

الہام اور خواب

حقائق کی معرفت اور علوم کی تحصیل کے باب میں انسانی عقل کی قدرت محدود ہے نہ وہ کائناتی حقائق کا ادراک کرسکتی ہے اور نہ اپنی ذاتی کاوشوں سے غیبی حقائق کی معرفت حاصل کرسکتی ہے۔

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ (اسراء۔۸۵)

(مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔)

اس حقیقت کے علاوہ عقل انسانی فکری غلطی کا شکار بھی ہوتی ہے' جس پر قدرے تفصیلی گفتگو گذشتہ فصل چہارم میں ہو چکی ہے اور غفلت و نسیان سے بھی وہ دوچار ہو جاتی ہے' اسی لئے انسان وقتاً فوقتاً اللہ کی ہدایت اور خیر و صلاح کی جانب اس کی رہنمائی کا محتاج رہتا ہے' جو انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ یا الہام و خواب کے ذریعہ ہوتی ہے' تاریخ کے مختلف ادوار میں اللہ نے اپنے جو انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے لوگوں کی ہدایت' شعائر دین کی تعلیم اور راہ نجات کی رہنمائی ہی ان کا فریضہ تھا:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ (بقرہ۔ ۲۱۳)

(ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کج روی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے' ان کا فیصلہ کرے۔)

Marfat.com

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ
اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (نحل۔۳۶)

(ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے
سب کو خبردار کر دیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے
بچو۔")

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ
وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (حدید۔۲۵)

(ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے
ساتھ بھیجا' اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ
انصاف پر قائم ہوں۔)

علم لدنی [1] جو الہام اور خواب کے ذریعے حاصل ہوتا ہے کوئی انبیاء اور رسولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ دوسرے ان لوگوں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے جو صلاح و تقویٰ' صفائی قلب اور روحانی پاکیزگی کی مقررہ صفات سے آراستہ ہوں۔

الہام' علم کی ایک قسم ہے جس سے اللہ تعالیٰ انسان کو نوازتا ہے' وہ انسان کے قلب میں ڈالتا ہے' جس سے کچھ اسرار و حقائق اس کے سامنے واشگاف ہو جاتے ہیں' قرآن کریم میں متعدد آیات کے اندر اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسولوں کو علم لدنی سے نوازا تھا' اس کی مثال سورہ انبیاء میں حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کے تعلق سے ہے' ان کے پاس دو اشخاص فیصلہ کرانے آئے' ایک کی شکایت تھی کہ دوسرے شخص کی بکریوں نے اس کے کھیت کو چر کر برباد کر دیا ہے' حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ کھیت کا مالک بکریاں لے لے' اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے دل میں بات ڈالی کہ کھیت کا مالک بکریوں کے دودھ' بچوں اور اون سے اس وقت تک فائدہ اٹھاتا رہے گا جب تک اس کی کھیتی تیار نہ ہو جائے پھر بکریاں ان کے مالک کو واپس کر دے' حضرت سلیمان علیہ السلام کی رائے حضرت داؤد علیہ السلام کو راجح محسوس ہوئی' اور انہوں نے اپنے فیصلہ سے رجوع کرتے ہوئے حضرت سلیمان کی رائے اختیار کرلی۔

---

[1] علم لدنی و علم ربانی ہے جو الہام کے ذریعہ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ (دیکھئے المعجم الوسیط)

Marfat.com

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔ (انبیاء-۷۸'۷۹)

(اور اسی نعمت سے ہم نے داوٗد کو سرفراز کیا' یاد کرو وہ موقع جب کہ وہ دونوں ایک کھیت کے مقدمہ میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں' اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے اس وقت ہم نے صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا حالانکہ حکم اور علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔)

دوسری مثال حضرت داوٗد علیہ السلام کو زرہ سازی کی تعلیم کی ہے' حضرت داوٗد ہی نے سب سے پہلے زرہ بنائی:

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ۔ (انبیاء-۸۰)

(اور ہم نے اس کو تمہارے فائدے کے لیے لباس (زرہ) بنانے کی صنعت سکھا دی تھی تاکہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے' پھر کیا تم شکر گزار ہو۔)

حضرت داوٗد علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ۔

(بقرہ-۲۵۱)

(اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت سے نوازا اور جن جن چیزوں کا چاہا' اس کو علم دیا۔)

الہام کے ذریعہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر سکھائی گئی:

وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ۔ (یوسف-٦)

(اور ایسا ہی ہوگا (جیسا تم نے خواب میں دیکھا ہے کہ) تیرا رب تجھے (اپنے کام کے لیے) منتخب کرے گا اور تجھے باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھائے گا۔)

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ (یوسف۔۲۱'۲۲)

(اسی طرح ہم نے یوسف کے لیے اس سرزمین میں قدم جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا انتظام کیا' اللہ اپنا کام کر کے دیتا ہے' مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے فیصلہ اور علم عطا کیا' اس طرح ہم نیک لوگوں کو جزاء دیتے ہیں۔)

قرآن ذکر کرتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دو قیدی ساتھیوں کو خواب کی تعبیر بتائی' غیب کے علم اور پیش آنے سے پہلے واقعہ کی اطلاع دینے کی قدرت کے بارے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کی تعلیم دی ہے اور وحی کے ذریعہ سکھایا ہے:

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ۔ (یوسف۔۳۷)

(یوسف نے کہا: "یہاں جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا' یہ ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے عطا کئے ہیں۔")

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے بھائیوں سے کہا کہ وہ ان کی قمیص لے کر جائیں اور ان کے والد کے چہرہ پر ڈال دیں' ان کی بینائی لوٹ آئے گی' تو وہ الہام الٰہی کے ذریعہ پہلے ہی سے واقف تھے کہ چہرہ پر قمیص ڈالنے کے بعد ان کی بینائی لوٹ آئے گی:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ (یوسف۔۹۳)

(جاؤ میری یہ قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے منہ پر ڈال دو' ان کی بینائی پلٹ آئے گی۔)

Marfat.com

اور حضرت یعقوب علیہ السلام بھی الہامِ الٰہی کے ذریعہ اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بہت کچھ وہ باتیں جانتے تھے جن سے ان کے بھائی ناواقف تھے:

قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف-۸۶)

(اس نے کہا "میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو۔)

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (یوسف-۹۶)

(پھر جب خوشخبری لانے والا آیا تو اس نے یوسف کا کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا یکایک اس کی بینائی عود کر آئی تب اس نے کہا "میں تم سے کہتا نہ تھا؟ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ۔ (یوسف-۶۸)

(بے شک وہ ہماری دی ہوئی تعلیم سے صاحبِ علم تھا۔)

رسول کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ (نساء-۱۱۳)

(اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں علم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔)

قرآن کریم کی متعدد آیات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ انبیاء اور رسولوں کو علم و حکمت بتائی۔

علمِ لدنّی کی بہت نمایاں مثال سورہ کہف میں اس صالح بندہ سے متعلق ہے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رفاقت سفر کی درخواست کی تاکہ ان سے سیکھ سکیں:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ

Marfat.com

عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ' قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ۔ (کہف۔ ۶۵'۶۶)

(اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا' موسیٰ نے اس سے کہا "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول تھے لیکن اس کے باوجود انہیں ان چیزوں کا علم نہیں تھا جن سے اللہ تعالیٰ نے اس صالح بندے کو نواز رکھا تھا اور ان کے سامنے غیب کے بعض اسرار واشگاف کر دیئے تھے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ناآشنا تھے' اللہ تعالیٰ نے صالح بندہ کو بتا دیا تھا کہ دریا کی دوسری جانب ایک بادشاہ کشتیوں کی تلاش میں ہے اور ان پر قبضہ کر لیتا ہے' اس لیے غریب و مسکین شخص کی کشتی میں انہوں نے سوراخ کر دیا تاکہ معیوب ہو جانے کی وجہ سے ظالم بادشاہ کے دست برد سے محفوظ رہ جائے' انہیں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ جس لڑکے کو انہوں نے قتل کر دیا' آگے چل کر وہ اپنے نیک والدین کے لیے پریشان کن بنتا' اللہ تعالیٰ والدین کو اس لڑکے کے بدلہ دوسرا نیک لڑکا عطا کرنا چاہتا تھا' انہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ جو دیوار عنقریب گرنے والی تھی' اس کے نیچے شہر کے دو غریب بچوں کی دولت دفن تھی' ان دونوں کے والد نیک انسان تھے' انہوں نے دیوار کھڑی کر دی تاکہ دولت محفوظ رہے اور بچے بڑے ہو کر انہیں نکال لیں' نیک بندہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے' اپنی جانب سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا ہے:

وَمَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِیۡ ۔ (کہف۔ ۸۲)

(میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے۔)

قرآن کی متعدد آیات بتاتی ہیں کہ وحی اور الہام انبیاء اور رسولوں کے لیے علاوہ دوسروں کو بھی ہو سکتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ہوا:

اِذۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّكَ مَا یُوۡحٰۤی اَنِ اقۡذِفِیۡهِ فِی التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِیۡهِ فِی الۡیَمِّ ۔ (طہ۔ ۳۸'۳۹)

(یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے تیری ماں کو اشارہ کیا (ایسا اشارہ جو وحی

Marfat.com

کے ذریعہ ہی سے کیا جاتا ہے) کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے۔)

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (قصص۔۷)

(ہم نے موسیٰ کی ماں کو اشارہ کیا کہ "اس کو دودھ پلا پھر جب تمہیں اس کی جان کا خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر' اسے تیرے ہی پاس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔)

حواریوں کو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں:

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ (مائدہ۔۱۱۱)

(اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ' تب انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔)

قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ ایمان' تقویٰ اور اللہ کی عبادت میں اخلاص اور ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی صفائی قلب اور پاکیزگی روح انسان کو اس لائق بنا دیتی ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے وحی و الہام حاصل کر سکے اور حق و خیر' فضیلت اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہو سکے:

وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ۔
(محمد۔ ۱۷)

(وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے' اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں ان کے حصے کا تقویٰ عطا فرماتا ہے۔)

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (عنکبوت۔۶۹)

Marfat.com

(جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکو کاروں کے ہی ساتھ ہے۔)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ (بقرہ۔ ۲۸۲)

(اللہ کے غضب سے بچو۔ وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے۔)

حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو الہام ہوتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلی امتوں میں کچھ ایسے لوگ ہوتے تھے جن پر الہام ہوا کرتا تھا' اگر میری امت میں کوئی شخص ایسا ہے تو وہ عمر ہے۔" [1] ایک دوسری حدیث جسے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے امام احمد اور بزاز نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و زبان پر حق جاری کر دیا۔" [2] ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ پاکیزگی قلب کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے' جس نے انہیں الہامات الٰہی قبول کرنے کے قابل بنا دیا تھا۔

کبھی لوگوں کو الہام فرشتوں کے ذریعہ ہوتا ہے' جسے صوفیاء کرام ملکوتی خیال کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے کہ "قلب کے اندر دو اشارے ہوتے ہیں' ایک اشارہ فرشتہ کی جانب سے ہوتا ہے' وہ خیر کی رہنمائی اور حق کی تصدیق کرتا ہے' جو اپنے دل میں ایسا محسوس کر لے' سمجھ لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر اللہ کی حمد بجا لائے' دوسرا اشارہ دشمن کی طرف سے ہوتا ہے' جو شر کی رہنمائی' حق کی تکذیب کرتا اور خیر سے رکاوٹ بنتا ہے' جو اپنے قلب میں ایسا محسوس کرے وہ شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ [3]

جدید ماہرین نفسیات نے الہام الٰہی کو موضوع نہیں بنایا ہے' وہ انوکھی فکر و خیال کا مطالعہ کرتے وقت "الہام" یا "اشراق" کی اصطلاح وہ ایسے افکار کے لیے استعمال کرتے

---

[1] فتح الباری' بخاری' کتاب اصحاب النبی' حدیث 3689

[2] سعید حوی حوالہ سابق صفحہ 154

[3] حوالہ سابق صفحہ 155

Marfat.com

ہیں جو بعض مسائل پر غور کرتے ہوئے اچانک کچھ مفکرین کے ذہن میں ابھر آتے ہیں' اس نوع کے الہام کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ خود مفکر کی عقل سے وہ نکلتا ہے' کسی خارجی سرچشمہ سے فیضان پانے والی کوئی چیز نہیں ہے' جب کوئی انسان کسی مسئلہ پر طویل عرصہ تک غور و فکر کرتا رہتا ہے' لیکن کسی حد تک رسائی نہیں ہوتی تو عموماً وہ کچھ عرصہ کے لیے ادھر سے ذہن ہٹالیتا ہے اور ذہن کو آرام کے لیے چھوڑ دیتا ہے' پھر دوبارہ اس پر غور شروع کرتا ہے' آرام کے اس وقفہ' جسے ماہرین نفسیات وقفہ پرورش کا نام دیتے ہیں' میں فکری عمل کے اندر اہم تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں' اول تو فکر ان الجھنوں سے خالی ہو جاتی ہے جو حل تک پہنچنے میں رکاوٹ بن رہی ہوتی ہیں' دوم' مسلسل فکری عمل کی وجہ سے ذہن کو جو تکان لاحق ہو جاتی ہے' اس سے ذہن کو آرام مل جاتا ہے' اور جب وہ غور شروع کرتا ہے تو ذہن پوری طرح تروتازہ اور نکھرا ہوا ہوتا ہے۔ سوم' معلومات کے اندر ترتیب پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بعض ایسے تعلقات واضح ہو جاتے ہیں جو اب تک واضح نہیں تھے' نئے افکار سامنے آجاتے ہیں اور مسئلہ کا حل نکل آتا ہے' کچھ ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ مسئلہ کے سلسلہ میں ایک قسم کی لاشعوری فکر پیدا ہو جاتی ہے اور بظاہر کچھ عقلی سرگرمی کسی طور جاری رہتی ہے۔ [1]

الہام کی سائنسی تشریح' جسے انوکھی فکر کی تشریح کرتے ہوئے ماہرین نفسیات اختیار کرتے ہیں اور دینی تشریح میں فی الواقع کوئی تعارض نہیں ہے' ماہرین نفسیات اس کی تشریح کرتے ہوئے دماغ کے عضویاتی اعمال اور ان سے وابستہ نفسیاتی اعمال کی سرحد پر ٹھہر جاتے ہیں جبکہ دینی نقطہ نظر ماہرین نفسیات کی بیان کردہ عضویاتی اور نفسیاتی کیفیات کو تسلیم کرتے ہوئے اس سرحد سے اور آگے بڑھتا ہے' اور کہتا ہے کہ اللہ رب العزت جو کائنات کے ہر ذرہ پر کنٹرول رکھتا ہے اور ان کی تدبیر کرتا ہے' وہ اپنی مشیت سے کچھ لوگوں کے اندر فکری عمل کو اس طرح حرکت دیتا ہے کہ بعض وہ حقائق ان کے سامنے واشگاف ہو جاتے ہیں' جن کے تئیں اللہ تعالیٰ انہیں الہام کرنا چاہتا ہے' پھر وہ حقائق اس طرح نمایاں ہو جاتے ہیں گویا اچانک ان کے ذہن روشن ہو گئے ہوں' بسا اوقات اللہ اپنی

---

[1] محمد عثمان نجاتی' حوالہ سابق صفحہ 328-330

Marfat.com

مشیت کے مطابق غور و فکر کے اوقات کے علاوہ بھی الہام کرتا ہے' جیسے انبیاء و رسول اور صالح بندوں کو جس وقت چاہتا ہے الہام وحی کرتا ہے۔

قدیم مسلم ماہرین نفسیات نے "الہام" کی جو تشریح کی ہے وہ اس کے دینی مفہوم اور قرآنی تفصیل سے ہم آہنگ ہے مثلاً ابن سینا' وحی و الہام جو بعض لوگوں کو بیداری یا نیند کی حالت میں خواب کی صورت میں ہوتا ہے' کی تشریح کرتے ہیں کہ وہ نفس کے ساتھ ملکوت یا ملاءاعلیٰ کے اتصال سے وجود میں آتا ہے' اور اسی کی طرف سے وحی و الہام حاصل ہوتا ہے۔ [1]

اللہ کی مشیت جس طرح کچھ لوگوں کی فکر کو وحی و الہام کے ذریعہ ہدایت یابی کی طرف پھیر دیتی ہے' اسی طرح بسا اوقات اس کی مشیت کچھ دیگر لوگوں کی فکر کو ان کی غفلت و سرکشی اور استکبار کے سبب حق سے دور بھی کر دیتی ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ۔

(اعراف۔۱۴۶)

(میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کی نگاہیں پھیر دوں گا جو بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں' وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں کبھی اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اگر سیدھا راستہ ان کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ٹیڑھا راستہ نظر آئے تو اس پر چل پڑیں گے' اس لیے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے بے پروائی کرتے رہے۔)

---

[1] محمد عثمان نجاتی' الادراک الحس عند ابن سینا' بحث فی علم النفس عند العرب' دار الشروق بیروت 1980' صفحہ 216

Marfat.com

خواب

خواب، لوگوں میں عام اور مانوس نفسیاتی کیفیت ہے۔ مفکرین اور اہل علم نے تاریخ کے ہر دور میں خواب کی تشریح اور اس کے اسباب کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ خواب کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں، کچھ خواب ان احساسات کا نتیجہ ہوتے ہیں جو انسان نیند کے اندر محسوس کر رہا ہوتا ہے، اس طرح کے احساسات کبھی تو اس کے حواس پر اثر انداز ہونے والے خارجی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں، کچھ خواب بیداری کی حالت میں مسلسل کسی فکر میں مشغولیت کا نتیجہ ہوتے ہیں جبکہ کچھ خواب گذشتہ واقعات کی یاد ہوتے ہیں، خواب کی تشریح میں ماہرین نفسیات کے درمیان فرائڈ کا نظریہ سب سے زیادہ مشہور ہے جس کے مطابق خواب انسان کے لاشعوری محرکات کی تعبیر و اظہار کا رمزیاتی طریقہ ہے۔

خواب سے متعلق ماہرین نفسیات کی تحقیقات بس انہیں اقسام کا تذکرہ کرتی ہیں جو اوپر بیان ہوئیں، خصوصاً نظریہ فرائیڈ کے مطابق لاشعوری محرکات کی تعبیر والی قسم کا ذکر ملتا ہے۔

جدید ماہرین نفسیات نے ان خوابوں پر گفتگو نہیں کی ہے جو پیشگوئی کی قسم سے ہوتے ہیں، یا سچے خواب ہوتے ہیں اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کو بتاتے ہیں، گرچہ خواب کی یہ قسم کچھ ہی لوگوں کو پیش آتی ہے جیسا کہ مذاہب کے اندر اس کا ذکر ملتا ہے۔

قرآن کریم نے خواب پریشاں کا ذکر کیا ہے، یہ خواب پریشاں پیچیدہ و الجھے ہوئے خواب ہوتے ہیں [1]۔ خواب پریشاں کا ذکر کر کے قرآن کریم نے غالباً خواب کی ان تمام اقسام کی جانب اشارہ کیا ہے، سچے خواب کے لیے قرآن کریم نے ایک خاص لفظ "رویا" کا استعمال کیا ہے، جو انبیاء و رسولوں اور دوسرے افراد کو وحی و الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے، یا آئندہ پیش آنے والے کسی واقعہ کی خبر ہوتی ہے، اس کی مثال حضرت

---

[1] ڈکشنری "المعجم الوسیط" کے مطابق الجھے ہوئے چیدہ خواب جن کی تعبیر دشوار ہو، "اَضْغَاثُ الاحلام" کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے دیکھنے کا خواب ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔ (صافات۔ ۱۰۲'۱۰۵)

(وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم نے اس سے کہا "بیٹا میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں' اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا "اباجان' جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔" آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔)

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی ایسا ہی خواب دکھایا گیا تھا:

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ (یوسف۔ ۴'۵)

(اس وقت کا ذکر ہے جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا "اباجان' میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں" جواب میں اس کے باپ نے کہا "بیٹا' اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تیرے درپے آزار ہو جائیں گے' حقیقت یہ ہے کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔)

یہ خواب اس طرح حقیقت کی شکل میں ظاہر ہوا جب حضرت یوسف علیہ السلام

Marfat.com

نے اپنے والدین اور بھائیوں کو بلایا تو وہ سامنے آکر احترام و استقبال کے لیے سجدہ بجا لائے:

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۔

(یوسف۔۱۰۰)

(شہر میں داخل ہونے کے بعد) اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور سب اس کے آگے بے اختیار سجدے میں جھک گئے۔ یوسف نے کہا "ابا جان یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اسے حقیقت بنا دیا۔")

اس قسم کا خواب رسول اللہ ﷺ نے بھی سفر حدیبیہ کے سال دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۔ (فتح۔۲۷)

(فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ انشاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے' اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔)

قرآن نے ان دونوں جوانوں کا خواب بھی ذکر کیا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں داخل ہوئے تھے' حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر بھی ذکر کی گئی ہے [1] شاہ مصر کے خواب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۔ (یوسف۔۴۳)

---

[1] یوسف 36-41

Marfat.com

(سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں' اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی۔)

حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر بھی۔ ؎۱

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رویا اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور خواب شیطان کی جانب سے" آپ نے فرمایا: نیک شخص کو نظر آنے والا رویا صادقہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے ؎۲

رویا کی قرآنی تفصیلات کا مسلم مفکرین کی آراء پر بڑا اثر ہے اور انہوں نے قرآن کے مطابق رویا کی تشریح کی ہے' علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

"ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے سلیم بن عامر سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: خواب بھی عجیب شے ہے' انسان رات کو ایسی چیزیں دیکھتا ہے جس کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں گزرا ہوتا ہے' اور اس کا خواب حقیقت بن کر سامنے آ جاتا ہے' جب کہ ایک انسان خواب دیکھتا ہے لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! کیا میں آپ کو اس کے متعلق بتاؤں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ (زمر۔۴۲)

(وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے' پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اس کو روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقت مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے۔)

؎۱ یوسف 47-49

؎۲ محمد بن سیرین' منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام' حاشیہ بر کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام' عبدالغنی نابلسی مصر 1347ھ' صفحہ 2

Marfat.com

اللہ تعالیٰ تمام نفوس کو بلالیتا ہے' جو نفس اس وقت مشاہدہ کرتا ہے جب وہ آسمان میں اللہ کے پاس ہوتا ہے تو وہ رویائے صادقہ ہے' اور جو اپنے جسموں میں لوٹتے وقت دیکھتا ہے وہ جھوٹے خواب ہیں۔" ۱

رویا کی تشریح میں مسلم فلاسفہ پر قرآن کا واضح اثر نظر آتا ہے' ابن سینا رویائے صادقہ کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ وہ نیند کے دوران نفس سے ملکوت یا ملا اعلیٰ کے اتصال اور اس سے حصول الہام و وحی کا نام ہے' پریشان خواب ان کی رائے میں جسمانی احساسات کی تاثیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ ۲

انسانی کی روحانی قوت کے اسرار پر گفتگو کرتے ہوئے بعض اسکالروں نے یہ رائے دی ہے کہ نیند کے دوران انسان کی روح باہر نکل کر مختلف مقامات کی سیر و تفریح کرتی ہے' ان کے نزدیک دوران سیاحت روح جو کچھ دیکھتی ہے وہی خواب ہے ۳ یہ رائے مسلم مفکرین کی اس رائے کے تو موافق ہے کہ دوران نیند جسم سے روح نکل جاتی ہے لیکن آگے مسلم مفکرین کی اس رائے سے وہ مختلف ہے کہ روح نکل کر کبھی ملاء اعلیٰ تک پہنچتی ہے اور رویائے صادقہ کی صورت میں وحی و الہام حاصل کرتی ہے' اور کبھی نہیں پہنچتی ہے' اس وقت جو کچھ دیکھتی ہے خصوصا جبکہ وہ جسمانی احساسات سے متاثر ہو' وہ خواب پریشاں ہے۔ مسلم مفکرین کی طرح روح کے جدید اسکالر رویائے صادقہ اور خواب پریشاں کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں۔

---

۱ شہاب الدین آلوسی' روح المعانی' مطبعہ امیریہ بولاق مصر 1347ھ' صفحہ 2

۲ محمد عثمان نجاتی' الادراک الحسی عند ابن سینا' حوالہ سابق صفحہ 217

۳ عبدالرزاق نوفل القرآن والعلم الحدیث دار الکتاب العربی' بیروت 1973' صفحہ 96-99

Marfat.com

Marfat.com

ساتویں فصل

قرآن اور تذکّر و نسیان

انسانی زندگی میں تذکیر اور یاددہانی کی بڑی اہمیت ہے' گذشتہ تعلیم اور سابقہ معلومات و تجربات کی یاد آئندہ پیش آنے والی نئی نئی مشکلات کے حل میں معاون بنتی ہیں' نیز نئی معلومات کی دریافت اور نئے حقائق کی تحقیق کے ذریعہ پیش گامی کا سلسلہ جاری رہتا ہے' جو تہذیبی و علمی ترقی کی اہم کلید ہے۔

انسان کی علمی اور عملی زندگی میں تذکر کی اہمیت کے ساتھ ساتھ دینی پہلو سے بھی اس کی عظمت شان ہے' زندگی کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نو بہ نو نعمت و فضل' آخرت' یوم حساب اور اس کے ثواب و سزا کی ہمیشہ یاد انسان کے لیے بہت ہی اہمیت رکھتی ہے' وہ اسے تقویٰ' عمل صالح اور حسن اوصاف سے آراستگی پر آمادہ کرتی ہے' تذکر انسان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے' قرآن کریم نے متعدد آیات میں اللہ کی یاد' مخلوقات میں بکھری اس کی نشانیوں کے تذکر' انبیاء کی لائی ہوئی ہدایت و روشنی کی یاد' ان کی بشارتوں اور ان کی وعیدوں کے تذکر کی ترغیب دی ہے' قرآن کریم میں بار بار نوع ذیل کے جملے آئے ہیں۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے) لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (شاید کہ وہ ہوش میں آئیں) قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (تم نصیحت کم ہی مانتے ہو) افلا یذکرون (کیا وہ لوگ سبق نہیں لیتے) لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (شاید کہ وہ نصیحت مانیں) قلیلا ما تذکرون (تم کم ہی نصیحت مانتے ہو) وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں) انما تتذکر اولو الالباب (عقل و فکر رکھنے والے ہی سبق لیتے ہیں) وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (اور صرف عقل و فکر رکھنے والے ہی سبق لیتے ہیں۔)

قرآن کریم کی متعدد آیات میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کو عقیدہ توحید' دوبارہ زندگی' آخرت کا

Marfat.com

حساب اور انبیاء سابقین کی بھولی ہوئی تعلیمات یاد دلائیں۔

اس طرح کی چند آیات درج ذیل ہیں۔

كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُن فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ۔

(اعراف۔ ۲،۳)

(یہ ایک کتاب ہے جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے، بس اے نبی، تمہارے دل میں اس سے کوئی جھجک نہ ہو اس کے اتارنے کی غرض یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے (منکرین کو) ڈراؤ اور ایمان لانے والے لوگوں کو نصیحت ہو۔ لوگو جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔ مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔)

هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ۔ (ابراہیم۔ ۵۲)

(یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے، اور یہ بھیجا گیا ہے اس لیے کہ ان کو اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آ جائیں۔)

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ (قصص۔ ۴۶)

(اور تم طور کے دامن میں بھی اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ کو پہلی مرتبہ) پکارا تھا، مگر یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ تم کو یہ معلومات دی جا رہی ہیں) تاکہ تم ان لوگوں کو متنبہ کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہوش میں آئیں۔)

Marfat.com

فَاِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔
(دخان۔۵۸)

(اے نبی، ہم نے اس کتاب کو تمہاری زبان میں سہل بنا دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔)

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ۔ (ق۔۴۵)

(بس تم اس قرآن کے ذریعہ سے ہر اس شخص کو نصیحت کر دو جو میری تنبیہہ سے ڈرے۔)

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (ذاریات۔۵۵)

(البتہ نصیحت کرتے رہو، کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لیے نافع ہے۔)

فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ۔ (غاشیۃ۔۲۱)

(اچھا تو (اے نبی) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو۔)

نسیان

بھول انسان کی ایک دشواری ہے جو اس کے لیے نقصان دہ بھی ہے اور مختلف مواقع پر مشکلات زندگی کے تئیں صحیح موقف اپنانے میں رکاوٹ بھی بنتی ہے، قرآن کریم نے بہت ساری آیات میں نسیان کا ذکر کیا ہے، اگر ہم ان آیات پر نظر ڈالیں اور ان کے معانی پر غور کریں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ نسیان کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ انہیں درج ذیل قسموں میں ہم رکھ سکتے ہیں۔ [1]

(1) بھول جو واقعات، اشخاص کے نام، اور مختلف حاصل شدہ معلومات کے تئیں ذہن میں پیدا ہو جاتی ہے، یہ بھول کی عام قسم ہے، جو معلومات کے ٹکراؤ اور اختلاط کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے، ماہرین نفسیات نے بھول کی اس قسم کا بہت تفصیلی مطالعہ کیا ہے

---

[1] بہی خولی، حوالہ سابق صفحہ 182-184

[2] سارنوت، الف مدنیک، ھوارڈر، یولیو، الیڈابیٹ ف، نوفاتس، حوالہ سابق صفحہ 152-157

Marfat.com

اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ معلومات کے ٹکراؤ و اختلاط کا نتیجہ ہے' انہوں نے ایسے اختلاط کی دو قسموں کے درمیان فرق کیا ہے' ایک اختلاط رجعی دوسری اختلاط لاحق۔ اختلاط رجعی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب نئے امور سیکھنے کے نتیجہ میں پرانی سیکھی ہوئی چیزوں کی یاد کمزور پڑ جاتی ہے' اور نئی سیکھی ہوئی چیز کی یاد پر قدیم معلومات' عادات اور سرگرمیوں کی اثراندازی کی صورت میں اختلاط لاحق ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سابقہ معلومات اور سرگرمیوں کی کثرت کسی نئی سیکھی ہوئی چیز کو یاد رکھنے میں دشواری پیدا کرتی ہے' اگر سابقہ سرگرمیاں اور معلومات قلیل ہوں تو جدید چیز کی یاد اچھی طرح رہتی ہے' اس لیے بڑوں کے مقابلہ میں چھوٹے بچے گذشتہ واقعات کی تفصیلات زیادہ اچھی طرح یاد رکھتے ہیں(۱)' قرآن کریم نے اس نوع کے نسیان کی جانب اشارہ کیا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى۔ (اعلی-۶)

(ہم تمہیں پڑھوا دیں گے پھر تم نہیں بھولو گے۔)

(2) نسیان ذہن سے نکل جانے کے معنی ہیں' جیسے انسان کسی جگہ کوئی چیز بھول جاتا ہے' یا کسی شخص کے ساتھ چند امور پر گفتگو کرنا چاہتا ہے' کچھ پر گفتگو ہوتی ہے اور کچھ ذہن سے نکل جاتے ہیں' بعد میں یاد آتی ہے' اس کی مثال قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نوجوان سے متعلق ہے:

قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا۔ (کہف-۶۳)

(خادم نے کہا "آپ نے دیکھا! یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھے ایسا غافل کر دیا کہ اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا' مچھلی تو عجیب طریقہ سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبد صالح سے جو بات کہی اس میں بھی اسی نسیان کا ذکر ہے:

لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ۔ (کہف-۷۳)

(بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیئے۔)

Marfat.com

اس نوع کے نسیان کی تشریح ہم اختلاط لاحق سے بھی کر سکتے ہیں جس کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ہے۔

(3) بے اہتمامی کے معنی میں نسیان، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ۔ (توبہ۔۶۷)

(یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔)

یہاں اللہ کو بھول جانے کا مطلب یہ ہے کہ احکام الٰہی کی تعمیل سے بے اہتمامی برتتے ہوئے اطاعت نہیں کی، 'اللہ ان کو بھول گیا' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنا فضل ان سے ہٹا لیا۔

اس نوع کے نسیان کا ذکر قرآن کی درج ذیل آیت میں ہے:

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسَاھُمْ اَنْفُسَھُمْ۔

(حشر۔۱۹)

(ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔)

اس معنی میں وہ نسیان بھی آتا ہے جو درج ذیل آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی جانب منسوب کیا گیا:

وَلَقَدْ عَھِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا۔ (طٰہٰ۔۱۱۵)

(ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور اس میں ہم نے عزم نہ پایا۔)

مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قلب اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے ایک لمحہ کے لیے کوتاہ ہو گیا، پھر اللہ کی ممانعت کو بھول گئے اور شیطان نے وسوسہ ڈال کر غلطی کا ارتکاب کرا دیا۔

وَمَآ اَنْسَانِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔

(اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا۔)

اس کی دیگر مثالیں درج ذیل آیات ہیں:

Marfat.com

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (انعام۔۶۸)

(اور اے نبی' جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہو جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔)

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (مجادلہ۔۱۹)

(شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے' اور اس نے خدا کی یاد کو ان کے دل سے بھلا دیا ہے' وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں' خبردار رہو شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔)

وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِکْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۔ (یوسف۔۴۲)

(پھر ان میں سے جس کے متعلق خیال تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا اس سے یوسف نے کہا کہ "اپنے رب (شاہ مصر) سے میرا ذکر کرنا" مگر شیطان نے اسے ایسا غفلت میں ڈالا کہ وہ اپنے رب (شاہ مصر) سے اس کا ذکر کرنا بھول گیا اور یوسف کئی سال قید خانے میں پڑا رہا۔)

انسان کو گمراہ کرنے' اللہ کی یاد اور خیر و صلاح سے غافل بنانے کا شیطانی وسیلہ انسان کی خواہشات اور محرکات کی تکمیل کی راہ سے اثراندازی ہے' یہی انسانی طبیعت کا کمزور پہلو ہے' محرکات کی تکمیل اور لذت و لطف کے حصول کی جانب اس کی طبیعت

Marfat.com

مائل رہتی ہے' اسی راہ سے شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے نفس تک پہنچا تھا ل
انہیں درخت کھانے پر دوام اور لازوال ملکیت کی تمنا دلائی تھی' حضرت آدم علیہ السلام
اللہ کی ممانعت بھول گئے اور غلطی کا ارتکاب ہو گیا' شیطان اسی راہ سے تمام انسانوں پر
اثرانداز ہوتا ہے' ان کی مختلف خواہشات و شہوات کو بھڑکا دیتا ہے' اور وہ ان میں مشغول
ہو کر اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا
فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ
بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ
الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔

(اعراف۔ ۱۷۵'۱۷۶)

(اور اے نبی' ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم
نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا آخرکار
شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر
رہا' اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے مگر
وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے
پڑا رہا لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی تم اس پر حملہ کرو تب بھی
زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔)

قرآن میں نسیان کا علاج

یاد خداوندی سے قلب کی غفلت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نسیان کا علاج اللہ
تعالیٰ کے فضل و انعام' اس کی نشانیوں' آخرت اور یوم حساب کی مسلسل یاد ہے' اس نوع
کے نسیان کے علاج میں ذکر خداوندی کی اہمیت قرآن نے بھی بتائی ہے' ذیل کی آیت
ملاحظہ ہو:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔ (کہف۔ ۲۴)

ل بہی خولی' حوالہ سابق' صفحہ 184

Marfat.com

(اگر بھولنے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو۔)

قرآن اللہ کی یاد کرنے والے مومنین کی تعریف کرتا ہے اور انہیں اہل عقل و دانش بتاتا ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (آل عمران۔ ۱۹۰، ۱۹۱)

(زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) "پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔)

چونکہ ذکر الٰہی نسیان اور غفلت قلب کا علاج ہے، اس لیے شب و روز اور صبح و شام کثرت سے ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔ (احزاب۔ ۴۱، ۴۲)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔)

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ۔ (نساء۔ ۱۰۳)

(پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو۔)

Marfat.com

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

(جمعہ۔۱۰)

(پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔)

اللہ کے نسیان اور آخرت کی غفلت کا علاج دائمی طور پر کثرت سے ذکر الٰہی ہے تاکہ ہمیشہ دل میں اللہ کی یاد ہو' اور ایک لمحہ کے لیے بھی غفلت نہ ہو' تعلم کا ایک اصول تکرار ہے جس پر گذشتہ صفحات میں گفتگو ہو چکی ہے' ذکر الٰہی کی تکرار سے انسان کے اندر اللہ کے ذکر اور حمد و ثنا کی عادت پیدا ہو جاتی ہے' جو اندر راسخ ہو جاتی ہے' پھر زندگی کا ہر لمحہ بغیر کسی جہد و مشقت کے ذکر الٰہی سے آراستہ ہو جاتا ہے' اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمہ وقت دل میں حاضر ہوتا ہے' یہی وہ کیفیت ہے جس کے حصول کے لیے بہت سارے صوفیاء مسلسل روحانی مشق و ریاضت کرتے رہتے ہیں۔

قرآن' عقیدہ کی کتاب ہے' علم و سائنس کی کتاب نہیں' اس لیے اللہ کی یاد اور آخرت سے غفلت و نسیان کے موضوع کو قرآن نے اختیار کیا ہے' اور اس نوع کے نسیان کا علاج بھی بتایا ہے' کہ انسان کی دنیاوی اور اخروی دونوں سعادت کی راہ میں اس کی بڑی اہمیت ہے' چونکہ اس نوع کے نسیان کے علاج کا بنیادی اصول ذکر الٰہی کی تکرار ہے' تاکہ وہ عادت بن کر کردار و عمل میں اتر آئے' اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ معلومات کی عام بھول چوک اور نسیان' یعنی نسیان کی وہ دونوں اقسام جن کا پہلے ذکر ہوا ہے' کا علاج بھی ان معلومات کی تکرار' یعنی بار بار انہیں ذہن میں لانے اور مستحضر کرنے کا عمل ہے' جدید ماہرین نفسیات اپنی تحقیقات میں اس نتیجہ تک پہنچے ہیں' جنہوں نے نسیان کی صرف پہلی اور دوسری قسم ہی تک اپنی بیشتر توجہ محدود رکھی ہے' نسیان کی تیسری قسم جس کا قرآن میں ذکر آیا ہے اور جس پر ابھی ہم نے گفتگو کی ہے' ان کی تحقیقات میں نہیں آئی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

آٹھویں فصل

دماغ و اعصابی نظام اور قرآن

جدید عضویاتی اور جسمانی تحقیقات نے دماغ کے ان مقامات کو متعین کر لیا ہے جو متعینہ نفسیاتی اعمال انجام دیتے ہیں' ان مقامات میں سب سے اہم وہ حرکاتی حصہ ہے جو جسم کے تمام اجزاء کی حرکت پر حاوی ہوتا ہے' دوسرا وہ حسی مقام ہے جو احساس لمس' احساس الم کے بعض عناصر' درجہ حرارت میں تغیرات اور ذوق کے احساس کی منتہیٰ ہے' اجزاء جسم کا ہر جز حرکاتی مقام اور حسی مقام دونوں میں نمائندہ ہوتا ہے اور پیشانی کے جوڑوں کا مقام جو پیشانی کے دونوں ٹکڑوں کے اگلے حصہ میں ہوتا ہے' جہاں جسم کے مختلف اجزاء سے آنے والے پیغامات بامعنی احساسات کی شکل میں جمع ہوتے ہیں' جسم کے مختلف اجزاء کے لیے صادر ہونے والے حرکت کے پیغامات مرتب و منضبط ہوتے ہیں' اور ان تمام سرگرمیوں میں دخل انداز ہوتے ہیں جن پر دماغ کی حکمرانی ہے' نیز یہی مقام اعلیٰ عقلی اعمال مثلاً تعلم' غور و فکر' بول چال' تحریر اور پڑھنے کا مرکز ہے۔[1]

دماغ انسان کی تمام سرگرمیوں پر حاوی و نگراں ہوتا ہے' اور انسان کی سرگرمی دماغ کے خلیوں پر اثرانداز ہوتی ہے' اور وہ اثر دماغ کے خلیوں میں اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے جس کی حقیقت تک ابھی علم کی رسائی نہیں ہوئی ہے' دماغ کے خلیوں میں محفوظ ہو جانے والے یہی اثرات اعلیٰ عقلی اعمال جیسے تعلم' تذکر' تخیل اور غور و فکر کے لیے بنیاد بنتے ہیں' اس حقیقت کی روشنی میں غالباً ہم قرآن کی ان آیات کی تشریح سمجھ سکتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ کان' نگاہ' زبان اور جلد سب حساب کتاب کے دن لوگوں کے خلاف شہادت دیں گے' یہ شہادت کس طرح ہوگی' اللہ ہی جانتا ہے' لیکن چونکہ انسان کی تمام سرگرمیاں اس کے دماغ کے خلیوں میں ریکارڈ ہو جاتی ہیں' تو ہو سکتا ہے' حقیقت اللہ

---

[1] محمد عثمان نجاتی' علم النفس فی حیاتنا الیومیہ' حوالہ سابق صفحہ 53-58

Marfat.com

کو معلوم' کہ اللہ تعالیٰ ان خلیوں کو قوت گویائی عطا کر دیں اور وہ اپنے ریکارڈ کی تمام چیزیں اسی طرح دوہرا دیں جس طرح کیسٹ ریکارڈ کی ہوئی تمام باتیں دہرا دیتی ہے' جدید سائنسدانوں نے حافظہ کے معموں اور دماغ کے خلیوں میں انسانی تجربات کے ریکارڈ کا مطالعہ کیا' اس طرح کے ایک فرد کے دماغ کے ایک مرکز کو بجلی کی لہروں سے چھیڑا گیا تو اس نے ایک موسیقی و نغمہ کی آواز سنی جو پہلے کبھی سن رکھی تھی' پھر دوسرے مرکز کو کرنٹ لگایا گیا تو ایک مخصوص منظر اسے نظر آیا جو پہلے اس نے کبھی دیکھا تھا[1] ان تجربات سے معلوم ہوا کہ انسانی تجربات اس کے دماغ کے خلیوں میں ریکارڈ ہوتے ہیں' اور ان خلیوں کو مخصوص انداز پر چھیڑ کر قدیم واقعات انسان کو یاد دلائے جا سکتے ہیں' اس بنیاد پر' حقیقت کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دماغ کے خلیوں کو گویائی عطا کر دیں گے اور وہ ریکارڈ شدہ افعال دہرا دیں گے' اور انسان کو اپنے افعال و اقوال اس طرح یاد آ جائیں گے گویا اس کی نگاہوں کے سامنے زندہ مناظر ہوں' ممکن ہے کہ کچھ دیگر وسائل کے ذریعہ بھی انسان کے اقوال و افعال ریکارڈ کئے جاتے ہوں اور دماغ کے خلئے متعدد وسائل میں سے ایک وسیلہ ہوں' اور یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف اعضاء جسم کے نسیجوں کے خلیوں میں بھی ریکارڈ کا عمل انجام پاتا ہو جس کی حقیقت سے ابھی ہم نا آشنا ہوں:

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ - (حم السجدة-۱۹'۲۱)

(اور اس وقت کا خیال کرو جب اللہ کے یہ دشمن دوزخ کی طرف جانے کے لئے گھیر لائے جائیں گے ان کے اگلوں کو پچھلوں کے آنے تک روک رکھا جائے گا پھر جب سب وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان پر گواہی دیں گی کہ وہ

---

[1] جریدۃ السیاسۃ' کویت شمارہ 12'3'82' صفحہ 13

Marfat.com

دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں' وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے "تم نے ہمارے خلاف گواہی دی؟" وہ جواب دیں گے "ہمیں اس خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے اس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔)

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (نور۔۲۴)

(وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جبکہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔)

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (یس۔٦٥)

(آج ہم ان کے منہ بند کئے دیتے ہیں' ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کیا کرتے رہے ہیں۔)

دماغ کے اندر اربوں کی تعداد میں اعصابی خلئے ایک نسبتاً تنگ جگہ یعنی کھوپڑی میں موجود ہوتے ہیں' دماغ کی جھلی بیشمار نشیب و فراز پیدا کرتی ہے' دماغی جھلی کی سطح فی الواقع اس قدر بڑی ہوتی ہے کہ اگر مسطح کر کے اسے بچھا دیا جائے تو سولہ اسکوائر فٹ کی جگہ پر پھیل جائے گی' جھلی کا یہ رقبہ اور اس کے اندر اربوں کی تعداد میں اعصابی خلئے کیونکر نہ انسان کی ایک ایک حرکت و عمل و قول و سرگرمی کو ریکارڈ کر سکتے ہیں' دماغ کی جھلی درحقیقت بہت بڑا رجسٹر ہے جس میں انسان کا ہر عمل ریکارڈ ہوتا ہے اور غالباً یہ ان وسائل میں سے صرف ایک وسیلہ ہے جن میں اللہ نے اپنی حکمت سے انسانی اعمال و افعال کی ریکارڈنگ کا انتظام کر رکھا ہے' تاکہ قیامت کے دن انسان کے خلاف ثبوت ہو' جس کا انکار وہ نہ کر سکے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ (اسراء۔۱۳'۱۴)

(ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور

Marfat.com

قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اس کے لیے نکالیں گے جو وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا نامہ اعمال آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔)

يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ۔ (قیامہ۔ ۱۳'۱۵)

(اس روز انسان کو اس کا اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو جانتا ہے چاہے کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔)

دماغ کے خلیوں میں انسانی اعمال کی ریکارڈنگ کے علاوہ دوسرا ایسا کوئی نظم بھی ہو سکتا ہے جو ایک بڑے اور عمومی رجسٹر کی مانند ہو اور تمام لوگوں کے اعمال اس میں ریکارڈ ہوتے ہوں' جیسا کہ بعض قرآنی آیات میں اس کی جانب اشارہ ملتا ہے۔

وَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَ جِائَيْءَ بِالنَّبِيِّينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ (زمر۔۶۹)

(زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی' کتاب اعمال لا کر رکھ دی جائے گی' انبیاء اور تمام گواہ حاضر کر دیئے جائیں گے۔ لوگوں کے ساتھ ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا' ان پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔)

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَاوَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا۔ (کہف۔۴۹)

(اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی' یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی موٹی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو' جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔)

Marfat.com

وَ لَدَيْنَا كِتَابٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

(مومنون۔٦٢)

(اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے' جو (ہر ایک کا حال) ٹھیک ٹھیک بتا دینے والی ہے اور لوگوں پر ظلم بہرحال نہیں کیا جائے گا۔)

حسی اعضاء مختلف محسوسات سے پیدا ہونے والی حسی تنبیہات سے متاثر ہوتے ہیں اور عصبی نبضیں اعصاب سے ہو کر دماغ میں مرکز احساس تک پہنچتی ہیں جس سے ادراک حسی وجود میں آتا ہے' قرآن کریم نے متعدد آیات میں بعض اہم اعضاء حس کی جانب اشارہ کیا ہے' گذشتہ تیسری فصل میں ادراک حسی پر گفتگو کے ضمن میں یہ آیات نقل کی گئی ہیں' چند درج ذیل ہیں:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (نحل۔٧٨)

(اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمہیں کان دیئے' آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے اس لیے کہ تم شکرگزار بنو۔)

وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (مومنون۔٧٨)

(وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیئے مگر تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔)

اس باب میں ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم نے انسان کی جلد میں الم کا احساس کرنے والے کچھ مخصوص اعضاء کے وجود کی طرف اشارہ کیا ہے' اس طرح انسانی جلد میں خصوصاً ہاتھ کی انگلیوں میں حاسہ لمس کے وجود کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ (نساء۔٥٦)

(جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں ہم

Marfat.com

بالیقین آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔ اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے۔)

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتَابًا فِی قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔

(انعام-۷)

(اے پیغمبر، اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔)

Marfat.com

نویں فصل

شخصیت اور قرآن

عام لوگ جب شخصیت کے اوپر غور کرتے ہیں تو عموماً وہ اس اعتبار سے اسے دیکھتے کہ اس شخصیت کی اثرانگیزی دوسروں پر کتنی ہے' یا اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ دوسرے اس کے متعلق کیا تاثرات لے رہے ہیں' گویا اسے ظلم اور صلح کے روپ میں دیکھا جاتا ہے' لیکن علماء نفسیات جب شخصیت پر غور کرتے ہیں تو ان کی نظر ان ساخت اور ٹھوس نفسیاتی اعمال پر ہوتی ہے جو فرد کے تجربات کو منظم اور اس کے افعال نیز معاشرہ و ماحول کے تئیں اس کی آمادگیوں کی تشکیل کرتے ہیں' اور ایک انسان کو دوسرے انسانوں سے ممتاز بناتے ہیں' دوسرے لفظوں میں شخصیت' فرد کے تمام جسمانی اور نفسیاتی ڈھانچوں کی تنظیم کا نام ہے جو ماحول کے ساتھ اس کی ہم آہنگی کی امتیازی پہچان طے کرتے ہیں' شخصیت کا مطالعہ کرتے وقت ماہرین نفسیات فرد کو ایک مکمل کلی کے طور پر دیکھتے ہیں جو ایک ایسی اکائی کے بطور عمل و ردعمل انجام دیتی ہے جس میں اس کے سارے جسمانی و نفسیاتی ڈھانچے شریک و ہم آہنگ ہوتے ہیں' اور اس کا کردار و عمل دوسروں سے ممتاز ہو کر سامنے آتا ہے۔[1]

قرآن کریم میں انسانی شخصیت اور اس کی عمومی علامات جو اسے دوسری مخلوقات سے ممتاز بناتی ہیں' کا وصف بیان ہوا ہے' نیز انسانی شخصیت کے بعض عمومی طرز و نمونے بھی بیان ہوئے ہیں جو بنیادی علامتیں ہوتی ہیں' یہ طرز اس قدر عام ہیں جنہیں آج بھی ہم اپنے معاشرہ اور عام طور تمام انسانی معاشروں میں دیکھ سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں درست شخصیت اور نادرست شخصیت دونوں کا وصف بیان ہوا

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے: اتیشاردس' لازاروس' الشخصیۃ' ترجمہ سید محمد غنیم دارالشروق بیروت 1981' صفحہ 19-12 محمد عثمان نجاتی: علم النفس فی حیاتنا الیومیہ صفحہ 393-396

Marfat.com

ہے، نیز وہ عوامل بھی بتائے گئے ہیں جو شخصیت کے اندر درستی و نادرستی پیدا کرتے ہیں۔ انسانی شخصیت کو نہایت باریکی کے ساتھ اور صحیح طور پر سمجھنے کے لیے شخصیت کی تحدید کرنے والے مختلف عوامل کا باریک مطالعہ ضروری ہے، جدید علماء نفسیات جب ان عوامل کا مطالعہ کرتے ہیں تو عموماً وہ حیاتیاتی، سماجی اور ثقافتی عوامل پر غور کرتے ہیں، حیاتیاتی عوامل کے مطالعہ میں موروثی اثر، جسمانی ساخت اور نظام و اعصاب و غدود کی نوعیت کو موضوع تحقیق بناتے ہیں، سماجی اسباب کا مطالعہ کرتے ہوئے عموماً بچپن کے تجربات، خصوصاً خاندان کے اندر اور والدین کے طرزِسلوک پر غور کرتے ہیں، اسی طرح جزوی ثقافت، سماجی طبقات، مختلف سماجی اداروں اور رفقاء و احباب کی جانب سے شخصیت پر مرتب ہونے والے اثرات کا مطالعہ کرتے ہیں، اس طرح شخصیت کی تحدید کرنے والے عوامل کو ہم دو بنیادی قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں، ایک موروثی عوامل جو خود فرد کی ساخت سے نکلتے ہیں، دوسرے ماحولیاتی عوامل جو خارج کے سماجی و ثقافتی ماحول سے وجود میں آتے ہیں، فرد کی ساخت سے وجود میں آنے والے عوامل کا مطالعہ جب جدید ماہرین نفسیات کرتے ہیں تو ان کی توجہ صرف جسمانی حیاتیاتی عوامل کے مطالعہ تک محدود ہوتی ہے، انسان کے روحانی پہلو سے وہ غافل ہوتے ہیں، یا اسے فراموش کئے ہوتے ہیں۔ اور یہی طریقہ سائنسی تجربہ گاہوں میں بحث و تحقیق کا موضوع بننے والی چیزوں کے مطالعہ تک محدودیت کے ان کے علمی اسلوب و نہج سے ہم آہنگ بھی ہے، اسی لئے انسان کے روحانی پہلو اور شخصیت پر اس کی اثر آفرینی کا مطالعہ جدید ماہرین نفسیات کے یہاں نہیں ملتا ہے۔

تجرباتی اور معروضی نہج کی اپنی تحقیقات میں پابندی کرنے والے ماہرین نفسیات انسان کے روحانی پہلو کے مطالعہ سے محرومی میں کچھ معذور سمجھے جا سکتے ہیں، کیونکہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ علمی اور معروضی انداز سے روحانی پہلو کا مطالعہ کس طرح کیا جائے لیکن تحقیقات کے اندر روحانی پہلو کے مطالعہ سے محرومی ایسی نہیں ہونی چاہئے کہ انسانی شخصیت اور اس کے درست و نادرست کردار کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش میں بھی روحانی پہلو کو وہ بالکل نظرانداز کر جائیں، شخصیت کے مطالعہ میں روحانی پہلو سے ماہرین نفسیات کے گریز کی وجہ سے انسان کے فہم اور درست و نادرست شخصیت کی تحدید کرنے

Marfat.com

والے عوامل کی معرفت میں ان سے زبردست کوتاہی ہوئی' اور شخصیت کی بے راہ روی کے نفسیاتی علاج میں بھی بہترین راہ تک وہ نہیں پہنچ سکے' نفسیاتی تجزیہ نگار "اریک فروم" جدید علم النفس کی اس کمی و نقص کا اعتراف کرتا ہے جو روحانی پہلو کو نظرانداز کردینے کی وجہ سے انسان کو صحیح صحیح سمجھنے میں پیش آیا ہے' اس کے درج ذیل اقتباس میں یہ اعتراف صاف نظر آتا ہے "نفسیات میں انسانی روح اور اس کے فضائل و سعادت کے مطالعہ کا طریقہ بالکلیہ ترک کردیا گیا ہے' اور اکیڈمک علم النفس وزن اور حساب کے تجرباتی اسالیب اور طبیعاتی علوم کی نقل کی کوشش میں روح کے علاوہ ہر شے کا مطالعہ کرتا ہے' اس علم میں انسان کے ان ہی مظاہر کو سمجھنے کی کوشش کی گئی جنہیں تجربات کی کسوٹی پر پرکھا جاسکتا تھا' اور شعور' اقدار اور خیر و شر کی معرفت کو ایسے تصورات سمجھا گیا جو علم النفس کے موضوعات سے خارج ہوں' اور عام طور پر صرف ایسے امور میں دلچسپی لی گئی جو غیراہم تھے' لیکن ان کے مزعومہ علمی منہج سے ہم آہنگ تھے' اس طرح علم النفس اپنے ایک بنیادی موضوع "روح" کے مطالہ سے خالی ہوگیا اور مشینی اعمال' ردعمل کی ساخت اور شہوانی تقاضوں میں الجھ کر انسان کی اہم امتیازات جیسے محبت' عقل' شعور اور اقدام کے مطالعے سے دور رہا۔"

انسان کی شخصیت کو پوری باریکی اور مکمل وضاحت کے ساتھ ہم اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ شخصیت کی تحدید کرنے والے عوامل کی حقیقت خواہ مادی ہوں' یا روحانی' اور سماجی ہوں یا ثقافتی' ہم معلوم نہ کرلیں' جسمانی حیاتیاتی عوامل اور سماجی و ثقافتی عوامل کے مطالعہ تک محدودیت اور روحانی پہلو سے چشم پوشی شخصیت کا غیرواضح اور غیرنمایاں تصور پیش کرتی ہے۔

انسانی ساخت

قرآن بتاتا ہے کہ کس طرح اللہ نے مادہ اور روح سے انسان کی تخلیق فرمائی' تکوین کے متعدد مراحل' سوکھی مٹی سے' گیلی مٹی' پھر اسے کھنکھناتی ہوئی مٹی' پھر اسے ٹھوس پکی ہوئی حالت' سے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر اپنی روح پھونکی اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عمل میں آگئی:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ فَاِذَا

Marfat.com

سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ۔

(ص۔۷۱‘۷۲)

(جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا "میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر جاؤ۔")

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ۔ (حجر۔۲۸‘۲۹)

(پھر یاد کرو اس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ "میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔)

قرآن میں "روح" کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ [۱] جن آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر ہے‘ روح کا مفہوم وہاں "اللہ کی طرف سے ایسی روح ہے‘ جس کے ذریعہ انسان کے اندر بلند صفات اور حق سے تعلق کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔" [۲] "وہ ایسا عالی عنصر ہے جن میں بلند امور اور پاکیزہ صفات سے آراستگی کی صلاحیت شامل ہوتی ہے۔ وہی حیوانی سطح سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت انسان میں پیدا کرتی ہے‘ زندگی کے اندر بلند مقاصد و اعلیٰ منزل متعین کرتی ہے‘ طریقہ کار کے خدوخال طے کرتی ہے‘ اور اس کی بشریت کے اندر ان اقدار و معارف سے استفادہ کی رغبت پیدا کرتی ہے جو اسے انسان کی حقیقت عطا کرتے ہیں۔" [۳]

تکوین و تشکیل کی اس نوعیت کی وجہ سے دوسری تمام مخلوقات سے انسان ممتاز ہو

---

[۱] دیکھئے ابن قیم کی کتاب "الروح" بہی خولی نے اپنی کتاب "آدم علیہ السلام" صفحہ 21-24 میں اس کی تشریح کی ہے۔

[۲] بہی خولی‘ حوالہ سابق صفحہ 22

[۳] حوالہ سابق صفحہ 32-33

Marfat.com

جاتا ہے' بیشتر جسمانی خصوصیات اور حفظ و بقاء ذات کے محرکات و تاثرات اور تعلم و ادراک کی قدرت میں تو وہ حیوان کے ساتھ شریک ہوتا ہے' لیکن روح کی خصوصیات اس کا امتیاز ہے جو اللہ کی معرفت و عبادت اور کمال انسانی کے بلند معیاروں تک پہنچانے والے فضائل اور اعلیٰ اقدار کا شوق اس کے اندر پیدا کرتے ہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے خلافت ارضی کا اہل اسے قرار دیا گیا' مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان کو حیوان سے ممتاز کرنے والی چیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے روح کی وہ روشنی ہے جس نے اس کے اندر اللہ کی معرفت' اس پر ایمان' اس کی عبادت' علوم کی تحصیل اور کائنات کی تعمیر میں ان کا استعمال اور اپنے انفرادی و اجتماعی سلوک و عمل میں اعلیٰ اقدار و فضائل کی پابندی کی خصوصیات سے نوازا ہے۔

انسان کے اندر روح اور مادہ دونوں ایک دوسرے سے جدا اور علاحدہ نہیں ہوتے' بلکہ وہ دونوں مل کر ایک مکمل و ہم آہنگ اکائی بنتے ہیں اور اسی مکمل و ہم آہنگ امتزاج سے انسانی ذات و شخصیت کی تشکیل ہوتی ہے' انسانی شخصیت کو پوری باریکی کے ساتھ سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مادہ اور روح کے عناصر کے امتزاج سے تشکیل پانے والے مکمل انسانی وجود پر ہماری نظر ہو۔

نفسیاتی کشمکش

انسان کی شخصیت میں جسمانی ضروریات کے قبیل کی حیوانی صفات بھی ہوتی ہیں' ذات کے تحفظ اور بقاء کے لیے ان ضروریات کی تکمیل ضروری ہوتی ہے ساتھ ہی اس کے اندر ملکوتی صفات بھی ہوتی ہیں جو معرفت خداوندی' ایمان و سرافگندگی اور تسبیح و مناجات کا شوق اس کے اندر پیدا کرتی ہیں' انسانی شخصیت کے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان بسااوقات کشمکش پیدا ہو جاتی ہے' کبھی جسمانی و شہوانی ضروریات اپنی جانب کھینچتی ہیں اور کبھی روحانی شوق و ضروریات اپنی طرف آمادہ کرتی ہیں' انسان ان دونوں پہلوؤں کے درمیان کشمکش محسوس کرتا ہے' روحانی اور مادی پہلوؤں کے درمیان بھی اسی کشمکش کی جانب قرآن نے اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی

Marfat.com

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ (نازعات۔۳۷تا۴۱)

(تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی' دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا' اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا' جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی۔)

قارون کے اپنی سج دھج کے ساتھ لوگوں کے سامنے نکلنے پر کچھ لوگوں کی یہ تمنا کہ ان کے پاس بھی قارون کی طرح دولت ہوتی اور دوسروں کا یہ جواب و احساس کہ اللہ جو کچھ انہیں نوازے گا وہ زیادہ بہتر و پائدار ہے' کو بیان کرتے ہوئے بھی قرآن نے اس کشمکش کی جانب اشارہ کیا ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۔ (قصص۔۷۹'۸۰)

(ایک روز وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا تو جو لوگ حیات دنیا کے طالب تھے وہ اسے دیکھ کر کہنے لگے "کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے' یہ تو بڑا نصیبے والا ہے' مگر جو لوگ علم رکھنے والے تھے وہ کہنے لگے "افسوس تمہارے حال پر' اللہ کا ثواب بہتر ہے اس شخص کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر کرنے والوں کو۔")

سامانوں سے لدے قافلوں کی مدینہ میں آمد کی خبر سن کر نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ مسلمانوں کے جمع ہو جانے کے واقعہ میں بھی قرآن نے انسان کی اس مادی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان کشمکش کی جانب اشارہ کیا ہے:

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ (جمعہ۔۱۱)

(اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو اس کی

Marfat.com

طرف چپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو "جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔")

اللہ کی مشیت رہی کہ انسان اپنی زندگی کی مشکلات و مسائل میں جسمانی ضروریات اور روحانی تقاضوں کے مابین نفسیاتی کشمکش کے مسئلہ سے بھی دوچار رہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ۔ (بلد۔۴)

(درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔)

نیز اس کی یہ بھی مشیت رہی کہ اس کشمکش کو حل کرنے میں انسان کو وہ حقیقی اور بنیادی آزادی حاصل رہے، جو اس زندگی میں اللہ نے انسان کو عطا کر رکھی ہے، جو شخص ان دونوں پہلوؤں کے درمیان توافق قائم کرے اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کا توازن و ہم آہنگی پیدا کر لے وہ اپنے اختیار و آزادی میں کامیاب ہے، اور دنیا و آخرت کی سعادت کا سزاوار ہے، اس کے برعکس جو روحانی تقاضوں کو نظرانداز کرتے ہوئے جسمانی شہوتوں کے پیچھے سرگرداں رہے وہ اپنے اختیار میں ناکام اور دنیا و آخرت کی شقاوت کا مستحق ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

(منافقون۔۹)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو "تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔")

اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔

(تغابن۔۱۵)

(تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔)

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى الَّذِیْ یَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰى قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

Marfat.com

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى۔
(الاعلیٰ۔۹'۱۷)

(لہٰذا تم نصیحت کرو اگر نصیحت نافع ہو جو شخص ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کر لے گا اور اس سے گریز کرے گا وہ انتہائی بدبخت جو اس بڑی آگ میں جائے گا پھر نہ اس میں مرے گا نہ جئے گا' فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔)

ﹺالَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ (ملک۔۲)

(جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ لوگوں کو آزما دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔)

اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت بھی رہی کہ اس کشمکش کو حل اور دشوار گزار گھاٹی کو پار کرنے کے لیے تمام لازمی امکانات سے انسان کو آراستہ کر دے' چنانچہ اسے ایسی عقل عطا کی گئی جو حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' اسی طرح ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کر کے اس کشمکش کے معاملہ میں فیصلہ کن موقف اپنانے اور اپنی پسند کی راہ منتخب کرنے کی استطاعت بخشی گئی' انسانی ارادہ کی آزادی' اور کشمکش کے حل کے لیے راہ منتخب کرنے کی آزادی' یہی دو اس کی ذمہ دارانہ حیثیت اور حساب و جواب دہی کی بنیاد بنتے ہیں:

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ۔ (بلد۔۱۰)

(اور دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیئے؟

اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا۔
(الدھر۔۳)

(ہم نے اسے راستہ دکھا دیا' خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔)

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ

Marfat.com

اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ (شمس۔۷۔۱۰)

(اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے دبا دیا۔)

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا۔ (انعام۔۱۰۴)

(دیکھو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آ گئی ہیں' اب جو بینائی سے کام لے گا اپنا بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا۔)

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (کہف۔۲۹)

(صاف کہہ دو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے' اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔)

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (حم السجدۃ۔۴۶)

(جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے اچھا کرے گا' جو بدی کرے گا اس کا وبال اس پر ہو گا اور تیرا رب اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔)

كَلَّا وَالْقَمَرِ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ۔ (مدثر۔۳۲'۴۷)

(ہرگز نہیں' قسم ہے چاند کی' اور رات کی جبکہ وہ پلٹتی ہے اور صبح

Marfat.com

کی جب کہ وہ روشن ہوتی ہے' یہ دوزخ بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے' انسانوں کے لیے ڈراوا' تم میں سے ہر اس شخص کے لیے ڈراوا جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے۔ ہر شخص اپنے کسب کے بدلے رہن ہے' دائیں بازو والوں کے سوا' جو جنتوں میں ہوں گے وہ مجرموں سے پوچھیں گے "تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟" وہ کہیں گے "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے' اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ رہ کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے' اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے' یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آگیا۔)

انسان کی طبعی ساخت میں دونوں قسم کی استعداد موجود ہے۔ ہوائے نفسانی' شہوات جسمانی' حسی لذتوں اور دنیاوی خواہشات کی پیروی کر کے شر قبول کرنے کی' اور فضیلت و تقوی اور اعلی اقدار و عمل صالح کے وسیع آفاق میں پرواز کر کے نفسیاتی سعادت و سکون سے ہمکنار ہونے کے لیے خیر قبول کرنے کی بھی' ان دونوں کے درمیان کشمکش بپا ہونا فطری بات ہے' خیر و شر' فضیلت و پستی اور اطاعت و معصیت کے درمیان ہی انسان کے ارادہ و اختیار کا امتحان ہے کہ وہ راہ خیر اپناتا ہے یا راہ شر' اللہ کی اطاعت کا قلادہ گلے میں ڈالتا ہے یا معصیت کا؟ خواہشات و شہوات اور دنیاوی لذتوں میں ڈوب کر اللہ کی یاد اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے' یا اپنی خواہشات و شہوات کو نکیل دے کر جسمانی ضروریات اور روحانی تقاضوں دونوں کے درمیان بہترین توازن برقرار رکھتا ہے۔

انسانی جب دنیاوی لذتوں کو اپناتا ہے' اور خواہشات کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے تو اپنے رب اور آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے' اس کی زندگی حیوان کی سطح پر آجاتی ہے' بلکہ حیوان سے ممتاز کرنے والی عقل استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اس کی سطح حیوان سے بھی پست ہو جاتی ہے۔

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا
أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا۔ (فرقان - ۴۳' ۴۴)

Marfat.com

(کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔)

جس انسان کی زندگی اس سطح پر گزرتی ہے' اس کی شخصیت ناپختہ رہ جاتی ہے' وہ ایسے بچے کی مانند ہو جاتا ہے جسے صرف جسمانی ضروریات و خواہشات پوری کرنے کی فکر ہو' نہ ارادہ میں پختگی آئی ہو' اور نہ خواہشات و شہوات پر کنٹرول کرنا آتا ہو' وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے بھاگتا چلا جاتا ہے اور اپنے "برائی پر آمادہ کرنے والے نفس" (نفس امارہ) کا غلام ہو جاتا ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (یوسف۔ ۵۳)

(میں کچھ اپنے نفس کی برات نہیں کر رہا ہوں' نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو' بے شک میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے۔)

ایک حدیث میں اسی مفہوم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان کا نفس ہے' جس نے اسے درست بنایا اور کنٹرول میں رکھا وہ اس کے ظلم سے محفوظ رہے گا" [1]

انسان جب کمال انسانی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے' تب اس کا ضمیر بیدار ہوتا ہے' جو اسے شہوات و خواہشات کی غلامی' دنیاوی لذتوں کی اسیری اور غلطی و جرم کا شکار ہو جانے میں اس کے ارادہ کی کمزوری پر اسے متنبہ کرتا رہتا ہے۔ اسے گناہ کا احساس دلاتا اور کوتاہی و غلطی پر ملامت کرتا ہے اور انسان تائب ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے' یہ کیفیت "نفس لوامہ" (ملامت کرنے والے نفس) کے زیر اثر پیدا ہوتی ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔

---

[1] ابوالقاسم حسن بن محمد المفضل راغب اصفہانی' حوالہ سابق' صفحہ 88-89

(قیامۃ-۱'۲)

(نہیں' میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی' اور نہیں' میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔)

جب انسان مخلص بن کر توجہ کرلیتا ہے' سچے دل سے عبادات و نیک اعمال بجالا کر تقرب الٰہی حاصل کرتا ہے' اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے گریزاں ہو ہے' اپنی خواہشات و شہوات پر بھرپور کنٹرول رکھتا ہے۔ اور شریعت کی طے کردہ ...وں میں رہ کر ان کی تکمیل کرتا ہے تو وہ اپنی جسمانی ضروریات اور روحانی تقاضوں کے درمیان مکمل توازن پیدا کر لیتا ہے اور کمال انسانی کے اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے' یہی وہ مقام ہے جہاں نفس انسانی کو سکون و اطمینان کی کیفیت نصیب ہوتی ہے اور "نفس مطمئنہ" کا وصف اس پر راست آجاتا ہے:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَ ادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔

(فجر-۲۷'۳۰)

(دوسری طرف ارشاد ہوگا) اے نفس مطمئن' چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوف اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ ہے شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔)

نفس کے ان تینوں مفاہیم نفسِ امارہ' نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کا تصور ہم اس طرح بھی کرسکتے ہیں کہ یہ تین حالتیں ہیں جن سے انسانی شخصیت مادی و روحانی پہلو کی اندرونی کشمکش سے گزرتے ہوئے کمال انسانی کے مختلف معیاروں میں آراستہ ہوتی ہے' چنانچہ جب شخصیت انسانی اپنے ادنیٰ معیار پر ہوتی ہے جہاں خواہشات و شہوات اور دنیاوی لذات کا اس پر قبضہ ہوتا ہے' نفس امارہ کی حالت اس پر منطبق ہوتی ہے' جب کمال انسانی کے اعلیٰ معیار پر انسانی شخصیت پہنچ کر روح و جسم کے تقاضوں کے درمیان کمال ہم آہنگی و توازن قائم کرلیتی ہے تو نفس مطمئنہ کا وصف اس پر راست آتا ہے' ان دونوں معیاروں کے درمیان ایک متوسط معیار ہے جس میں انسان اپنی غلطیوں کا محاسبہ کرتا ہے اور اللہ کی غضب ناکیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے' لیکن وہ اپنی کوشش میں

Marfat.com

ہمیشہ کامیاب نہیں ہو پاتا ہے' بسا اوقات غلطی کا شکار بھی ہو جاتا ہے' اس معیار میں شخصیت پر نفس لوامہ کا وصف منطبق ہوتا ہے۔

یہاں پر اس بات کی جانب اشارہ مناسب ہے کہ نزول قرآن کے تقریباً چودہ سو سال بعد تحلیل نفسی اسکول کا بانی' فرائڈ نے شخصیت کے سلسلہ میں اپنا نظریہ پیش کیا جس میں نفس کی تین قسمیں علاحدہ علاحدہ بتائیں' اس نے تینوں قسموں کے جو کام بتائے قرآن میں مذکورہ نفس کی تینوں قسموں نفس امارہ' نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کے مفاہیم سے ان کی بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے' گرچہ قرآنی مفاہیم اور فرائڈ کے نظریہ کی تینوں قسموں کے درمیان کافی فرق بھی ہیں' آگے ان کی جانب ہم اشارہ کریں گے' فرائڈ کا کہنا ہے کہ نفس کی تین قسمیں ہیں "Ego, Id, Super Ego" [1] فرائڈ کے نزدیک Id نفس کا وہ حصہ ہے جو جسم کے تقاضوں اور "اصول لذت" کے تابع ہوتا ہے وہ منطق و اخلاق اور حالات سے آنکھیں بند کر کے صرف ان کی تکمیل میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے اس تشریح کے لحاظ سے Id بڑی حد تک نفس امارہ کے مفہوم کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

Super Ego نفس کا وہ حصہ ہے جو والدین اور مدرسہ کی تعلیم اور ماحول کی ثقافتی اقدار سے وجود میں آتا ہے' اور داخلی نفسیاتی قوت بن کر فرد کا احتساب و نگرانی کرتا اور سزا کا خوف دلاتا رہتا ہے' اسے ہی عموماً ضمیر کہا جاتا ہے' فرائڈ کے خیال میں Super Ego انسانی طبیعت کی سب سے اعلیٰ و بلند قسم ہے' اس طرح یہ گویا نفس لوامہ کے مفہوم سے قریب ہو جاتا ہے۔

Ego فرائڈ کے مطابق نفس کا وہ حصہ ہے جو Id سے نکلنے والی نفسانی خواہشات کا زمام اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ان پر کنٹرول رکھتا ہے' جسے چاہتا ہے اس کی آسودگی کی اجازت دیتا ہے اور جسے مناسب سمجھتا ہے موخر کر دیتا ہے اور جسے ضروری سمجھتا ہے' دبا دیتا ہے' وہ حالات اور خارجی دنیا کے قوانین و اقدار اور اخلاق و دینی تعلیمات کی رعایت کرتا ہے' فرائڈ کے مطابق Id حالات یا خارجی دنیا اور Super Ego کے درمیان یہ Ego

---

[1] فرائڈ' اڈ اور انا' ترجمہ محمد عثمان نجاتی' دار الشروق بیروت 1982ء' ایڈیشن چہارم
فرائڈ' معالم التحلیل النفسی' ترجمہ محمد عثمان نجاتی' دار الشروق بیروت 1983' صفحہ 46-48'
ایڈیشن پنجم

Marfat.com

تطبیق کا کام کرتا ہے' چنانچہ صرف ان حدود کے اندر نفسانی خواہشات کی تکمیل کی اجازت دیتا ہے جن کی حالات اجازت دیتے ہیں اور دوسری جانب Super Ego کی زیادتیوں پر بندش عائد کر کے کسی معقول سبب کے بغیر نقد و احتساب اور سزا کی وعید میں زیادتی سے روکتا ہے' ہم آہنگی و تطبیق کا یہ کام جب کامیابی کے ساتھ Ego انجام دے لیتا ہے تو انسان کے لیے توازن اور نفسیاتی صحت کا وجود ممکن ہو جاتا ہے' اس طرح اگر ہم دیکھیں تو Ego کے ذریعہ جو کام انجام پاتا ہے اور سعادت و توازن پیدا ہوتا ہے' اور نفس مطمئنہ کی کیفیت' جس تک خواہشات پر کنٹرول' جسمانی اور روحانی تقاضوں کے درمیان توازن' نیز اس کے لیے فرائض کی ادائیگی' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' عمل صالح اور اخلاق حسنہ کی پیروی کے ذریعہ معاشرہ میں اسلامی نظام حیات کی حقیقت کی رعایت کر کے انسان رسائی حاصل کرتا ہے' ان دونوں کے درمیان مشابہت نظر آنے لگتی ہے۔

لیکن نفس کے قرآنی مفاہیم اور فرائڈ کی پیش کردہ نفس کی تین قسموں کے درمیان متعدد اہم فرق بھی ہیں' جن کی وضاحت ضروری ہے' نفس امارہ' نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ یہ تینوں ایسی کیفیات ہیں' جو شخصیت کی مادی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان کی داخلی کشمکش کے دوران نفس کے اندر پیدا ہوتی ہیں' وہ نفس کی مختلف قسمیں نہیں ہیں' اور نہ ہی وہ انسانی نشوونما کے متعین مراحل میں وجود میں آتی ہیں لیکن Ego,Id اور Super Ego کا تصور فرائڈ کے نظریہ کے مطابق نفس کی مختلف قسمیں ہیں اور وہ بچہ کی نشوونما کے مختلف مراحل میں وجود میں آتی ہیں' ولادت کے فوری بعد بچہ کا نفس Id ہوتا ہے' کیونکہ وہ مکمل طور پر اپنے متبعی تقاضوں کے ماتحت ہوتا ہے' پھر خارجی عالم کی تاثیر کے تحت "Id" سے ایک نیا ممتاز جز وجود میں آنے لگتا ہے جو "Ego" ہوتا ہے' یہ Id سے پیدا ہونے والے متبعی تقاضوں پر حالات اور خارجی دنیا کی رعایت کرتے ہوئے کنٹرول رکھتا ہے' پھر والدین اور ماحول و معاشرہ کی تعلیمات و ہدایات سے Super Ego یعنی وہ ضمیر وجود میں آتا ہے جو احتساب و ملامت اور غلطیوں پر تنبیہہ کرتا ہے' ان تین اقسام کے درمیان کشمکش قائم رہتی ہے' جس میں Ego دیگر دونوں قسمیں Id اور Super Ego کے تقاضوں اور خارجی عالم کے مابین تطبیق و ہم آہنگی کی کوشش کرتا رہتا ہے' یہ کوشش جب کامیاب ہو جاتی ہے تو درست اور نفسیاتی صحت سے آراستہ انسان

Marfat.com

وجود میں آجاتا ہے۔

لیکن فرائڈ کے نظریہ کے مطابق نفس کی تینوں اقسام کے مابین جو نفسیاتی کشمکش بپا ہوتی ہے وہ انسانی شخصیت کے اندر مادی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان انسان کی تکوینی ساخت کی قرآنی تصویر کے مطابق ہوتی ہے' اور اسی کشمکش کے نتیجہ میں نفس کی تین حالتیں نفس امارہ' نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ ہیں۔

شخصیت کا توازن

ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ جسمانی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان قائم کشمکش کا سب سے بہترین حل دونوں کے درمیان توازن و تطبیق ہے' جسمانی ضروریات اسی دائرہ میں رہ کر پوری کی جائیں جو شریعت نے متعین کر دی ہے' اور ساتھ ہی روحانی ضروریات کی بھی تکمیل کی جائے' اگر انسان اپنی زندگی میں اعتدال و میانہ روی کی پابندی رکھے اور روحانی و جسمانی دونوں تقاضوں کی تکمیل میں کسی اسراف یا کوتاہی سے گریزاں رہے تو تقاضائے جسم اور ضروریات روح کے درمیان توازن و ہم آہنگی پیدا کرنا ممکن ہو جاتا ہے' اسلام نہ اس رہبانیت کو تسلیم کرتا ہے جو جسمانی محرکات کو کچلتی اور دبا دیتی ہے اور نہ بے لگام آزادی کی اجازت دیتا ہے کہ جسمانی تقاضوں کی جس طرح چاہے تکمیل کرتا پھرے' بلکہ جسم اور روح دونوں کے تقاضوں کے درمیان ہم آہنگی قائم رکھنے اور اعتدال و میانہ روی کی پابندی کرنے کی دعوت دیتا ہے' انسانی شخصیت کے اس توازن کی جانب درج ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (قصص-۷۷)

(جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔)

نبی کریم ﷺ کی ہدایت بھی یہی مفہوم پیش کرتی ہے کہ "بہتر وہ نہیں جو صرف دنیا کے لیے کام کرے اور آخرت کو چھوڑ دے' یا جو صرف آخرت کے لیے عمل کرے

Marfat.com

اور دنیا چھوڑ دے بلکہ بہتر وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے لیے عمل کرے۔" ؎۱

روح اور جسم کے درمیان جب یہ توازن قائم ہو جاتا ہے تو انسانی ذات اپنی حقیقی و مکمل صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے' جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات میں جلوہ نما تھی' جہاں روحانی پاکیزہ قوت اور جسمانی فیاضانہ زندگی دونوں میں توازن قائم تھا' آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت بھی مکمل خشوع اور پاکیزگی و یکسوئی کے ساتھ انجام دیتے تھے' اور دوسرے انسانوں کی طرح جسمانی تقاضے بھی شریعت کے بنا کردہ دائرہ میں پورا کرتے تھے' آپ کی ذات انسان کامل تھی' انسانی شخصیت کا مکمل ترین نمونہ' جہاں انسان کی جسمانی قوتیں اور روحانی تقاضے متوازن تھے۔ ؎۲

انسانی شخصیت میں روح اور بدن کے درمیان توازن پوری کائنات کے اندر قائم توازن کی ایک مثال ہے' اللہ تعالیٰ نے ہر ہر شے کو توازن اور صحیح اندازے سے پیدا کیا ہے۔ گذشتہ فصل اول میں جسم کے اندر توازن اور جسم کو متوازن حالت میں رکھنے میں فطری محرکات کے عمل کی جانب ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ ذات کے تحفظ اور بقاء کے لیے یہ توازن انتہائی ضروری ہے' البتہ اس کا دائرہ حیاتیاتی توازن ہی تک برقرار نہیں رہتا ہے' بلکہ وہ پوری انسانی شخصیت کو شامل ہے' وہ روح اور جسم کے درمیان توازن کو بھی شامل ہے۔

ہموار شخصیت

گذشتہ تفصیلات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کی نظر میں درست و ہموار شخصیت وہ ہے جس میں روح اور جسم کا توازن قائم ہو' اور دونوں کی ضروریات پوری کی جارہی ہوں' ہموار شخصیت جسم' جسمانی صحت اور جسمانی قوت پر بھی توجہ رکھتی ہے' اور شریعت کے دائرہ میں اس کی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے' دوسری جانب ایمان باللہ کی رسی بھی مضبوطی سے تھامے رہتی ہے' عبادات بجالاتی ہے' اللہ کی مرضیات پر عمل پیرا و

؎۱ محمد جواد مغنیہ' فلسفہ الاخلاق فی الاسلام' دار العلم للملایین بیروت 1977' صفحہ 194-195

؎۲ محمد قطب' فی النفس والمجتمع' مکتبہ وھبہ قاہرہ' ایڈیشن دوم' صفحہ 63-64

Marfat.com

منہیات سے گریزاں رہتی ہے' اس کے برعکس جو شخص اپنی خواہشات اور شہوات کے پیچھے سرگرداں رہتا ہے اس کی شخصیت ناہموار ہوتی ہے' اور اسی طرح جو اپنی جسمانی ضروریات کو کچل دیتا ہے انتہا پسند رہبانیت اور سخت تقشف کے ذریعہ جسم کو کمزور و لاغر بنا دیتا ہے' اور صرف روحانی تقاضوں اور شوق کی تکمیل میں منہمک رہتا ہے وہ بھی معتدل و متوازن شخصیت سے دور ہوتا ہے۔ یہ دونوں کنارے اور دونوں انتہائیں انسانی طبیعت اور فطرت کے خلاف ہیں' ان میں کوئی رجحان بھی انسان کی حقیقی شخصیت کی تعمیر نہیں کرسکتے' اور اسے کمال انسانی کے مقام تک نہیں پہنچاسکتے ہیں۔

قرآن میں شخصیت کے خدوخال

تاریخ کے مختلف ادوار میں مفکرین اور موجودہ دور کے ماہرین نفسیات نے لوگوں کی شخصیتوں کے مابین مشابہت اور فرق کی جہتیں متعین کرنے کی کوشش کی ہیں' اور لوگوں کو شخصیت کے متعدد خانوں میں بانٹنے کی کئی کوششیں انجام دی گئی ہیں جن میں سے ہر خانہ کی اپنی مخصوص صفات اور علامتیں ہیں' کچھ لوگوں نے جسمانی ساخت کی خصوصیت کی بنیاد پر ایسی خانہ بندی کی ہے اور اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ جو لوگ ایک مخصوص خانہ کے تحت مشترک ہوتے ہیں ان کی نفسیاتی علامتیں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں' کچھ دوسرے لوگوں نے نفسیاتی علامتوں کے اندر مشابہت و یکسانیت کی بنیاد پر نفسیاتی خانوں میں تقسیم بندی کی ہے۔ [1]

لوگوں کی مختلف خانوں میں تقسیم بندی کہ ایک خانہ میں آنے والے لوگ اپنی علامتوں اور پہچان میں باہم متشابہ ہوتے ہیں' یہ لوگوں کے اوصاف اور کردار و عمل کی تشریح میں معاون بننے والی محض ایک کوشش ہے' مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ فلاں شخص فلاں مخصوص طرز و خانہ سے وابستہ ہے تو گویا ہم اس کے وصف اور عمل کی تشریح کرتے ہیں اور آئندہ مخصوص حالات میں اس سے صادر ہونے والے عمل و موقف کی نوعیت کی

---

[1] اس موضوع پر مزید تفصیل کے لئے دیکھئے' ا۔لشاروس' لازاروس' الشخصیۃ' حوالہ سابق صفحہ 62-67

محمد عثمان نجاتی' علم النفس فی حیاتنا الیومیہ' حوالہ سابق صفحہ 398-405

Marfat.com

توقع کر لیتے ہیں۔

قرآن کریم کے اندر عقیدہ کی بنیاد پر لوگوں کی تین قسمیں مذکور ملتی ہیں۔ ایک مومنین، دوسری کفار اور تیسری منافقین، ہر قسم کی اپنی مخصوص صفات اور علامتیں ہیں جو دیگر دو قسموں سے اسے ممتاز کرتی ہیں۔ عقیدہ کی بنیاد پر لوگوں کی تقسیم قرآنی مقاصد سے ہم آہنگ ہے، کیونکہ قرآن کتاب ہدایت و عقیدہ ہے، نیز یہ تقسیم انسانی شخصیت کی تشکیل اس کی امتیازی صفات و علامت کی تحدید اور امتیازی طرز عمل کی تعیین میں عقیدہ کی اہمیت بھی اجاگر کرتی ہے، ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہے کہ قرآن کی نظر میں شخصیت کی قدر و قیمت کی تعیین کا بنیادی معیار عقیدہ و تقوی ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ (حجرات۔ ۱۳)

(در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔)

قرآن کریم نے متعدد مواقع پر مومنین، کافرین اور منافقین کی قسموں کی جانب اشارہ کیا ہے، مثال کے طور پر سورہ بقرہ کے آغاز میں چار آیات (۲ تا ۵) میں مومنین کا تذکرہ، دو آیات (۶۔۷) میں کفار کا اور تیرہ آیات (۸۔۲۰) میں منافقین کا ذکر ہے، دیگر متعدد سورتوں میں بھی اس تقسیم کی جانب اشارہ ہے، بلکہ ہر قسم کے نام سے علاحدہ علاحدہ سورت بھی لائی گئی ہے، سورہ مومنون، سورہ کافرون اور سورہ منافقون قرآن میں آئی ہیں۔ [۱]

ہر قسم کے لیے قرآن نے کچھ ایسی صفات اور علامتیں بھی بتائی ہیں جو اس کی پہچان اور امتیاز ہیں، ذیل میں ہم ہر قسم کی مخصوص صفات اور علامتوں کا بیان کرتے ہیں جو قرآن میں آتی ہیں:

---

[۱] اس موضوع پر مزید دیکھئے احمد محمد فارس، النماذج الانسانیہ فی القرآن الکریم، دار الفکر، بیروت، صفحہ 61-85، عبدالغنی عبود، الانسان فی الاسلام و الانسان المعاصر، دار الفکر العربی، قاہرہ 1978، صفحہ 152-155

Marfat.com

مؤمنین

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد سورتوں کی بیشتر آیات میں مومنین کا تذکرہ فرمایا ہے اور زندگی کے مختلف میدانوں' عقیدہ' عبادت' اخلاق' لوگوں کے ساتھ تعلقات' خاندانی تعلقات' حصول علم و معرفت کا شوق' عملی زندگی' تلاش معاش کی جدوجہد اور جسمانی صفات و علامات میں ان کے کردار و عمل کے اوصاف بتائے ہیں' قرآن میں مذکورہ صفات کو اگر ہم جمع کرلیں تو انہیں درج ذیل نو عمومی اور بنیادی خانوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) عقیدہ سے متعلق علامات
(۲) سماجی تعلقات سے متعلق علامات
(۳) عبادات سے متعلق علامات
(۴) خاندانی تعلقات سے متعلق علامات
(۵) اخلاقی علامات
(۶) تاثراتی و جذباتی علامات
(۷) عقلی اور عملی علامات
(۸) عملی زندگی اور ملازمت سے متعلق علامات
(۹) جسمانی علامات

مذکورہ بالا نو ۹ بنیادی و عمومی میدانوں میں سے ہر میدان کی اپنی علاحدہ جزوی صفات و علامات ہیں' جو کردار و عمل کے مخصوص گوشہ سے متعلق ہوتی ہیں' ذیل میں ہر قسم و میدان سے متعلق جزوی صفات و علامات کی فہرست دی جا رہی ہے:

۱۔ عقیدہ سے متعلق صفات

اللہ' اس کے رسولوں' اس کی کتابوں' اس کے فرشتوں' یوم آخرت' دوبارہ زندگی اور حساب' جنت و دوزخ' غیب اور تقدیر پر ایمان۔

۲۔ عبادات سے متعلق علامات

Marfat.com

اللہ کی عبادت' فرائض یعنی نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' اللہ کی راہ میں مال و جان کے ساتھ جہاد کی ادائیگی' اللہ کا خوف و تقویٰ' ہمیشہ اس کا ذکر' استغفار' اللہ پر توکل اور تلاوت قرآن۔

۳۔ سماجی زندگی سے متعلق علامات

لوگوں کے ساتھ حسن سلوک' نوازش و احسان' تعاون و مدد' اتحاد و یکجہتی' بھلائی کا حکم' برائی سے ممانعت' عفو و درگزر' ایثار' لغو چیزوں سے دوری۔

۴۔ خاندانی تعلقات سے متعلق علامات

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان' خانگی حسن معاشرت' خاندان کی دیکھ ریکھ اور ان کی ضروریات پر خرچ۔

۵۔ اخلاقی صفات

صبر' بردباری' سچائی' عدل' امانت' اللہ اور لوگوں سے ایفائے عہد' پاک دامنی' تواضع' حق اور راہ خدا میں قوت' عزت نفس' قوت ارادی' خواہشات اور شہوات پر کنٹرول۔

۶۔ تاثراتی اور جذباتی صفات

اللہ کی محبت' عذاب الٰہی کا خوف' رحمت الٰہی کی امید' لوگوں سے محبت' ان کے لیے اچھا پسند کرنا' غصہ پر قابو اور تاثرات غضب پر کنٹرول' دوسروں پر عدم زیادتی' عدم ایذا رسانی' دوسروں سے عدم حسد' عدم خودپسندی' رحم دلی' کسی گناہ کے سرزد ہونے پر احساس ندامت اور اپنے آپ کو ملامت۔

۷۔ عقلی اور علمی صفات

کائنات اور مخلوق خداوندی پر غور و فکر' حصول علم و معرفت' ظن و گمان کی عدم پیروی اور حقیقت کی تلاش' آزادی فکر و عقیدہ

۸۔ عملی زندگی اور ملازمت سے متعلق علامات

کام میں خلوص اور اچھائی' کسب معاش کی راہ میں سرگرمی کے ساتھ جہد و

Marfat.com

کوشش۔

۹۔ جسمانی صفات

قوت، صحت، نظافت، طہارت۔

اگر ہم ان مجموعی صفات پر غور کریں جو قرآن نے مومنینؑ کے لیے بتائی ہیں تو ہمارے ذہنوں میں زندگی سے بھرپور ایسے فرد مومن کی باریک تصویر آ جاتی ہے جو اپنے رب پر سچا ایمان رکھتا ہے، کماحقہ عبادت کرتا ہے، اپنی انفرادی و سماجی اور خاندانی زندگی میں اور اپنے کاروبار و ملازمت میں اعلیٰ انسانی اقدار اور بلند و حسین اخلاق کا نمونہ پیش کرتا ہے، اور اخلاص، امانت داری اور خوبی و اچھائی کی مثال قائم کرتا ہے۔ مرد مومن کی جو تصویر قرآن پیش کرتا ہے وہ اس زندگی کے اندر انسانی امکانات کے مطابق انسان کامل کی تصویر ہے اور اس تصویر کے سانچہ میں خود کو ڈھال لینے کا مطالبہ اللہ تعالیٰ ہم سے کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کی پہلی کھیپ کی تربیت انہی صفات کی بنیاد پر فرمائی تھی۔ ان کی شخصیتوں میں زبردست تبدیلی پیدا کردی اور ایسے سچے فرزند راہ مومن بنا دیا جنہوں نے اپنی شخصیتوں کی قوت، اخلاق کے حسن، ہمتوں کی بلندی اور قرآن و حدیث سے حاصل کردہ صفات و اقدار کی خوبی سے تاریخ کا رخ پھیر دیا۔

مومنین کے وصف میں قرآن میں بیان ہونے والی ان مجموعی صفات سے ہمارے ذہنوں میں انسان کی جو تصویر ابھرتی ہے، اسی نمونہ کو ہمیں اپنی حقیقی زندگیوں میں اتارنا چاہیے، اور اس نہج پر اپنے بچوں کی تربیت و کردار سازی کرنی چاہیے تاکہ ہماری شخصیات کے اندر ان صفات و علامات کی جڑیں پیوستہ ہو جائیں، اس طریقہ سے بہترین اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

یہ ساری صفات باہم علاحدہ نہیں ہیں، بلکہ سب ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں، اور سب مل کر زندگی کے تمام میدانوں میں مومن کے کردار و عمل کی رخ بندی کرتی ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مومن کا کردار و عمل خواہ اپنے رب کے ساتھ تعلقات ہوں، لوگوں کے ساتھ تعلقات ہوں، یا اپنی ذات کے ساتھ تعلقات، ہر جگہ یکساں و متوازن رہتا ہے، اور عقیدہ سے متعلق صفات و علامات زندگی کے تمام میدانوں کے اندر اس کے عمل کی رخ بندی میں بنیادی اور مرکزی رول ادا کرتی

Marfat.com

ہیں۔ عقیدہ توحید اور دوبارہ زندگی و حساب پر ایمان کی صفات و علامات پر اثرانداز رہتی ہیں، جو مومن اپنے رب کے ساتھ تعلقات میں امانت دار ہوتا ہے، وہ اپنے کاموں میں بھی امانت دار ہوتا ہے، جو مومن اپنے رب کی خشیت و تقویٰ دل میں رکھتا ہے، اور اخلاص کے ساتھ عبادات بجالاتا ہے، وہ اپنی ذات اور لوگوں کے ساتھ کے تمام تعلقات میں بھی اللہ کی خوشنودی کو مدنظر رکھتا ہے، اس کے ثواب کے لیے پرامید اور اس کے غضب و عقاب سے لرزاں رہتا ہے، اس طرح اللہ پر اس کا ایمان اور عبادت کی اثرانگیزی زندگی کے تمام میدانوں تک پھیلی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے اپنی ذات پر توجہ بھی عبادت بن جاتی ہے، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، محبت اور بھلائی بھی عبادت ہو جاتی ہے، اور اپنے کاموں کو اچھے اور مخلصانہ طریقہ پر انجام دہی بھی عبادت قرار پاتی ہے۔

پھر تمام مومنین تقویٰ کے یکساں معیار پر نہیں ہوتے، تقویٰ کے اندر بھی ان کے مختلف مراتب ہوتے ہیں، قرآن کریم نے مومنین کے تین درجے بتائے ہیں، ایک اپنے اوپر ظلم کرنے والے، دوسرے راہ اعتدال پر چلنے والے، تیسرے نیک کاموں میں پیش پیش رہنے والے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔

(فاطر۔۳۲)

(پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنا دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے (اس وراثت کے لیے) اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اب کوئی ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی بیچ کی راہ میں ہے، اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔)

اس آیت کی تشریح میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ: "(اپنے آپ پر ظلم کرنے والے) وہ لوگ ہیں جو بعض واجبات و فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور بعض حرام امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں۔ (درمیانہ رو لوگ) وہ ہیں جو واجبات کی ادائیگی کرتے

Marfat.com

ہیں اور حرام امور سے گریز کرتے ہیں بسا اوقات بعض مستحبات کو ترک کر دیتے ہیں' اور بعض مکروہات کو اپنا لیتے ہیں' نیک کاموں میں پیش پیش رہنے والے وہ لوگ ہیں جو واجبات اور مستحبات کی ادائیگی کرتے ہیں' محرمات اور مکروہات اور بعض مباحات سے بھی گریزاں رہتے ہیں۔" [۱] علامہ قرطبی فرماتے ہیں "اپنے آپ پر ظلم کرنے والا وہ ہے جو چھوٹے موٹے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے' درمیانہ رو وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور نیک کاموں میں پیش پیش وہ ہیں جو تمام لوگوں سے آگے رہتے ہیں۔" [۲] تفسیر جلالین میں ہے کہ عمل میں کوتاہی کرنے والا ظالم لنفسہ ہے' اور بیشتر اوقات عمل انجام دینے والا درمیانہ رو ہے' اور عمل کے ساتھ تعلیم و رہنمائی انجام دینے والا سابق بالخیرات ہے۔ [۳]

کُفّار

متعدد آیات میں قرآن کریم نے کفار کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی امتیازی صفات و علامات بتائی ہیں' ان صفات کو ہم درج ذیل خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) عقیدہ سے متعلق رکھنے والی صفات:

توحید' رسالت' آخرت' دوبارہ زندگی اور حساب پر عدم ایمان۔

(۲) عبادات سے متعلق صفات:

اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی پرستش جو نفع یا نقصان کی مالک نہیں ہیں۔

(۳) سماجی تعلقات سے متعلق صفات:

ظلم' مومنوں کے ساتھ اپنے معاملات میں سرکشی' ان کا استہزاء' ان پر زیادتی' برائی کی ترغیب اور بھلائی سے رکاوٹ۔

(۴) خاندانی تعلقات سے متعلق صفات:

قطع رحمی

---

[۱] تفسیر ابن کثیر جلد 3' صفحہ 554-555

[۲] تفسیر قرطبی جلد 14' صفحہ 346

[۳] تفسیر جلالین صفحہ 367

Marfat.com

(۵) اخلاقی صفات:

وعدہ خلافی‘ برائی‘ خواہشات و شہوات کی تکمیل‘ غرور‘ تکبر

(۶) تاثراتی و جذباتی صفات:

مومنوں سے نفرت‘ کینہ‘ ان کی نعمتوں پر حسد۔

(۷) عقلی و عملی صفات:

فکری جمود‘ فہم و تعقل سے تہی دامنی‘ دلوں پر مہر‘ باپ دادا کے رواج و عقائد کی اندھی تقلید‘ خود فریبی۔

کفار کی شخصیت کی جو تصویر قرآن پیش کرتا ہے‘ وہ یہ ہے کہ وہ نہ عقیدہ توحید پر ایمان رکھتے ہیں‘ نہ رسولوں پر اور آسمانی کتابوں پر‘ نہ آخرت اور حساب پر‘ نہ جنت و دوزخ پر‘ وہ اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہوئے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں‘ نہ سنتے ہیں‘ نہ بولتے ہیں‘ نہ سمجھتے ہیں۔ کفار ایسے اشخاص ہیں جن کی فکر جمود کا شکار ہے‘ جو قرآن کی دعوت توحید کی حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے ہیں۔ اسی لیے قرآن ان کے متعلق بتاتا ہے کہ:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ (بقرہ-۷)

(اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔)

وہ مومنین سے ان کی نعمتوں پر حسد کرتے ہیں‘ ان سے کینہ و نفرت رکھتے ہیں‘ ان کا استہزاء کرتے ہیں اور ایذا رسانی کرتے ہیں۔ ان کی مخالفت اور اسلام دشمنی میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں‘ مومنوں سے نفرت و عداوت کی راہ میں وہ صلہ و رشتہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ وعدہ خلافی کرتے ہیں‘ غرور گھمنڈ میں سرشار ہوتے ہیں۔ مادیت اور مفاد پرست ہوتے ہیں‘ دنیاوی عیش و لذت کوشی منتہائے آرزو ہوتی ہے اور فسق و فجور‘ عیش پرستی اور خواہشات و شہوات کی تکمیل میں زندگی صرف کر دیتے ہیں۔

گزشتہ سطور میں بات آئی تھی کہ عقیدہ توحید اور دوبارہ زندگی و حساب پر ایمان مومن کی سب سے نمایاں پہچان ہوتی ہے جو اس کی دیگر تمام صفات و علامات پر اثرانداز

Marfat.com

رہتی ہے' بلکہ وہ مومنوں کے امتیازی سلوک و عمل کو وجود بخشنے والی بنیادی قوت محرکہ ہوتی ہے' کفار چونکہ توحید' حساب اور دوبارہ زندگی پر ایمان سے محروم ہوتے ہیں' اس لیے ان کی شخصیات کی دیگر صفات و علامات کی تنظیم و ترتیب کرنے والی قوت سے وہ خالی ہوتے ہیں جو زندگی کے ایک واضح اور متعین مقصد یعنی اللہ کی عبادت' ہر فعل و عمل میں اس کی رضاجوئی' اس کی مغفرت و خوشنودی کی امید اور دنیا و آخرت کے ثواب کی توقع سے انہیں وابستہ کرتی' کردار و عمل کی تجدید و رخ بندی کرنے والی اس قوت سے محرومی کی وجہ سے کفار کی شخصیتوں میں توازن باقی نہیں رہتا' اور وہ برگشتہ ہو کر دنیاوی لذت کوشیوں اور جسمانی عیش پرستیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ اس محرومی کی وجہ سے تاثراتی توازن بھی بگڑ جاتا ہے' اور وہ مسلمانوں سے نفرت و حسد کرنے لگتے ہیں' ان سے تعلقات میں سرکش اور ایذا رساں بن جاتے ہیں' شخصیت کی بے اعتدالی اور توازنی بگاڑ ان کی فکر میں جمود پیدا کر دیتی ہے' اور دعوت توحید کو قبول کرنے سمجھنے اور اپنانے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

منافقین

منافقین لوگوں کا ایسا طبقہ ہے جو کمزور شخصیت اور تردد و عدم ٹھہراؤ کا شکار ہوتا ہے وہ ایمان کے تئیں کوئی واضح اور ٹھوس موقف نہیں اپناپاتے ہیں' قرآن کریم نے ان کی امتیازی علامات بتائی ہیں اور انہیں سخت سزاؤں کی دھمکی دی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا۔ (نساء۔ ۱۴۵)

(یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔)

قرآن میں بیان ہونے والی صفات و علامات کی درج ذیل تقسیم کی جا سکتی ہے:

۱۔ عقائد سے متعلق صفات:

توحید کے تئیں وہ دو ٹوک موقف نہیں اپناتے ہیں' مسلمانوں کے درمیان اسلام کا اظہار کرتے ہیں' اور مشرکین کے مابین شرک و کفر ظاہر کرتے ہیں۔

۲۔ عبادات سے متعلق صفات:

Marfat.com

دکھاوے کے لیے اور بے دلی کے ساتھ عبادات ادا کرتے ہیں' نماز کے لیے جاتے ہیں تو سست ہوتے ہیں۔

۳۔ سماجی تعلقات سے متعلق صفات:

برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے روکتے ہیں' مسلمانوں کی صفوں میں فتنہ و انتشار پھیلاتے ہیں غلط افواہیں اڑاتے ہیں' لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں' سامعین پر اثراندازی کے لیے باتیں بناتے ہیں' خوب قسمیں کھا کر لوگوں کو اپنی سچائی کا یقین دلاتے ہیں' ظاہری حسن و آرائش اپنا کر اپنی جانب لوگوں کی توجہ مبذول کرتے اور ان پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

۴۔ اخلاقی صفات:

خود اعتمادی کی کمزوری' وعدہ خلافی' ریاکاری' بزدلی' جھوٹ' بخل' نفع پرستی' موقع پرستی' خواہشات کی پیروی۔

۵۔ تاثراتی و جذباتی صفات:

خوف' مشرکین اور مومنین دونوں سے انہیں خوف رہتا ہے' بزدلی اور موت کے ڈر کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ شریک جہاد ہونے سے پہلو بچاتے ہیں' مسلمانوں سے کینہ و نفرت رکھتے ہیں۔

۶۔ عقلی و علمی صفات:

تردد' شک و شبہ' قوت فیصلہ کی کمی' صحیح سوچ سے محرومی' اسی لیے قرآن کریم نے بتایا کہ ان کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں' اپنے غلط کاموں کو صحیح بتا کر اپنا دفاع کرتے ہیں۔

یہ تمام صفات و علامات جو منافقین کے لیے قرآن نے بتائی ہیں' منافق کی شخصیت کی واضح تصویر سامنے لاتی ہیں' شخصیت منافق کی بنیادی علامتیں ایمان و کفر کے درمیان تردد اور عقیدہ توحید کے تئیں واضح دو ٹوک موقف اپنانے کی قوت سے محرومی ہے' اس کی وجہ غالباً یہ ہوتی ہے کہ منافق چونکہ بزدل اور خوداعتمادی کی قوت سے محروم ہوتا ہے' وہ مومنوں سے بھی خوف کھاتا ہے اور کفار سے بھی ڈرتا ہے' اس لیے ڈانواں ڈول پوزیشن میں رہتا ہے' کسی ایک جانب اپنے میلان کا واضح دو ٹوک فیصلہ نہیں کر پاتا ہے'

Marfat.com

اس کمزور موقف کی وجہ سے منافق کو جھوٹ' ریا اور دھوکہ کا سہارا لینا پڑتا ہے' مسلمانوں سے نفرت و حسد کے حقیقی جذبات کو پوشیدہ رکھنا پڑتا ہے' جس وجہ سے غلط افواہوں کا سہارا لے کر وہ خاموشی کے ساتھ فتنہ انگیزی کرتا ہے' منافق موقع و مفاد پرست ہوتا ہے' مسلمانوں کے ہاں کوئی فائدہ دیکھتا ہے تو خود کو ان سے وابستہ ظاہر کرتا ہے' اور جب مشرکوں کے یہاں کوئی فائدہ نظر آتا ہے تو ان میں شامل ہو کر اپنا حصہ حاصل کرتا ہے' منافق بزدل ہوتا ہے' جہاد کے نام پر مارے خوف کے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' اور طرح طرح کے بہانے تراش کر میدان جنگ سے پیچھا چھڑاتا ہے' منافق ہمیشہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے' اس لیے چرب زبانی اور حسن آرائی سے لوگوں پر اپنا اثر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے' اپنے دل میں وہ کمزوری محسوس کرتا رہتا ہے' اس لیے اپنے کو سچا و صحیح بتا کر اپنے دفاع کی کوشش میں رہتا ہے۔

قرآن کریم نے منافق کی جو تصویر پیش کی ہے' وہ نہایت باریک اور زندہ تصویر ہے' جو تمام انسانی معاشروں میں پائے جانے والے ایک خاص قسم کے لوگوں پر پوری طرح راست آتی ہے' اور ان امتیازی علامات سے ہم واضح طور پر ان کو پہچان سکتے ہیں۔

قرآن میں عقلی حیلے

جب انسان کے اندرون میں پوشیدہ حقیقی جذبات و محرکات جان لئے جاتے ہیں تو اندر میں ابھرنے والے احساس قلق کو چھپانے کے لیے انسان جو دفاعی طرز عمل اختیار کرتا ہے وہی عقلی حیلے کہلاتے ہیں۔

گذشتہ صفحات میں ذکر ہوا کہ منافقین کی شخصیت کا امتیاز یہ ہوتا ہے کہ وہ شک و تردد میں ہوتے ہیں' خود اعتمادی نہیں ہوتی' اپنی فضیحت و رسوائی کا خوف لگا رہتا ہے' اور اندیشہ رہتا ہے کہ مسلمان ان کی حقیقت سے واقف ہو کر ان کی گرفت نہ کرلیں' ان کی شخصیت کی یہ ساخت و کیفیت انہیں عقلی حیلے بطور دفاعی طرز عمل اپنانے پر کثرت سے مجبور کرتی رہتی ہے' قرآن کریم نے تین قسم کے عقلی حیلے بتائے ہیں جنہیں منافقین اپنایا کرتے تھے' بدگمانی' اپنی برات اور برعکس عمل۔

بدگمانی: بدگمانی ایسا عقلی حیلہ ہے جس میں انسان اپنی نفسیاتی کیفیت' اپنے عیوب و محرکات اور اپنی غلطیوں کو دوسروں پر ڈال کر اپنی ذات میں ان امور کو محسوس کرنے

Marfat.com

کے بجائے دوسروں میں وہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے کسی دوست کے تئیں دل میں دشمنی رکھتا ہے' وہ اپنے احساس دشمنی کو دوست پر ڈال کر یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کا دوست ہی اس سے دشمنی کا معاملہ کر رہا ہے' منافقین اپنے دلوں میں مسلمانوں کی دشمنی رکھتے تھے' ان سے خفیہ نفرت و حسد کرتے تھے' اور اپنے احساس دشمنی و نفرت کو مسلمانوں پر ڈال کر یہ گمان کرتے تھے کہ مسلمان ہی ان کی گرفت کرنا چاہتے ہیں' منافقین کی اس کیفیت کی قرآن نے کیسی سچی تصویر پیش کی ہے کہ مسلمانوں کی جو آواز بھی وہ سنتے ہیں اپنے خلاف ہی محسوس کرنے لگتے ہیں:

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ۔

(منافقون-۴)

(انہیں دیکھو تو ان کے جُثّے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں گے۔ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چُن کر رکھ دیئے گئے ہوں' ہر زور کی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں' یہ پکے دشمن ہیں' ان سے بچ کر رہو' اللہ کی مار ان پر' یہ کدھر الٹے پھرائے جا رہے ہیں۔)

جو پکار بھی وہ سنتے ہیں' اپنے خلاف ہی گمان کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ مسلمان ان کی گرفت کرنے والے ہیں' یہ خود ان کے دلوں میں پوشیدہ مسلمانوں کے خلاف احساس عداوت کا نتیجہ ہوتا ہے' اپنے احساس عداوت کو وہ مسلمانوں پر ڈال دیتے ہیں' یہ بھی قابل غور ہے کہ آیت کریمہ کے اندر "ہر پکار کو وہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں" کے فوری بعد کہا گیا کہ "وہ خود دشمن ہیں' تم ان سے ہوشیار رہو" یہ دوسرا جملہ بتا رہا ہے کہ درحقیقت خود ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت بھری ہے' اور ہر پکار و آواز کو اپنے خلاف سمجھنا بدگمانی کے نتیجہ کا وہم ہے۔

برات: یہ بھی ایک دفاعی عقلی حیلہ ہے' جس کے ذریعہ انسان

Marfat.com

اپنے ناپسندیدہ محرکات و افعال کا جواز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کی ایسی توجیہہ و تشریح کرتا ہے کہ وہ پسندیدہ قرار پا جائیں، منافقین بہت سارے مواقع پر اپنے افعال کی پسندیدہ تشریح کرنے کے لیے اس اسلوب کا سہارا لیتے تھے۔ زمین میں بگاڑ پیدا کر دیتے اور کہتے کہ وہ تو اصلاح و بہبودی چاہ رہے ہیں، اور اس طرح اپنے افعال کی ایسی توجیہہ و جواز پیش کرتے کہ وہ درست و پسندیدہ ظاہر ہونے لگیں، اس اسلوب کی جانب درج ذیل آیت میں قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔

(بقرہ۔ ۱۱، ۱۲)

(جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو، تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، خبردار! حقیقت میں یہی لوگ مُفسِد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا۔ (نساء۔ ۶۱، ۶۳)

(اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول کی طرف تو ان منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف آنے سے کتراتے ہیں، پھر اس وقت کیا ہوتا ہے جب ان کے اپنے ہاتھوں سے لائی ہوئی مصیبت ان پر آ پڑتی ہے؟ اس وقت یہ تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم تو صرف بھلائی چاہتے تھے اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین میں کسی طرح موافقت ہو جائے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں

Marfat.com

ہے' ان سے اعراض مت کرو انہیں سمجھاؤ اور ایسی نصیحت کرو جو ان کے دلوں میں اتر جائے۔)

عقلی حیلے ایسا طرز عمل ہے جسے انسان لاشعوری طریقہ پر انجام دیتا ہے' چنانچہ جب انسان مثال کے طور پر اپنا احساس عداوت دوسرے پر ڈال دیتا ہے تو یہ سمجھنے لگتا ہے کہ دوسرا شخص ہی اس کے تئیں دشمنی رکھتا ہے' اور اس طرح وہ اپنے کسی شعور و احساس کے بغیر دوسروں پر ڈالنے کا عمل انجام دے جاتا ہے' اسی طرح جب کوئی انسان اپنی برات و جواز پیش کرتا ہے تو اس وقت وہ اس احساس سے خالی ہوتا ہے کہ وہ اپنے لیے اظہار برات کا عمل انجام دے رہا ہے' بلکہ فی الواقع وہ یہی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ جو غلط اعمال اس سے انجام پا رہے ہیں وہ اچھے اور مفید اعمال ہیں' یا وہ ان اعمال سے خیر و بھلائی اور اصلاح چاہ رہا ہے' عقلی حیلوں کے اسی لاشعوری پہلو کی جانب قرآن اس جملہ میں اشارہ کرتا ہے کہ "درحقیقت وہ خود ہی فساد پھیلانے والے ہیں' لیکن وہ اس کا احساس و شعور نہیں رکھتے" یہ جملہ "وہ احساس و شعور نہیں رکھتے" ان کی اس بے شعوری کی جانب اشارہ کر رہا ہے کہ جو کچھ وہ انجام دے رہے ہیں وہ اصلاح و خیر نہیں بلکہ فساد و بگاڑ ہے۔

برعکس عمل: یہ ایک ایسا عقلی دفاعی حیلہ ہے جس میں فرد اپنے جس طرز کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے اس کے برعکس عمل کا اظہار کرتا ہے' مثلاً ایک فرد کسی شخص کے ساتھ ظاہرداری' ادب اور احترام و محبت کا اظہار کرتا ہے' لیکن درحقیقت اس طرح وہ اس کے تئیں اپنے دل کی نفرت و عداوت کو پوشیدہ رکھتا ہے' منافقین بھی مسلمانوں کے تئیں اپنی نفرت و عداوت کی حقیقت کو چھپانے کے لیے اسی دفاعی عقلی حیلہ کا سہارا لیتے تھے' مسلمانوں سے اچھی طرح باتیں کرتے' ان سے اپنی محبت اور احترام و عقیدت کا اظہار کرتے' لیکن ان سب سے مقصود اپنی عداوت و نفرت کا اخفاء ہوتا تھا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ (بقرہ۔ ۲۰۴'۲۰۵)

(انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے' جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں' اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ

Marfat.com

ٹھہراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔ جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔)

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ۔ (منافقون۔۴)

(انہیں دیکھو تو ان کے جثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں، بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔)

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی کے منافقین کا طرز عمل بتاتے ہوئے قرآن نے چند وہ عقلی حیلے بھی بتائے جنہیں منافقین اختیار کرتے تھے، اس کے چودہ صدی بعد فرائڈ نے اپنے زیر علاج مریضوں پر تحقیق کرتے ہوئے ان عقلی حیلوں کی دریافت کی۔

قرآن میں شخصی و انفرادی فرق

لوگوں کی استعداد: جسمانی، نفسیاتی اور عقلی صلاحیتوں کے اندر بہت سارے فرق پائے جاتے ہیں، جو خاندان اور ماحول کے عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں، قرآن نے متعدد مقامات پر ایسے فرق کی جانب اشارہ کیا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ۔ (انعام۔۱۶۴)

(وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے، تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔)

اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا۔ (زخرف۔۳۲)

(کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں یا دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں،

Marfat.com

اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں' اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش' اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کے لیے۔)

اُنْظُرْ کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ (اسراء-۲۱)

(مگر دیکھ لو' دنیا ہی میں ہم نے ایک گروہ کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے۔)

وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ کَذٰلِکَ۔ (فاطر-۲۸)

(اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔)

ان آیات میں لوگوں کے درمیان پائے جانے والے انفرادی فرق کی جانب واضح اشارے موجود ہیں۔ نیز آیات یہ بھی بتا رہی ہیں کہ یہ فرق خاندان و ماحول کے عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا یہ جملہ "تم میں سے بعض کے درجات بعض سے اونچے بنائے" لوگوں کے درمیان ہر قسم کے فِرق و اختلاف' خواہ وہ موروثی ہوں' یا اکتسابی' جسمانی ہوں' نفسیاتی ہوں یا عقلی' دولت و جائداد میں ہوں یا اثر و رسوخ میں' کو ہمہ گیر ہے' اور دوسرا جملہ "تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لیں" دولت و ثروت' علم اور پیشہ کے اندر لوگوں کے فرق کی جانب اشارہ کر رہا ہے' کہ غریب شخص اجرت پر مالدار کا کام انجام دیتا ہے' اور مختلف پیشہ و ملازمت سے وابستہ لوگ اجرت پر دوسروں کے کام انجام دیتے ہیں' اور اس طرح باہمی تعاون اور افراد و معاشرہ کے درمیان تقسیم کار کے ذریعہ تمام لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں' اور زندگی میں درکار تمام لوازمات فراہم ہو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ' رنگ و زبان کا فرق اللہ کی نشانی ہے' انفرادی فرق کے اندر ماحول و خاندان کی اثراندازی کی جانب اشارہ کر رہا ہے کیونکہ رنگوں کے فرق خاندانی عوامل کا واضح نتیجہ ہوتے ہیں' اور زبان و اسلوب اور لہجوں کا فرق بھی سماجی و ثقافتی عوامل

Marfat.com

اور ماحول کے اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔

علم و حکمت کے اندر بھی لوگوں میں فرق ہوتا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ عقلی صلاحیتوں اور ذہانت میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ مذکورہ آیات سے بھی اس مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے اور درج ذیل آیت صراحت کے ساتھ یہی حقیقت پیش کر رہی ہے:

نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔

(یوسف-۷۶)

(ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں اور ایک علم رکھنے والا ایسا ہے جو ہر صاحب علم سے بالاتر ہے۔)

علامہ ابن کثیر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر ایک عالم ہے اور یہ سلسلہ اللہ رب العزت پر ختم ہوتا ہے' حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس کے پاس تھے' انہوں نے ایک عجیب بات بتائی' اس پر ایک شخص کو تعجب ہوا اور کہنے لگا: الحمدللہ۔ ہر صاحب علم کے اوپر ایک علم والا ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم نے غلط کہا' ہر جاننے والے کے اوپر اللہ جاننے والا ہے' ایک شخص دوسرے سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے' اور تیسرا اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے اور اللہ ہر جاننے والے کے اوپر ہے۔

چونکہ لوگ استعداد و صلاحیت' سماجی و ثقافتی حالات اور شخصی تجربات کے اندر مختلف ہوتے ہیں' اس لیے لوگوں کے عمل میں یقینا نمایاں فرق پایا جانا چاہیے:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ (اسراء-۸۴)

(اے نبی' ان سے کہہ دو کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔)

جسمانی اور عقلی استعداد و صلاحیت کا فرق لوگوں کے عمل و کردار کے حصول علم اور حق و عدل کی جستجو کے اندر بھی فرق پیدا کر دیتا ہے۔

اور نتیجتاً ان کے فرائض اور ذمہ داریوں میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ (بقرہ-۲۸۶)

(اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ

Marfat.com

نہیں ڈالتا' ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے' اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اسی پر ہے۔)

وَ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا وَ لَدَیۡنَا کِتٰبٌ یَّنۡطِقُ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ۔ (مومنون۔۶۲)

(ہم کسی شخص کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے' اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے' جو (ہر ایک کا حال) ٹھیک بتا دینے والی ہے' اور لوگوں پر ظلم بہرحال نہیں کیا جائے گا۔)

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰهَا۔ (طلاق۔۷)

(اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ اسے مکلف نہیں کرتا۔)

لوگوں کے شخصی فرق کی جانب اور ہر شخص کو اس کی طاقت و وسعت کے بقدر ذمہ دار بنائے جانے کی جانب قرآن کریم کا واضح اشارہ وہ بنیادی فکر ہے جس کے مطابق جدید علم النفس افراد کی استعداد و صلاحیت کے فرق کو نظام تعلیم کی تنظیم میں ملحوظ رکھتا ہے' اور ہر شخص کو اس کی استعداد و صلاحیت کے مناسب علم کے حصول کا مشورہ دیتا ہے' جدید تربیتی نظام کے اندر بھی تربیتی رہنمائی کے عمل سے یہی مقصود ہوتا ہے' جدید ماہرین نفسیات انہی انفرادی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے تکنیکی و پیشہ ورانہ کاموں کے اندر ہر فرد کو اس کے مناسب و لائق کام ہی میں لگاتے ہیں۔

حدیث نبوی کے اندر بھی موروثی عوامل کی اثراندازی کی جانب اشارہ موجود ہے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "اچھی نسل میں شادی کرو' نسل کا اثر رہتا ہے۔" دوسری حدیث میں فرمایا ہے "اپنے نطفہ کے لیے انتخاب کرو' خواتین اپنے ماموں اور اپنی بہنوں کی شکلوں کے بچے جنتی ہیں" ماحول کے عوامل کی اثرانگیزی کی جانب اس فرمان نبوی میں اشارہ ملتا ہے کہ "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے' پھر اس کے والدین اسے یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"[1]

---

[1] ابراہیم دسوقی مرعی' الطفولۃ فی الاسلام' دار الاعتصام قاہرہ 1979' صفحہ 20

Marfat.com

قرآن میں انسانی نشوونما

علم النفس کے اندر ان مختلف مراحل کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو بچہ کی نشو و نما کے دوران پیش آتے ہیں' ان مراحل کی امتیازی عمومی خصوصیات اور ان پر اثر انداز ہونے والے مختلف عوامل کو بھی زیر مطالعہ لایا جاتا ہے اس کے نتیجہ میں بچہ کی شخصیت کو پوری طرح سمجھنے اور اس کی رہنمائی و تربیت اچھی طرح انجام دینے کا موقع ملتا ہے۔

علم النفس کے اندر نہ صرف پیدائش کے وقت سے اس کی نشوونما کے مراحل کا مطالعہ کیا جاتا ہے بلکہ ماقبل ولادت جب وہ اپنی ماں کے بطن میں جنین ہوتا ہے' اس کے نشوونما کے مراحل اور جنین کی تشکیل و نشوونما پر اثرانداز ہونے والے مختلف موروثی و ماحولیاتی عوامل کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے' ما قبل ولادت مرحلہ کی نشوونما کے مطالعہ میں علم جنین کی تحقیقات کے نتائج سے علم النفس کے اندر بہت مدد لی جاتی ہے۔

ما قبل ولادت نشوونما

قرآن کریم نے ایجاز و تفہیم کے اپنے معجزانہ اسلوب میں استقرار حمل کے وقت سے ولادت تک جنین کی نشوونما کے مراحل کی جانب درج ذیل آیات میں اشارہ کیا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ (مومنون۔ ۱۲'۱۴)

(ہم نے انسان کو مٹی کے سلالت سے بنایا' پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا' پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی' پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا' پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر ہے۔)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِى الْاَرْحَامِ

Marfat.com

مَا نَشَآءُ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْآ اَشُدَّکُمْ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا۔ (حج-۵)

(لوگو، اگر تمہیں زندگی بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی، (یہ ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تاکہ تم پر حقیقت واضح کریں، ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک خاص وقت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔)

یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ۔ (زمر-٦)

(وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔)

ان آیات میں قرآن کریم نے آغاز حمل کے وقت رحم کے اندر جنین کی نشو و نما کے مراحل کی جانب اشارہ کیا ہے، جس وقت باپ کے مادہ منویہ کا ایک خلیہ ماں کے پختہ انڈے سے بار آوری کے ذریعہ تلقیح کو وجود بخشتا ہے جسے قرآن نے "نطفہ" کا نام بتایا ہے، پھر بار آور انڈا تقسیم ہو کر متعدد ہونے لگتا ہے اور اس کے خلیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے، لیکن ابتدائی دو ہفتوں کے دوران حجم کے اندر کوئی محسوس تبدیلی رونما نہیں ہوتی [۱] اس وقت قرآن کی زبان میں "علقہ" وجود میں آتا ہے۔ [۲]

---

[۱] مستفاد از فواد بہی سید، الاسس النفسیہ للنمو، دارالفکر العربی قاہرہ 1975، صفحہ 90-100، ایڈیشن چہارم، حامد عبدالعزیز فقی، دراسات فی سیکولوجیہ النمو، کویت 1977، صفحہ 41-68

[۲] دیکھئے فواد بہی، حوالہ سابق صفحہ 91، محمد اسماعیل ابراہیم، حوالہ سابق صفحہ 107

Marfat.com

پھر بار آور انڈا بیضہ دانی سے نکل کر رحم کی جانب آتا ہے اور اس کی دیواروں میں نصب ہو جاتا ہے اب جنین کی جھلیاں بننی شروع ہوتی ہیں اور ناف کی رسی دراز ہو کر بار آور انڈے کو ماں سے وابستہ کر دیتی ہے تاکہ ماں کے خون سے غذا کا حصول ہونے لگے' علقہ اس مرحلے میں آکر مضغہ بن جاتا ہے' اس کے بعد جسم کے ڈھانچہ کی تشکیل و تخلیق شروع ہوتی ہے' قرآن نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے "مضغہ سے مخلقہ اور غیر مخلقہ"

جنین کی زندگی کا یہ دور دوسرے ہفتہ کے اختتام سے شروع ہو کر دوسرے ماہ کی انتہا تک جاری رہتا ہے' جس کے بعد شروع ہونے والا مرحلہ ماہرین جنین کے نزدیک مرحلہ جنین کہلاتا ہے [1] جو پچھلے مرحلہ مضغہ سے ممتاز ہوتا ہے [2] جنین کا مرحلہ تیز رفتار نشوونما کا مرحلہ ہوتا ہے' اس دوران جنین کا حجم تیزی سے بڑھتا ہے' اعضاء کے تناسب میں تبدیلی آتی ہے' یہاں تک کہ انتہائے حمل تک نشوونما مکمل ہو جاتی ہے [3] مرحلہ جنین کے آغاز میں ہڈیاں بننی شروع ہوتی ہیں جو سابقہ مرحلہ نمو کے دوران سے موجد غضروفی خلیوں کی جگہ لے لیتی ہیں۔

رحم کے اندر جنین ایک جھلی سے گھرا ہوتا ہے۔ جسے امنونی جھلی The Amnion کہتے ہیں وہ سائل مادہ سے بھری ہوتی ہے' اور جنین کے لیے متعدد اہم کام انجام دیتی ہے: مثلاً سخت جھٹکوں سے اور تاثیر جاذبیت و کشش سے جنین کی حفاظت کرتی ہے [4] اس کی جانب قرآن کریم نے سورہ مومنون کی ان آیات میں اشارہ کیا ہے جو پیچھے ذِکر ہو چکی ہیں' سورہ مرسلات میں بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ
اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ۔ (مرسلات۔ ۲۰'۲۳)

---

[1] Fetus Stage

[2] Embryonic Stage

[3] فواد بہی' حوالہ سابق صفحہ 91-93

[4] حامد عبدالعزیز فقی' حوالہ سابق صفحہ 51

Marfat.com

(کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمہیں پیدا نہیں کیا اور ایک مقرر مدت تک اسے ایک محفوظ جگہ ٹھہرائے رکھا؟ تو دیکھو ہم اس پر قادر تھے پس ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں۔)

مفسرین کہتے ہیں کہ سورہ زمر کی پچھلی آیت میں قرآن نے جن تین تاریکیوں کا ذکر کیا ہے ان سے بطن کی تاریکی' رحم کی تاریکی اور مشیمہ کی تاریکی کی جانب اشارہ ہے(۱) ایک جدید تشریح کے مطابق ان سے بیضہ دانی allopian Tube ... رحم کی تاریکیوں کی جانب اشارہ ہے۔(۲)

ولادت کے بعد نشوونما

بچہ پیدائش کے بعد انتہائی کمزور اور دوسروں کی نگہداشت کا محتاج ہوتا ہے' زندگی کے ابتدائی ایام میں نومولود کی نشوونما بڑی تیزی کے ساتھ ہوتی ہے' عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ نشوونما کی رفتار بھی بتدریج دھیمی ہوتی جاتی ہے اور مراہقت سے پہلے زندگی ٹھہری ہوئی محسوس ہوتی' مراہقت کا مرحلہ شروع ہوتے ہی اعضاء بدن اور نفسیات کے اندر بڑی تیز رفتار اور طاقتور تبدیلیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں' مراہقت کا مرحلہ ختم ہونے اور پختگی کا مرحلہ شروع ہونے' جس میں نشوونما کا عمل مکمل ہو جاتا ہے' کے ساتھ ان تبدیلیوں کی تیزی میں ٹھہراؤ آ جاتا ہے اور زندگی میں ٹھہراؤ و سکون پیدا ہو جاتا ہے' پختگی کی عمر کو پہنچنے تک جسمانی نشوونما مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور عقلی صلاحیتوں کی نمو بھی مکمل ہو جاتی ہے لیکن نئے تجربات اور علم و معرفت کے حصول کا سلسلہ مرحلہ پیری تک جاری رہتا ہے' اس کے بعد جسمانی قوت میں اضمحلال شروع ہو جاتا ہے' عقلی صلاحیتوں میں کمزوری آنے لگتی ہے' پیدائش کے بعد مرحلہ طفولیت سے پیری تک جن مراحل سے انسان گزرتا ہے' قرآن نے ذیل کی آیات میں ان کی جانب اشارہ کیا ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا

۱۔ تفسیر قرطبی 15/235-236

۲۔ محمد اسماعیل ابراہیم' حوالہ سابق صفحہ 105

Marfat.com

شُيُوخًا وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۔(المؤمن ۔۶۷)

(وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے' پھر خون کے لوتھڑے سے' پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے' پھر تمہیں بڑھاتا ہے تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ' پھر اور بڑھاتا ہے تاکہ تم بڑھاپے کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو۔)

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ۔ (روم۔ ۵۴)

(اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی' پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی' پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔)

کچھ بوڑھے لوگوں کے اندر ستر سال کی عمر کے اردگرد عقل و عمل میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے' خصوصاً حافظہ کمزور ہو جاتا ہے' ذہنی توجہ میں کمی آ جاتی ہے' ماضی اور حال میں اور حقیقت اور خیال میں اختلاط ہونے لگتا ہے' عقلی فیصلوں کی صلاحیت نہیں رہتی' اسی طرح اپنے تاثرات اور انفعالات پر کنٹرول کی قوت ختم ہو جاتی ہے' جس کی وجہ سے بیشتر اوقات ان کے کاموں میں بچگانہ پن جھلکنے لگتا ہے' عقلی و عملی اضطراب کی اس حالت کو "ذہنی پیرانہ سالی" کہا جاتا ہے' جدید تحقیقات بتاتی ہیں کہ عمر کے اس مرحلہ میں آ کر دماغ کے نسیجوں میں ایک قسم کی گراوٹ آ جاتی ہے' اس گراوٹ کا ایک سبب شریانوں میں سختی و شدت بھی ہے۔ جس کی وجہ سے دماغ کے اعصابی نسیجوں میں پہنچنے والی آکسیجن کم ہو جاتی ہے اور دماغ کے اندر اپنے کاموں کو انجام دینے کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

بڑھاپے کی کمزوری کے اثرات مختلف لوگوں پر مختلف ہوتے ہیں' لوگوں کے

Marfat.com

درمیان انفرادی فرق یہاں بھی ہوتا ہے' کچھ بوڑھے لوگوں کے اندر اس مرحلہ میں بھی عقلی صلاحیت کا بڑا حصہ محفوظ و برقرار ہوتا ہے' اور کچھ کے اندر عقلی صلاحیت بڑی حد تک کمزور ہو چکی ہوتی ہے' اور بڑھاپے کی علامتیں ظاہر ہو جاتی ہیں' بظاہر ایسا لگتا ہے کہ بعض موروثی عوامل' خون کی رگوں اور ٹھوس غدود کی حالت سے متعلق عوامل امراض بڑھاپے کے اظہار میں معاون بنتے ہیں' بعض تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ بعض عمردراز لوگوں کے دماغ کا بڑا حصہ ضائع ہو جانے کے بعد صحیح منطقی سوچ و فکر کی صلاحیت باقی رہی ہے' ان تحقیقات کے پیش نظر بعض ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ بڑھاپا بظاہر عقلی صلاحیت کے زوال کو قبول کرنے اور دباؤ کے حالات سے خود کو ہم آہنگ کر لینے کی فرد کی صلاحیت و مہارت پر منحصر ہوتا ہے' جو شخص بڑھاپے کے امراض و آثار کو قبول کر لیتا ہے وہ بڑھاپے میں پیش آنے والی تبدیلیوں سے خود کو اچھی طرح ہم آہنگ کر لینے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے' لیکن جو اپنی عقلی صلاحیت اور یادداشت کی کمزوری سے پریشان رہتا ہے وہ غیر متوازن اور اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے۔ [1]

قرآن کریم نے درج ذیل آیت میں اس عقلی اور عملی اضطراب و خلل کی جانب اشارہ کیا ہے' جس سے بڑھاپے کے مرحلہ میں بعض افراد دوچار ہوتے ہیں:

ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓا اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا۔ (حج۔۵)

(پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔)

اس آیت میں ماقبل ولادت مراحل نشوونما' نطفہ سے علقہ' پھر مضغہ کی جانب اشارہ کرنے کے بعد مابعد ولادت مراحل نشوونما' یعنی طفولیت سے پختگی جب انسان کی نشوونما

---

[1] علم النفس فی حیاتنا الیومیہ' محمد عثمان نجاتی' حوالہ سابق صفحہ 517

Marfat.com

مکمل ہو جاتی ہے' اور کمال پختگی کو وہ پہنچ جاتا ہے' پھر بڑھاپے میں جب انسان کے جسم و عقل میں کمزوری آنی شروع ہو جاتی ہے' کی جانب اشارہ کیا گیا ہے' نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں بعض لوگوں کی عقلی صلاحیتوں میں خلل اور آثار درازی عمر کا ظہور ہو جاتا ہے۔

بڑھاپے میں بعض لوگوں کو پیش آنے والے عقلی و جسمانی خلل کی جانب دیگر مواقع پر بھی قرآن نے اشارہ کیا ہے' مثلاً:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۔

(نحل۔ ۷۰)

(اور دیکھو' اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر وہ تم کو موت دیتا ہے' اور تم میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے' حق یہ ہے کہ اللہ ہی علم میں بھی کامل ہے۔)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ (تین۔ ۴'۶)

(ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا' سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔)

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ۔

(یٰس۔ ۶۸)

(جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی مسافت کو ہم الٹ ہی دیتے ہیں۔ کیا انہیں یہ حالت دیکھ کر عقل نہیں آتی۔)

بچہ کی حسی نشوونما

جدید عضویاتی تحقیقات بتاتی ہیں کہ پیدائش کے وقت پردۂ چشم کی حساسیت کمزور ہوتی ہے' اور آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی ایک سال کی عمر پوری ہونے تک تقریباً اپنی پختگی کو

Marfat.com

پہنچ جاتی ہے' ولادت کے فوری بعد بچہ تیز روشنی کو برداشت نہیں کر سکتا ہے' دوسرے دن سے وہ مختلف روشنیوں کا سامنا کرنے کا عمل بتدریج سیکھنا شروع کر دیتا ہے اور تیز روشنی سے بچنے کے لیے آنکھیں بند کرتا یا سر کو پیچھے کی جانب موڑ لیتا ہے' چونکہ نومولود کی آنکھ کا پردہ کمزور ہوتا ہے اس لیے چھ ماہ کی عمر تک اشیاء کی تصویر اس کے سامنے پوری طرح واضح نہیں ہوتی' چھ ماہ کے بعد اس کی آنکھوں کے پردے کی نشوونما مکمل ہو جاتی ہے [1] ابتداء میں بچہ کی آنکھیں ساکن اور متحرک اشیاء کو دیکھ کر غیر ہم آہنگ حرکت کرتی ہیں' داہنی آنکھ ایک چیز دیکھ رہی ہوتی ہے' اور بائیں آنکھ کوئی دوسری چیز دیکھ رہی ہوتی ہے' جس سے بسا اوقات دیکھنے والوں کو یہ اندیشہ ہونے لگتا ہے کہ بچہ کی آنکھوں میں کمی ہے' پھر بتدریج ہم آہنگ حرکت کی قدرت آنکھوں میں پیدا ہونے لگتی ہے اور کسی چیز پر نظر ڈالتے وقت دونوں آنکھیں ایک سمت میں ایک ساتھ حرکت کرتی ہیں [2]۔

لیکن چیزوں کو پوری وضاحت کے ساتھ دیکھنے کی قدرت پہلے سال کے نصف آخر میں پیدا ہوتی ہے' اسی لئے تیز اور اونچی آواز پر وہ چونکتا ہے' لیکن آہستہ و کمزور آواز کی جانب متوجہ نہیں ہوتا ہے' ادراک سماعت نشوونما کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور مختلف آوازوں میں فرق کرنے کی قدرت بتدریج پیدا ہوتی ہے' جو آہستہ آہستہ نشوونما پاتی ہے' ولادت کے بعد تین سال کی عمر سے یہ تبدیلی و ترقی شروع ہو کر تیرہ سال کے کچھ دنوں بعد اپنی پختگی کو پہنچ جاتی ہے [3]۔

جدید عضویاتی تحقیقات سے حاصل ہونے والی ان معلومات' کہ بچہ اپنی عمر کے ابتدائی مراحل میں چیزوں کو پوری طرح دیکھنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے' لیکن تیز آواز کو سن سکتا ہے' کی روشنی میں اس حکمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ درج ذیل آیت کریمہ کے اندر "بصارت" سے پہلے "سماعت" کا لفظ کیونکر لایا گیا:

---

[1] فواد بہی' حوالہ سابق صفحہ 122

[2] حوالہ سابق صفحہ 121-123

[3] حوالہ سابق صفحہ 124

Marfat.com

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (نحل-۷۸)

(اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے' اس نے تمہیں کان دیئے' آنکھیں دیں' اور سوچنے والے دل دیئے' اس لیے کہ تم شکرگزار بنو۔)

نیز جدید عضویاتی تحقیقات کے اس نتیجہ 'کہ چیزوں کو دیکھتے وقت بچہ کی آنکھیں غیر ہم آہنگ حرکت کرتی ہیں' سے ہم یہ بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن حاسہ سماعت کا ذکر مفرد لفظ سے اور حاسہ بصارت کا تذکرہ صیغہ جمع کے ساتھ کیوں کرتا ہے' ان کے علاوہ سماعت کا ذکر مفرد لفظ اور بصارت کا جمع کے لفظ سے کرنا دیگر متعدد حقائق کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے' جنہیں ہم گذشتہ فصل "قرآن اور ادراک حسی" کے اندر "قرآن میں حواس کا تذکرہ" پر گفتگو کرتے ہوئے بتا چکے ہیں۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں سماعت و بصارت کے بعد دل کا تذکرہ ہے۔ غالباً اس لیے کہ بچہ کے اندر عقلی ادراک اور تمیز کی صلاحیت' سماعت و بصارت کے حاسے اور دیگر حواس کی نشوونما شروع ہو جانے کے بعد والے مرحلہ میں ظاہر ہونی شروع ہوتی ہے۔

O==========☆==========O

Marfat.com

Marfat.com

دسویں فصل

نفسیاتی علاج اور قرآن

قرآن کا نزول بنیادی طور پر لوگوں کی ہدایت' عقیدہ توحید کی دعوت' زندگی اور فکر و نظر کے نئے اسالیب اور نئے اقدار کی تعلیم' انسان اور معاشرہ کے لیے فلاح و بہبود کی ضامن کردار و عمل کی رہنمائی' اور نفس انسانی کی ان خطوط پر تربیت و نشوونما کے لیے ہوا ہے جو کمال انسانی کے بام عروج پر پہنچا کر دنیا اور آخرت کی سعادت سے انسان کو ہمکنار کر دیں:

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا۔
(بنی اسرائیل۔۹)

(حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن کریم وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے' جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انہیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔ (یونس۔۵۷)

(لوگو' تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔)

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل ۸۲)

(ہم اس قرآن کے سلسلہ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے' مگر ظالموں کے لیے خسارے

Marfat.com

کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔)

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ۔ (حم السجدة۔۴۴)

(ان سے کہو یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے تو ہدایت اور شفا ہے۔)

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ (جاثیہ۔۲۰)

(یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لیے اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو یقین لائیں۔)

قرآن کریم نے اہل عرب کے نفوس پر زبردست اثر ڈالا' ان کی شخصیتوں میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کر دیں' اخلاق و کردار بدل دیئے' زندگی کا رخ پھیر دیا اور ان سے ایسی جماعت تیار کر دی جو بلند و شریفانہ انسانی اخلاق و اقدار کے علمبردار تھے' ایک ٹھوس' متحد اور تعاون پسند معاشرہ برپا کر دیا' جنہوں نے اپنے وقت کی دو عظیم سلطنتوں روم و فارس کو سرنگوں کر دیا' اور دنیا کے بیشتر حصوں میں پھیل گئے' جہاں گئے دعوت اسلامی کا پرچم اٹھائے رہے' دنیا کی مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے ان مومنوں اور اہل عرب کے نفوس میں قرآن کریم نے جو انقلاب پیدا کر دیا اس کی مثال تاریخ کی کسی دعوت عقیدہ و مذہب کے اندر نہیں ملتی۔

بلاشبہ قرآن کے اندر زبردست روحانی قوت ہے' نفس انسانی پر اس کی اثر انگیزی بہت طاقتور ہے' وہ پورے وجود کو جھنجھوڑ دیتا ہے' احساس و شعور میں زلزلہ پیدا کر دیتا ہے' روح کو شفاف بنا دیتا ہے' فکر و ادراک کو بیدار کر دیتا ہے' بصیرت میں جلا پیدا کر دیتا ہے' قرآن کی اثر انگیزی کے بعد ایک نیا انسان سامنے آتا ہے' گویا اس کی نئی تخلیق ہوئی ہو۔

روز اول سے تاریخ اسلام اور دعوت اسلامی کے مختلف مراحل کا مطالعہ کرنے والا بخوبی دیکھ سکتا ہے کہ مدرسہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے اندر کیسی زبردست تبدیلی پیدا ہو جاتی تھی' اور قرآن اور دعوت اسلامی ان کے نفوس میں کیسی انقلابی اثر انگیزی رونما کر دیتی تھی۔

Marfat.com

جدید معاشروں کے اندر اچھے شہری تیار کرنے کے لیے تعلیم و تربیت اور رہنمائی کے میدانوں میں باوجودیکہ زبردست کوششیں صرف کی جارہی ہیں، لیکن اچھے شہریوں کی تیاری میں ان کی کوششوں سے مطلوبہ نتائج سامنے نہیں آرہے ہیں، تمام معاشروں کے اندر بڑھتے ہوئے جرائم اور پھیلتی ہوئی انارکی و بے راہ روی اچھے شہریوں کی تیاری میں جدید اسالیب تربیت کی ناکامی کی واضح دلیل ہیں۔

نفسیاتی امراض اور شخصی خلل و اضطراب کے شکار لوگوں کے نفسیاتی علاج کے میدان میں بھی ادھر کافی کوششیں کی جارہی ہیں، اور نفسیاتی علاج کے مختلف طریقے سامنے لائے جارہے ہیں، لیکن نفسیاتی امراض کے خاتمہ اور ان سے تحفظ میں یہ سارے علاج مطلوبہ کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں، بعض تحقیقات و مطالعات سے واضح ہوا ہے کہ تحلیل نفسی کے ذریعہ نفسیاتی مریضوں کے علاج میں کامیابی کی شرح ۶۰% سے ۶۴% ہے، اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے کہ بغیر علاج کے نفسیاتی امراض سے نجات پالینے والوں کی شرح ۴۴% سے ۶۶% کے درمیان ہے، تو مذکورہ کامیابی کی شرح اطمینان بخش نہیں رہتی ہے، ساتھ یہ بھی پیش نظر رکھا جائے کہ بعض مریضوں کی حالت نفسیاتی علاج کے بعد مزید خراب ہو جاتی ہے، بعض دوسری تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نفسیاتی مریض کی درج شدہ مجموعی تعداد میں سے کسی بھی قسم کا نفسیاتی علاج نہ اختیار کرنے والے مریضوں نے جس بہتری و اچھائی کا اظہار کیا وہ نفسیاتی علاج حاصل کرنے والوں کی بہتری و اچھائی کے برابر تھی، بلکہ تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفسیاتی علاج حاصل کرنے والے بعض مریضوں کی حالت مزید خراب ہو گئی [1]، ان تمام تحقیقات و مطالعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نفسیاتی علاج سے شفایابی کی شرح اب تک اطمینان بخش معیار تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

ان کے علاوہ نفسیاتی امراض پیدا ہو جانے کے بعد ان کا علاج کرنا ہی محض اہم نہیں ہے بلکہ ان امراض سے تحفظ اور ان کے پیدا ہونے سے حفاظت، یا کم از کم حتی الامکان ان میں تخفیف کی کوشش زیادہ اہم و افضل ہے، ادھر کچھ اسکالروں نے انارکی و بے راہ روی سے تحفظ کے پہلو میں دلچسپی لی ہے اور مختلف معاشرتی ماحول میں انسانی

---

[1] ریتشارد شوین، حوالہ سابق صفحہ 864

Marfat.com

تعلقات کے اندر پیدا ہونے والے بحرانوں کا حل نکال کر غلط روش کو روکنے کی کوششیں انجام دی گئی ہیں، لیکن یہ کوششیں انتہائی محدود اور بہت ہی تنگ دائروں میں انجام دی گئی ہیں، جیسے امریکی معاشرہ کے بعض بڑے شہروں کے بعض محلوں میں ابھرنے والے خانگی بحرانوں میں پولیس کی دخل اندازی [۱] غلط روش اور انارکی سے تحفظ کا موضوع اب تک ماہرین نفسیات و سماجیات کے لیے بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے اور اس میدان میں ان کی کاوشیں بہت ہی معمولی ہیں۔

پھر نفسیاتی علاج کے موجودہ مختلف اسکولوں کے درمیان، کردار کا محرک بننے والے بنیادی محرکات کی نوعیت اور قلق پیدا کر دینے اور عقلی و نفسیاتی امراض کا سبب بننے والی تہدیدات کی نوعیت کے سلسلہ میں پائے جانے والے بے شمار اختلاف کی وجہ سے شخصیت کی درستگی و اعتدال، بے اعتدالی کے اسباب اور نفسیاتی علاج کے اسالیب کے تبئیں کسی مکمل نقطہ نظر پر ان اسکولوں کا اتفاق بڑا دشوار ہو جاتا ہے، ہر اسکول انسان کو اپنے مخصوص و محدود زاویہ سے دیکھتا ہے، وسیع و ہمہ گیر اور بھرپور نظر کوئی نہیں ڈالتا ہے، جس کی وجہ سے انسان کا درست و دقیق فہم حاصل نہیں ہوتا ہے، البتہ ادھر ماہرین نفسیات اور نفسیاتی معالجین کے درمیان ایک نیا رجحان ظاہر ہو رہا ہے جس میں شخصیت کے اندر سماجی و ثقافتی عوامل کی اثر انگیزی کی جانب زیادہ توجہ دی جا رہی ہے، اور جس کی وجہ سے شخصیت کے اعتدال و بے اعتدالی کے اندر انسانی تعلقات کی اہمیت ان کی نظر میں واضح ہونے لگی ہے Sheldon Cashdan اس سلسلہ میں کہتا ہے: "مستقبل کا نمونہ لوگوں کے باہمی ربط اور ایک دوسرے پر اعتماد کو زیادہ تسلیم کرے گا، بلکہ مستقبل کا نمونہ ایک جدید مفہوم کو بھی شامل ہے جو محبت کا مفہوم ہے" [۲]

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ رجحان، ماہرین نفسیات اور نفسیاتی معالجین کو آخر کار انسانی طبیعت اسباب انحراف اور اسالیب علاج سے متعلق دینی نقطہ نظر اپنانے یا کم از کم اس سے قریب تر نقطہ نظر اپنانے تک پہنچا دے گا۔

---

[۱] شیلاون کاشدان، علم نفس الشواذ، ترجمہ احمد عبدالعزیز سلامہ، نظر ثانی محمد عثمان نجاتی، دارالشروق بیروت 1984، صفحہ 221-226

[۲] حوالہ سابق صفحہ 266

Marfat.com

بلکہ بعض جدید ماہرین نفسیات کے یہاں ادھر کچھ ایسے رجحانات بھی ابھر رہے ہیں جو نفسیاتی صحت اور نفسیاتی امراض کے علاج میں دین و مذہب کی اہمیت کا اعلان کر رہے ہیں، اور ان کا خیال ہے کہ اللہ پر ایمان کے اندر ایسی غیر معمولی طاقت ہے جو دیندار شخص کو روحانی طاقت عطا کرتی ہے، جو مشکلات زندگی کو برداشت کرنے میں معاون بنتی ہے اور اس اضطراب سے محفوظ رکھتی ہے جو مادیت کے دور دورہ والے اس زمانہ میں بیشتر لوگوں کو پیش آتے ہیں، جہاں مادی تغذی کے لیے سخت تنافس و تگ و دو پیدا ہو گئی ہے اور روحانی غذا بالکل مفقود ہے، جس کے نتیجہ میں موجودہ انسان کے اندر سخت تناؤ اور دباؤ پیدا ہو گیا ہے، وہ بے چینی و اضطراب کا شکار ہے، اور مختلف نفسیاتی امراض سے دوچار ہے، اس آوازہ کو بلند کرنے والے جدید ماہرین نفسیات میں سے امریکی فلسفی و ماہر نفسیات ولیم جیمس William James بھی ہے، اس نے اعلان کیا کہ: "قلق و اضطراب کا بلاشبہ سب سے اچھا علاج ایمان ہے" اس نے یہ بھی کہا کہ: "ایمان وہ عظیم طاقت ہے جو زندگی میں انسان کی معاونت کے لیے بے حد ضروری ہے، اور اس کا فقدان زندگی سے نبرد آزمائی میں بے بسی کی علامت ہے۔" اس کا جملہ ہے کہ: "ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے اگر ہم اپنے آپ کو اس ذات کی نگرانی میں دے دیں تو ہماری تمام طاقتیں اور آرزوئیں مکمل ہو جائیں" وہ کہتا ہے: "سمندر کی پرشور تلاطم خیز موجیں اس کی گہری تہہ کے سکون کو بھی درہم برہم نہیں کرتیں، اسی طرح جس انسان کا ایمان اللہ پر مضبوط ہوتا ہے سطحی اور وقتی گردشیں اس کے اطمینان کی فضا کو پراگندہ نہیں کرتیں، دیندار شخص یقیناً قلق و اضطراب پر مضبوط ہوتا ہے، اپنے اعتدال کو تھامے رہتا ہے، اور مصائب زمانہ کا سامنا کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔" [1] محلل نفسی Carl G.Jung کہتا ہے: گذشتہ تیس سالوں کے دوران دنیا کی مختلف تہذیب یافتہ اقوام سے تعلق رکھنے والے اشخاص نے مجھ سے مشورے لیے، اور میں نے سینکڑوں مریضوں کا علاج کیا، میرے زیر علاج مریضوں، جو اپنی عمر کے نصف آخری حصے یعنی پینتیس سالوں سے تجاوز کئے ہوئے تھے، میں سے کسی کو میں نے ایسا نہیں پایا جس کا مسئلہ بنیادی طور پر

---

[1] ڈیل کارنیجی: دع القلق و ابدا الحیاۃ، ترجمہ عبدالمنعم الزیادی، مکتبہ خانجی، قاہرہ 1952، صفحہ 282-292، 298-301

Marfat.com

زندگی کے اندر دینی نقطہ نظر سے محرومی کا نہ رہا ہو' اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہر شخص مرض کا شکار اسی وجہ سے تھا کہ وہ اس قوت سے محروم تھا جو ہر دور میں دینی مذاہب اپنے پیروکاروں کو عطا کرتے ہیں' اور ان میں کسی کو حقیقی معنوں میں مکمل شفایابی اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ اس نے زندگی کے اندر اپنے دینی نقطہ نظر کو اپنا نہ لیا" [1] محلل نفسی A.A.Brill کہتا ہے: "دیندار شخص بلاشبہ کبھی بھی نفسیاتی مرض کا شکار نہیں ہوتا" [2] امریکی ماہر نفسیات ہنری لینک Henry Link اپنی کتاب "ایمان کی جانب واپسی" میں ذکر کرتا ہے کہ ملازمت کے انتخاب و رہنمائی کے عمل میں مزدوروں پر نفسیاتی تحقیقات کے اپنے طویل تجربہ کا نتیجہ اس کے سامنے یہ آیا کہ دیندار اور عبادت گاہوں میں حاضر ہونے والے اشخاص ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور واچھی شخصیت رکھتے تھے جو کوئی عبادت نہیں انجام دیتے اور نہ دین سے وابستہ ہوتے ہیں [3]

ماہرین نفسیات اور نفسیاتی محللین کے علاوہ عصر حاضر کے بے شمار مغربی مفکرین اس بات کا اعتراف و اعلان کر چکے ہیں کہ موجودہ انسان کا بحران دراصل بنیادی طور پر دین اور روحانی اقدار سے محرومی کا نتیجہ ہے' مور A.Toynbee نے بتایا کہ موجودہ دور میں اہل یورپ جس بحران سے دوچار ہیں وہ بنیادی طور پر روحانی افلاس کا نتیجہ ہے اور اس تنگنائی سے نکلنے کی واحد راہ دین کی طرف واپسی ہے [4]

ایمان نفس انسانی پر زبردست اثر ڈالتا ہے' خوداعتمادی' قوت صبر اور مشکلات زندگی کے تحمل کی قوت کو دوبالا کر دیتا ہے' نفس کے اندر اطمینان و امن پیدا کرتا ہے' دل کو راحت و سکون پہنچاتا ہے' اور خوشی و کامرانی کے احساس سے لبریز کر دیتا ہے' آخر کس طرح یہ خوبیاں انسان کے اندر ایمان پیدا کر دیتا ہے؟

---

[1] Carl.G.jung: Modern Man in search of A soul, London Routledge and kegan Pul.Ltd. 1966 p. 264

[2] ڈیل کارنجی' حوالہ سابق صفحہ 286

[3] یوسف قرضاوی' الایمان والحیاۃ' مکتبہ وہبہ قاہرہ' ایڈیشن ششم 1978' صفحہ 342

[4] انور جندی' مفاہیم العلوم الاجتماعیہ والنفس والاخلاق فی ضو الاسلام' دارالاعتصام قاہرہ 1977' صفحہ 195

Marfat.com

ایمان اور احساسِ امن و سکون

نفسیاتی علاج کے سارے اسکول اس بات پر متفق ہیں کہ نفسیاتی امراض پیدا ہونے کا بنیادی سبب قلق ہے' لیکن قلق پیدا ہونے کے اسباب کی تحدید میں ان میں باہم اختلاف ہے' اس بات پر بھی سب متفق ہیں کہ نفسیاتی علاج کا بنیادی مقصد قلق سے گلوخلاصی ہے' لیکن اس مقصد کی تکمیل کے لیے مختلف طریق ہائے علاج اختیار کئے جاتے ہیں اور جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر چکے ہیں' یہ تمام طریقے نفسیاتی امراض سے مکمل شفایابی دلانے میں ہمیشہ کامیاب نہیں رہے ہیں۔

مذاہب کی تاریخ اور بالخصوص دین اسلام کی تاریخ کا مطالعہ پورے دلائل کے ساتھ بتاتا ہے کہ اللہ پر ایمان امراض نفس سے شفایابی' امن و سکون کا احساس پیدا کرنے اور شعور قلق سے تحفظ عطا کرنے میں پوری طرح کامیاب رہا ہے' یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نفسیاتی علاج عموماً اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب نفسیاتی مرض پیدا ہو چکا ہوتا ہے' لیکن ایمان باللہ بچپن کے جس لمحہ سے انسان کے نفس میں آتا ہے' نفسیاتی امراض سے تحفظ اور دفاع کی قوت عطا کر دیتا ہے' ذیل کی آیت میں قرآن بتاتا ہے کہ ایمان باللہ نفس انسانی کے اندر امن و سکون کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ (انعام۔۸۲)

(حقیقت میں تو امن انہی کے لیے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا۔)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (رعد۔۲۸)

(ایسے ہی یہ لوگ ہیں وہ جنہوں نے (اس نبی کی دعوت کو) مان لیا ہو اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہو۔ خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔)

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ

Marfat.com

يَهْدِ قَلْبَهٗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (تغابن۔۱۱)

(کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی ہے مگر اللہ کے اذن ہی سے آتی ہے۔
جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔)

مومن کے دل میں سکینت' طمانیت اور امن پیدا ہو جاتا ہے' کیونکہ اللہ پر سچا ایمان اس کے اندر اللہ کی مدد' حمایت اور پناہ کی امید پیدا کر دیتا ہے' مومن ہر عبادت میں اور ہر قول و عمل میں رضائے الٰہی تلاش کرتے ہوئے اللہ کی جانب ہمیشہ متوجہ رہتا ہے' اس لیے اسے یہ احساس رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی مدد کر رہا ہے' اس کے دل میں طمانیت و امن کا شعور پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔

اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا مومن دنیا کی کسی چیز سے خوف نہیں کھاتا ہے' اسے یقین ہوتا ہے کہ کوئی بھی تکلیف' یا نقصان اللہ کی مشیت ہی سے پہنچ سکتا ہے' اللہ کی مشیت کے بغیر دنیا کا کوئی انسان یا کوئی طاقت اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور نہ اس کے نفع کو روک سکتی ہے۔ اس لیے ایسے سچے مومن کے اندر خوف یا قلق اپنی جگہ ہی نہیں بنا سکتا ہے:

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (بقرہ۔۱۱۲)

(حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں۔)

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ (حم سجدة۔۳۰'۳۱)

(جن لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے۔ یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا

تم سے وعدہ کیا گیا ہے' ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی' وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تمنا کرو گے وہ تمہاری ہو گی۔)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (احقاف۔۱۳)

(یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا اللہ ہی ہمارا رب ہے' پھر اس پر جم گئے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔)

سچے مومن کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس کا رزق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے' اللہ تعالیٰ ہی نے لوگوں کے مابین رزق کی تقسیم اور تعیین فرما دی ہے' اس لئے اسے فقر کا اندیشہ نہیں رہتا' اگر اللہ نے اس کے لیے تھوڑا رزق ہی مقدر و مقرر فرما رکھا ہے تو اللہ کے اس فیصلہ پر وہ راضی رہتا ہے' اپنے تھوڑے ہی پر وہ قانع و مطمئن رہتا ہے' اور دیگر بے شمار نعمتوں' نعمت زندگی' نعمت ایمان' نعمت صحت' نعمت سکون قلب پر اس کی زبان شکر و حمد باری تعالیٰ میں مصروف رہتی ہے' سچا مومن رزق کے تئیں کوئی خوف و اندیشہ نہیں رکھتا ہے' کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ زبردست قوت والا رزاق ہے:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔ (ذاریات۔۵۸)

(اللہ تو خود ہی رزاق ہے' بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔)

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ۔ (ذاریات۔۲۲)

(آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔)

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ (ھود۔۶)

(زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔)

وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا اللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (عنکبوت۔۶۰)

(کتنے ہی جانور جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے' وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔)

Marfat.com

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ۔ (رعد-۲۶)

(اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔)

سچے مومن کو موت کا خوف نہیں ہوتا' وہ موت کو حقیقت واقعہ کے طور پر دیکھتا ہے' وہ جانتا ہے کہ موت ایک حقیقت ہے' جس سے کوئی مفر نہیں ہے' ہر انسان کا ایک وقت مقرر ہے' وہ لمحہ آجائے تو پھر کوئی بھی اسے ٹال نہیں سکتا ہے:

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ (آل عمران-۱۸۵)

(آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے۔)

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ۔ (نساء-۷۸)

(رہی موت' تو جہاں بھی تم ہو بہرحال تمہیں آکر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔)

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ (زمر-۳۰)

(تمہیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔)

وَلِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (اعراف-۳۴)

(ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے' پھر جب کسی قوم کی مدت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی۔)

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا۔ (منافقون-۱۱)

(حالانکہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا۔)

وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ۔ (فاطر-۱۱)

(کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔)

Marfat.com

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (احزاب-۱۶)

(اے نبی، ان سے کہو، اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہارے لیے کچھ بھی نفع بخش نہ ہوگا اس کے بعد زندگی کے مزے لوٹنے کا تھوڑا ہی موقع تمہیں مل سکے گا۔)

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلَاقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (جمعہ-۸)

(ان سے کہو "جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں آکر رہے گی پھر تم اس کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو پوشیدہ و ظاہر کا جاننے والا ہے، اور وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔")

سچا مومن جانتا ہے کہ دنیا ایک گزرگاہ ہے، جہاں سے جلد ہی گزر کر آخرت کی زندگی میں داخل ہو جانا ہے، اس لیے وہ دنیا کے اندر اسی تناظر میں عمل کرتا ہے، اور ایمان، عبادت اور عمل صالح کے ذریعہ آخرت کے لیے اپنی تیاری کرتا رہتا ہے، سچے مومن کو موت کا اس طرح خوف نہیں ہوتا جیسا دوسرے بیشتر لوگوں کو رہتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ موت ہی اسے جوار الٰہی میں پہنچائے گی جہاں رب العزت کی خوشنودی، انبیاء و صدیقین کی ملاقات اور اللہ کی بنائی ہوئی جنت کی نعمتوں سے وہ شاد کام ہوگا۔

سچا مومن مصائب زندگی اور مشکلات ایام سے نہیں ڈرتا ہے، اسے یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ امراض کے شکنجے اسے دبوچ لیں گے، یا حادثات اس کو شکار بنالیں گے، یا آفات کے پہاڑ اس پر ٹوٹ پڑیں گے کیونکہ قضا و قدر پر اس کا ایمان ہوتا ہے، اور یقینی طور پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی نفع و نقصان اسے پہنچ سکتا ہے وہ اللہ کی جانب سے آزمائش ہوتی ہے کہ کون اس کی نعمتوں پر شکرگزار اور نقصان و ضرر پر صبرشعار ہوتا ہے، اسی لئے کسی مصیبت و نقصان کے وقت وہ واویلا نہیں مچاتا ہے، بلکہ تحمل اور صبر کرتا ہوا اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہے اور نقصان و مصیبت کے ازالہ کے لیے اس سے دعا کرتا ہے۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ۔

Marfat.com

(انبیاء-۳۵)

(اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں اور آخرکار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔)

سچا مومن اپنے غموں سے ٹوٹتا نہیں رہتا ہے' ماضی کی یادوں میں تصویر غم بنا نہیں رہتا' کھوئی ہوئی چیزوں پر حسرت و افسوس میں ڈوبا نہیں رہتا' اسی لئے اسے ایسا غم نہیں ہوتا جو ماضی کے غم و الم کو سوچنے والے بہت سارے لوگوں کے دوش کو گرانبار بنائے رکھتا ہے [1]۔ اسی طرح کسی نفع و فائدہ پر وہ خوشی سے اتراتا نہیں ہے' نہ تکبر و سرکشی اپناتا ہے' بلکہ ہر نعمت پر شکر الٰہی بجالاتا ہے۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (حدید-۲۲'۲۳)

(کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو' ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اسے بھول نہ جاؤ۔)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

(آل عمران-۱۵۶)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' کافروں کی سی باتیں نہ کرو جن کے عزیز و اقارب اگر کبھی سفر پر جاتے ہیں یا جنگ میں شریک ہوتے ہیں

---

[1] یوسف قرضاوی' حوالہ سابق صفحہ 119-121

Marfat.com

(اور وہاں کسی حادثہ سے دوچار ہو جاتے ہیں) تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے' اور اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے' ورنہ دراصل مارنے اور جلانے والا تو اللہ ہی ہے اور تمہاری تمام حرکات پر وہی نگراں ہے۔)

سچے مومن کو وہ قلق نہیں ہوتا جو گناہ کے لاشعوری احساس سے پیدا ہوتا ہے اور جس سے بہت سارے نفسیاتی مریض دوچار رہتے ہیں' اس کے متعدد اسباب ہوتے ہیں:

اول: مومن جو عہد طفولیت سے اسلامی تربیت کی آغوش میں پرورش پاتا ہے' آسانی سے ورغلاہٹوں اور گمراہیوں میں آکر ان معاصی و گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا جو ضمیر کو قلق زدہ اور حقارت نفس و پستی کا احساس پیدا کرتے ہیں' اور احساس گناہ اور ملامت ضمیر کا شکار اسے بنا دیتے ہیں۔

دوم: مومن سے جب غلطی ہو جاتی ہے اور غلطی سے کوئی نہیں بچتا' ہر انسان سے غلطی کا خطرہ رہتا ہے' تو وہ فوراً اپنی غلطی کو یاد کرتا اور اس کا اعتراف کرتا ہے اور اپنی غلطی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار و توبہ کرتا ہے' اسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (نساء۔۱۱۰)

(اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔)

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى۔ (طٰہٰ۔۸۲)

(البتہ جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے' پھر سیدھا چلتا رہے' اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

Marfat.com

الرحیم۔ (زمر-۵۳)

(اے نبی! کہہ دو کہ اے میرے بندو' جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ' یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے' وہ تو غفور و رحیم ہے۔)

گناہ کا اعتراف' اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرنے کی وجہ سے مومن خیال گناہ کو اپنے ذہن سے دور کرنے کی کوشش سے محفوظ رہتا ہے' جو نفسیاتی تکلیف و الم پیدا کرتی ہے' ذہن سے گناہ کا خیال ہٹانے کی کوشش بالآخر خیال گناہ کو لاشعور میں کچلنے تک پہنچاتی ہے' لیکن خیال گناہ کو کچل دینے کے بعد بھی وہ انفعالی و تاثراتی طاقت یعنی احساس پستی ختم نہیں ہوتی جو خیال گناہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے' اور یہ انفعالی طاقت پوشیدہ و مبہم قلق کی صورت میں ظاہر ہو کر انسان کو پریشان اور شدید نفسیاتی تناؤ کا شکار بنائے رکھتی ہے' ان حالات میں نفسیاتی معالج کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ لاشعور میں بیٹھے قدیم کچلے ہوئے الم ناک تجربات کو معلوم کر کے مریض کو وہ یاد دلائے اور از سرنو اس کے سامنے لائے' اور پھر اس کا انکار کرنے یا اس خیال سے بھاگنے کے بجائے مریض کے ذہن میں اس کے تئیں دوسرا تصور بٹھائے' مومن اپنے گناہوں کی یاد' ان کا اعتراف' اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کر کے احساس گناہ کو اپنے لاشعور میں کچلنے سے محفوظ رہتا ہے' جو قلق اور نفسیاتی امراض کا سبب بنا کرتا ہے۔

گذشتہ تفصیلات سے واضح ہو جاتا ہے کہ سچا مومن ان چیزوں سے خوف نہیں کھاتا ہے جن سے عموماً بیشتر لوگ ڈرتے ہیں' یعنی موت' فقر' اور مرض' اسی طرح اسے نہ لوگوں کا ڈر ہوتا ہے' نہ مصائب زمانہ کا اندیشہ' مصائب انگیز کرنے کی بھرپور صلاحیت اس کے اندر ہوتی ہے کیونکہ وہ انہیں اللہ کی جانب سے آزمائش تصور کرتا ہے' جن پر صبر اس کا شعار ہونا چاہئے' وہ اپنے احساس گناہ کو کچلتا نہیں ہے بلکہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے' اس کے بعد پھر کیا تعجب ہے کہ سچا مومن نفسیاتی امن و سکون' اطمینان قلب اور مسرت و فرحت و راحت سے شاد کام نہ ہو:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

Marfat.com

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (نحل۔۹۷)

(جو شخص بھی نیک عمل کرے گا' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' بشرطیکہ ہو وہ مومن' اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔)

ایمان سے محرومی اعلیٰ معانی اور بلند انسانی اقدار سے زندگی کو عاری بنا دیتی ہے' اور انسان زندگی میں اپنے عظیم پیغام کا احساس کھو بیٹھتا ہے جو خلیفہ اللہ فی الارض کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتا ہے' جس کے بعد زندگی کے اہم ترین مقاصد یعنی اللہ کی عبادت' اس کا تقرب اور مجاہدہ نفس کے ذریعہ کمال انسانی کے بام عروج تک رسائی حاصل کر کے دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکناری کے تئیں واضح تصور ختم ہو جاتا ہے۔ ایمان سے محرومی کے نتیجہ میں قلق و حیرت' اور اضطراب و نقصان کی جس کیفیت سے انسان دوچار رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسی حالت سے تشبیہ دیتا ہے کہ جیسے کوئی انسان آسمان سے گر رہا ہو اور پرندہ اسے اچک لے جائے یا ہوا اسے دور مقام پر پھینک دے:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔ (حج۔۳۱)

(اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اسے ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔)

قرآن قسم کھا کر اس حالت ناکامی و تباہی کا ذکر کرتا ہے جس سے کفار دوچار ہوتے ہیں:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (سورہ عصر۔۱'۳)

(زمانے کی قسم' انسان درحقیقت خسارے میں ہے' سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے' اور نیک اعمال کرتے رہے' اور ایک

Marfat.com

دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔)

اللہ پر ایمان اور قرآن و حدیث کی بتائی ہوئی راہ کی پیروی ہی قلق و رنج سے گلوخلاصی کی تنہا راہ ہے [۱] اور اسی طریقہ میں انسان کی سعادت و امن پوشیدہ ہے' ایمان سے محرومی اور منہاج ایمانی سے زندگی میں دوری رنج و قلق اور شقاوت کا سبب ہے:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ۔ (طٰہٰ۔ ۱۲۳'۱۲۴)

(اور فرمایا "تم دونوں (فریق' یعنی شیطان اور انسان) یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے' اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ روبختی میں مبتلا ہوگا اور جو میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔")

ایمان اور جماعت سے وابستگی کا احساس

قرآن کریم مومنوں کو اپنے مومن بھائیوں سے محبت کرنے' ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی مدد و تعاون کرنے کی ترغیب دیتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (حجرات۔ ۱۰)

(مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں' لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو' امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔)

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے: ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب' الاخلاق والسیر فی مداواۃ النفوس دار الآفاق الجدیدۃ' بیروت 1978' صفحہ 15-16

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ والدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (حشر۔۹)

(اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم تھے' یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں' حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لئے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔)

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ (ماعون۔۴'۷)

(پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں' جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں۔)

قرآن کریم باہمی تعاون و ہمدردی کی ترغیب دیتا ہے اور ایسا متحدہ معاشرہ تشکیل دینے کا حکم دیتا ہے جس میں ہر مومن خود کو مکمل عمارت کی ایک اینٹ تصور کرتا ہو:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔ (مائدہ۔۲)

(جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔)

مسلمانوں کے اندر اسی روح اجتماعیت کو بیدار رکھنے کے لیے جمعہ کی نماز جماعت فرض کی گئی جہاں سارے مسلمان مسجدوں میں نماز اور باہمی تعارف کے لیے اکٹھا ہوتے ہیں' اسی طرح نبی کریم ﷺ نے نماز جماعت کا حکم دیا اور انفرادی نماز سے جماعت کی نماز کو افضل بتایا۔

Marfat.com

مسلمانوں کو آپس میں محبت رکھنے کے حکم اور اتحاد صف کی ترغیب دے کر قرآن ان کے دلوں میں دوسروں کی محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے' اسی سے ان کے اندر ایثار پسندی اور لوگوں و معاشرہ کے لیے خیرپسندی کا رجحان طاقتور ہوتا ہے' نفرت و حسد' ظلم و سرکشی اور خودغرضی و خودپسندی کے جذبات کمزور ہوتے ہیں' دوسروں کی محبت' ان کے لیے خیرپسندی اور معاشرہ کے لیے اچھے و مفید کاموں کی انجام دہی بلاشبہ جماعت سے وابستگی کے احساس کو مضبوط بناتا ہے' اور اس احساس تنہائی و علیحدگی کو مٹاتا ہے جس سے نفسیاتی مریض دوچار ہوتے ہیں' جماعت سے وابستگی کا احساس اور معاشرہ میں اس کا فعال رول انسان کی نفسیاتی صحت کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے' بہت سارے نفسیاتی معالجین نے بھی نفسیاتی علاج کے اندر انسانی تعلقات کی اہمیت کو محسوس کیا ہے' الفرڈ اڈلر Alfred Adler اپنے نفسیاتی مریضوں کو دوسرے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے' ان سے دل بہلانے اور محتاج لوگوں کی مدد کرنے کا مشورہ خصوصیت کے ساتھ دیتا تھا' اس کا خیال تھا کہ نفسیاتی مریض اگر معاشرہ میں گھل مل جائے اور لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرلے تو نفسیاتی مرض سے شفایاب ہو سکتا ہے' اڈلر کہتا ہے: "ان تمام امور سے میرا مقصد یہ ہے کہ اپنے مریضوں کو دوسروں میں گھلا ملا دوں' اگر مریض اپنی جماعت سے گھل مل جائے گا دیگر افراد کے ساتھ مساوات کی راہ پر آکر ان کے لیے معاون اور مددگار بن گیا تو وہ اپنے مرض سے شفایاب ہو گیا' میرے نزدیک مذہب کی سب سے بڑی ہدایت پڑوسیوں سے محبت اور ان کی مدد ہے' جو شخص دوسروں کی مدد سے گریزاں رہتا ہے' مصائب و مشکلات کا شکار اسے ہونا ہی چاہئے' فرد سے زندگی کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کے لیے وہ عمل کرنے والا' پیداواری اضافہ کرنے والا اور ان سے محبت کرنے والا ہو' محبت اور شادی میں فعال ہو۔" [۱] اڈلر کا خیال ہے کہ انسان اپنے گردو پیش کے لوگوں اور عمومی طور پر انسانی معاشرہ کے ساتھ مفید سماجی عمل اور لوگوں سے محبت و دوستی کی راہ سے اپنے تعلقات کو خوشگوار و مضبوط بنا کر دوسرے لفظوں میں انسانیت کے ساتھ اپنی وابستگی پیدا کرکے اپنے احساس قلق سے گلوخلاصی حاصل کرسکتا

---

[۱] ڈیل کارنجی' حوالہ سابق صفحہ 359-360

Marfat.com

ہے۔ [1]

بلاشبہ فرد کی جماعت کے ساتھ وابستگی اور باہمی محبت' اور بہترین انسانی تعلقات کی استواری دو ایسے بنیادی عوامل ہیں جو شخصیت کی درست تشکیل اور نفس انسانی میں امن و سکون کو پیدا کرنے میں معاون بنتے ہیں۔

نفسیاتی علاج کا قرآنی طریقہ

اگر آپ کسی انسان کی شخصیت اور اس کے کردار میں ترمیم' یا تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے افکار اور رجحانات کے اندر تبدیلی لانا ضروری ہے' کیونکہ انسان کا عمل اس کے افکار اور رجحانات سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے' اسی لیے نفسیاتی علاج کے اندر بنیادی طور پر اپنی ذات لوگوں اور زندگی سے متعلق نیز ان مشکلات سے متعلق جنہیں حل کرنے میں ناکامی ہوئی تھی اور جو قلق کا سبب بنی ہیں' نفسیاتی مریضوں کے افکار و خیالات میں تبدیلی لائی جاتی ہے' اور علاج کے ذریعہ جب نفسیاتی مریض کے افکار میں تبدیلی آجاتی ہے' تب وہ اپنی مشکلات کا سامنا کرنے اور انہیں حل کرنے کی قدرت حاصل کرلیتا ہے' بلکہ اکثر و بیشتر اسے خیال ہونے لگتا ہے کہ ماضی میں جو مشکلات اس کے لیے پریشان کن و قلق انگیز بن رہی تھیں اور جن کی وجہ سے مرض پیدا ہوا وہ فی الحقیقت ایسی اہم نہیں تھیں جیسا اسے وہم ہوتا رہا تھا' اور ان کے سبب شدید قلق پیدا ہو جانے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔

تعلم کا عمل بھی بنیادی طور پر افکار و رجحانات اور عادات و اطوار کی تبدیلی سے مکمل ہوتا ہے اور نفسیاتی علاج میں بنیادی طور پر اس سابق غیردرست تعلم کی تصحیح کی جاتی ہے جس میں مریض اپنی ذات' دوسرے لوگوں اور حیات و مشکلات سے متعلق غلط یا وہمی تصورات حاصل کرلیا ہوتا ہے' اور ان خیالات سے چھٹکارا پانے کے لیے یا اس کی شدت میں کمی لانے کے لیے مخصوص قسم کے دفاعی طریقے سیکھ چکا ہوتا ہے' نفسیاتی معالج مریض

---

[1] Alfred Adler: Understanding Human Nature. New york Greenberg Publishers, Inc 1927 p.239,
Rollo May: The meaning of Anxiety, New York The Ronald. Press, Co, 1950 PP.128-130

Marfat.com

کے افکار کی تصحیح کرتا ہے اور اس کو اپنی ذات، لوگوں اور مشکلات زندگی کو سچی حقیقت واقعہ کے بطور دیکھئے، ان سے راہ فرار ڈھونڈنے کے بجائے ان کا سامنا کرنے اور حل کی تلاش نہ ہونے کی صورت میں مستقل نفسیاتی کشمکش کا شکار رہنے کے بجائے حل دریافت کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اپنی ذات، لوگوں اور زندگی کے تئیں مریض کے نقطہ نظر کی یہ تبدیلی اسے مشکلات سے نبرد آزما ہونے اور حل نکالنے کی قدرت سے نواز دیتا ہے، جس کی وجہ سے نفسیاتی کشمکش اور اس سے پیدا ہونے والے قلق و اضطراب سے گلوخلاصی حاصل ہو جاتی ہے، دوسری جانب مریض کے اندر نئی تازگی اور زندگی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے، وہ اپنی طبعی زندگی میں ولولہ تازہ کے ساتھ سرگرم ہو جاتا ہے اور زندگی میں لطف و لذت، نفسیاتی خوشی، قلبی سکون اور سعادت سے وہ شاد کام ہونے لگتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ۔

(رعد-۱۱)

(حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔)

قرآن کریم کا نزول لوگوں کے افکار و رجحانات اور طرز عمل میں تبدیلی، ان کی ہدایت، جہالت و ضلالت کا خاتمہ، خیر و بھلائی کی رہنمائی اور انسانی طبیعت اور زندگی میں اس کے پیغام سے متعلق نئے افکار، نئے اخلاق و اقدار اور زندگی کے اعلیٰ نمونوں سے نوازنے کے لیے ہوا، شخصیات پر اثراندازی میں قرآن نے عظیم کامیابی حاصل کی، اور ان میں ایسی زبردست تبدیلی پیدا کر دی جس نے انسان کی انفرادی زندگی کے نظام اور انسانی تعلقات خواہ خاندانی سطح پر ہو یا پورے معاشرہ کی سطح پر، کے نظام کی نئی بنیادیں فراہم کرنے میں دور رس اثرات مرتب کئے، مختصراً یہ کہ مسلمانوں کی شخصیات اور اسلامی معاشرہ کے اندر عظیم اثرانگیزی اور تبدیلی پیدا کرنے میں جو کامیابی قرآن نے حاصل کی، تاریخ کے تمام ادوار میں کسی دینی دعوت کو ایسی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی، قرآن کریم نے انتہائی مختصر عرصہ میں مکمل ترین، ہم آہنگ و متوازن، امن و طمانیت سے آراستہ ایسی شخصیت پیدا کر دی جس کی طاقت نے دنیا کو جھنجھوڑ دیا اور تاریخ کا رخ بدل دیا، قرآن نے

Marfat.com

عربوں کے نفوس کا کس طرح علاج کیا؟ اور ان کی شخصیات میں کیونکر تبدیلی پیدا کر دی؟ اگلی سطروں میں اسی کی کچھ تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

عقیدہ توحید پر ایمان

قرآن نے عربوں کے نفوس میں سب سے پہلے جس چیز میں تبدیلی پیدا کی وہ عقیدہ تھا' اس لیے دعوت اسلامی کے ابتدائی مراحل میں مکہ مکرمہ کے اندر نازل ہونے والی آیات بنیادی طور پر عقیدہ توحید سے متعلق تھیں۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت عربوں کے لیے بھی بے مثال تھی' اور مسائل و احکام کو پیش کرنے کا عقلی استدلال بڑا اطمینان بخش ہوتا تھا' قرآن کے قصص اور امثال مفاہیم کو واضح کرتے اور ذہنوں میں اتار دیتے تھے' سامعین کے اندر اہتمام و توجہ پیدا کر دیتے تھے' قرآن نے تعلم کے محرک کو ابھارنے کے لیے ترغیب و ترہیب کے اسالیب اور مفاہیم و معانی کو ذہنوں میں بٹھانے کے لیے تکرار کا اسلوب اپنانے وغیرہ کے جو مبادی و اصول تعلم دیئے ان پر گذشتہ پانچویں فصل میں تفصیلی گفتگو گزر چکی ہے' نئے دین اور نئے عقیدہ کو قبول کرنے میں ان تمام چیزوں کا زبردست اثر رہا' عقیدہ توحید پر ایمان شخصیت کے اندر زبردست تبدیلی پیدا کرنے کا پہلا قدم تھا' عقیدہ ہی انسان کے اندر وہ عظیم روحانی طاقت پیدا کر دیتا ہے جو اس کی ذات' لوگوں' زندگی اور پوری کائنات سے متعلق اس کے مفہوم و تصور ہی کو بدل دیتی ہے' عقیدہ اسے زندگی اور اس کے پیغام کا نیا تصور عطا کرتا ہے' اس کے دل کو اللہ' رسول اور گرد و پیش کے لوگوں اور پوری انسانیت کی محبت سے بھر دیتا ہے' اس کے اندر امن و طمانیت کا شعور پیدا کر دیتا ہے' جس پر پچھلی سطروں میں گفتگو ہو چکی ہے۔

تقویٰ

اللہ پر ایمان کے ساتھ اس کا خوف اور تقویٰ بھی پیدا ہوتا ہے' تقویٰ گناہوں سے دوری اور منہاج خداوندی و رسالت کی پیروی کر کے اللہ کے عذاب و غضب سے حفاظت کا نام ہے۔

اپنے تاثرات اور محرکات و جذبات پر کنٹرول اور اپنی خواہشات و شہوات پر ضبط بھی تقویٰ کے مفہوم میں شامل ہے' تاکہ شریعت کے حدود و دائرہ میں ان کی تکمیل کی

Marfat.com

جائے، فطری محرکات کو کچلنے کا نام تقویٰ نہیں ہے، بلکہ محض ان پر کنٹرول اور مقررہ دائرہ میں ان کی آسودگی تقویٰ کی حقیقت ہے، فصل اول میں اس موضوع پر تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے، تقویٰ کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنے تمام کاموں میں حق، عدل، امانت اور صداقت کی پاسداری کرے، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک رکھے، ظلم اور سرکشی سے گریز کرے، تقویٰ کا مفہوم اس پر بھی دراز ہے کہ جو کام انسان کے سپرد کیا جائے، اسے اچھی طرح انجام دے، کیونکہ مومن اپنے تمام کاموں میں رضائے الٰہی کا جویا ہو کر اللہ کی جانب متوجہ رہتا ہے، اس کی وجہ سے وہ اپنی ذات کی تحسین اور اپنی صلاحیت و معلومات کی افزائش کرتا ہے تاکہ اپنا کام بہتر طریقہ پر انجام دے سکے، تقویٰ اس مفہوم میں انسان کو بہتر اور افضل کردار و عمل پر آمادہ کرنے والی ایک طاقت بن جاتا ہے، ذات کی ترقی و افزائش اور غلط کردار سے گریز پر آمادہ کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی شہوات و خواہشات پر کنٹرول کرے اور ان کا لگام خود اپنے ہاتھ میں رکھے، پس تقویٰ شخصیت کو پختگی، کمال اور توازن عطا کرنے والا ایک بنیادی عامل ہے، اور کمال انسانی تک رسائی کا شوق عطا کر کے ذات کو عروج بخشتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (حدید-۲۸)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نور بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور تمہارے قصور معاف کر دے گا، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔ (احزاب-۷۰، ۷۱)

(اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کہا کرو اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا، جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے

Marfat.com

بڑی کامیابی حاصل کی۔)

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۔ (طلاق۔۴)

(جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے معاملے میں وہ سہولت پیدا کر دیتا ہے۔)

عبادات

کردار و عمل کی تبدیلی کے لیے افکار کی تبدیلی پہلا اور لازمی قدم ہے' لیکن جدید کردار و عمل کے تعلم کے لیے طویل و مسلسل مشق کی ضرورت بھی ہوتی ہے' تاکہ بار بار انجام دہی کے نتیجہ میں مضبوطی و استحکام پیدا ہو جائے' گذشتہ پانچویں فصل میں ہم بتا چکے ہیں کہ تعلم کے اندر خود سیکھنے والے کی فعال شرکت کس قدر اہمیت رکھتی ہے' اور تجربات بتاتے ہیں کہ جو لوگ الفاظ کو سنتے اور ساتھ ساتھ اپنی زبانوں سے دوہراتے جاتے ہیں وہ جلد سیکھ لیتے ہیں' جبکہ صرف سننے اور نگاہوں سے دیکھنے پر اکتفا اور خود اپنی زبانوں سے نہ دوہرانے والے دیر میں ان الفاظ کو سیکھتے ہیں' مختلف صنعتی مہارتوں اور پیشوں کو سیکھنے میں عملی شرکت اہمیت رکھتی ہے' عملی شرکت اور مشق کے بغیر تو انہیں سیکھا ہی نہیں جا سکتا ہے۔

نفسیاتی علاج کے اندر بھی مریض کی شفایابی کے لیے صرف اس قدر کافی نہیں ہے کہ وہ اپنی مشکلات سے آگاہی حاصل کر لے' مشکلات کے تئیں اس کے افکار بدل جائیں' زندگی' لوگوں اور اپنی ذات پر اس کی نظر میں تبدیلی آ جائے' بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ نفسیاتی مریض زندگی میں نئے تجربات سے گزرے' اپنی ذات اور لوگوں کے تئیں نئے تجربات کو عملاً برتے' اور ذاتی طور پر یہ دیکھے کہ اس کا نیا طرز عمل کس طرح اس کے انسانی تعلقات میں کامیابی دلاتا ہے' اور اس کے تئیں لوگوں کے طرز عمل میں واضح تبدیلی آتی ہے' اور لوگ اس سے محبت و احترام اور دوستی کا معاملہ کرنے لگتے ہیں' نئے افکار سے پیدا ہونے والے نئے طرز عمل کی عملی مشق اور اس کے خوش کن نتائج مریض کی شخصیت میں بڑی تبدیلی اور کامیابی کی جانب تیز گامی عطا کرتے ہیں۔

قرآن نے بھی لوگوں کی شخصیات اور کردار و سلوک میں جو تبدیلی مطلوب تھی'

Marfat.com

اسے برپا کرنے کے لیے مشق و تکرار کا اسلوب اپنایا' اور اسی لیے نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج جیسی مختلف عبادات فرض فرمائیں' مخصوص اوقات میں ان عبادات کی ادائیگی مومن کو اللہ کی اطاعت' اس کے احکام کی تعمیل' اور اس کی جانب توجہ و دائمی سرا فگندگی کی تعلیم دیتی ہے' اسے صبر' مصائب انگیزی' مجاہدہ نفس اور خواہشات و شہوات پر ضبط سکھاتی ہے' لوگوں سے محبت اور حسن سلوک کی صفت پیدا کرتی ہے' اور باہمی تعاون و ہمدردی کی روح بیدار کرتی ہے' یہ ساری صفات انتہائی اعلیٰ و ستودہ ہیں' جو مکمل و متوازن شخصیت کو آراستہ کرتی ہیں' جب مومن پورے اخلاص اور کمال کے ساتھ ان عبادات کو بجالاتا ہے تو مذکورہ خصال حمیدہ پیدا ہوتی ہیں جو نفسیاتی صحت کے اسباب فراہم کرتی ہیں' اور نفسیاتی امراض سے تحفظ عطا کرتی ہیں' اس کی مزید تفصیل و توضیح ذیل کی گفتگو سے ہوگی جو شخصیت مسلم پر عبادات کے اثرات سے متعلق کی جارہی ہے۔

الف: نماز (صلوٰۃ)

لفظ "صلوٰۃ" خود یہ اشارہ کر رہا ہے کہ اس میں انسان اور اس کے رب کے درمیان صلہ اور تعلق ہوتا ہے' نماز میں انسان پورے خشوع اور فروتنی کے ساتھ ساری کائنات کے خالق اور اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے' انسان کا نحیف و ناتواں وجود اس عظیم ہستی کے روبرو ہوتا ہے جو ہر شے پر قادر ہے' کائنات کے ہر ذرہ پر حاکم ہے' آسمانوں و زمین کی تدبیر کی باگ اس کے قبضہ میں ہے' موت اور زندگی جس کے ہاتھ میں ہے' جو لوگوں میں رزق تقسیم کرتا ہے' جس کے حکم سے قضا و قدر کے فیصلے ہوتے ہیں' اور زندگی میں خیر یا شر کا معمولی حصہ بھی جس کے فرمان کے تابع ہوتا ہے' ایسی عظیم و مقدس ہستی کے در پر کمال خشوع و خضوع کے ساتھ انسان کی جبہ سائی اس کے اندر ایسی روحانی قوت پیدا کر دیتی ہے' جو اسے روحانی پاکیزگی' قلبی اطمینان اور نفسیاتی امن کے احساس سے آراستہ کرتی ہے' جب نماز اس طرح ادا کی جائے جیسی ادا کی جانی چاہئے تو اس میں انسان تمام اعضاء و جوارح اور سارے حواس کے ساتھ اللہ کی جانب متوجہ ہوتا ہے' دنیا کے تمام مشاغل اور مسائل سے کٹ چکا ہوتا ہے' اس کی ہر سوچ و فکر کا مرکز ذات رب العالمین ہوتی ہے' اور لب پر آیات قرآنی جاری ہوتی ہیں' یہ زندگی کے تمام مشاغل و مسائل سے یکسوئی اور کمال خشوع کے ساتھ اس کے سامنے

Marfat.com

حاضری انسان کے اندر مکمل آرام کی حالت [۱] سکون نفس اور راحت قلب پیدا کر دیتی ہے' اور نماز سے پیدا ہونے والا یہ سکون نفس اور مکمل آرام روزمرہ زندگی کے دباؤ سے پیدا ہونے والے اعصابی تناؤ کی اور قلق موت کی تخفیف میں اہم معالجاتی اثر رکھتا ہے' معالج ٹومس بالیسلوب کہتا ہے: "میں اپنے طویل ترین تجربات کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ نیند کا سب سے اہم سبب نماز ہے' میں یہ بات ایک معالج ہونے کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں' میں نے سمجھا ہے کہ نماز انتہائی اہم ذریعہ ہے جو نفوس کے اندر طمانیت اور اعصاب میں سکون و ٹھہراؤ پیدا کرتا ہے۔" [۲]

استرخاء (مکمل آرام) ان وسائل میں سے ایک ہے جسے نفسیاتی امراض کے علاج میں بعض موجودہ نفسیاتی معالجین اختیار کر رہے ہیں' استرخاء کو عام طور پر مشق کے ذریعے انسان سیکھ سکتا ہے مسلمانوں کو روزانہ پانچ اوقات کی نمازوں کی اچھی طرح ادائیگی مسلمانوں کو استرخاء کی مشق کرنے اور سیکھنے میں معاون بنتی ہے' اور جب انسان استرخاء کی عادت سیکھ لیتا ہے تو وہ زندگی کے غموں اور دباؤ سے پیدا ہونے والے اعصابی تناؤ سے گلوخلاصی حاصل کر سکتا ہے' جب نماز کا وقت آتا تو حضرت رسول کریم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے: "اے بلال! نماز کے ذریعہ مجھے آرام پہنچاؤ۔" [۳] ایک حدیث میں ہے کہ "جب کوئی واقعہ پیش آتا تو رسول کریم ﷺ نماز ادا کرتے۔" [۴] آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا: "میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے۔" [۵]

استرخاء اور سکون نفس کی جو حالت نماز سے پیدا ہوتی ہے بعض نفسیاتی مریضوں کو درپیش قلق سے گلوخلاصی میں معاون بنتی ہے' کیونکہ استرخاء اور سکون نفس ادائیگی نماز کے کچھ دیر بعد تک برقرار رہتا ہے' استرخاء اور سکون نفس کی حالت میں بسااوقات انسان

۱۔ مزید دیکھئے: جمال ماضی ابوالعزائم' حوالہ سابق' اسامہ محمد الراضی' الاسلام و امراض العصر' ندوۃ علم النفس والکلام کلیہ التربیہ' جامعہ الریاض' جلد اول 1978ء

۲۔ ڈیل کارنیگی' حوالہ سابق صفحہ 359-360

۳۔ مختصر تفسیر ابن کثیر 142/1

۴۔ ابوداؤد' حدیث 1319-35/2

۵۔ نسائی' احمد' حاکم

Marfat.com

کو بعض قلق انگیز امور پیش آتے اور یا پرانے امور یاد آتے ہیں' جب نماز کے بعد استرخاء اور سکون نفس کی حالت میں بار بار اس طرح کے امور پیش آتے یا یاد آتے رہتے ہیں تو قلق و اضطراب بتدریج ختم ہو جاتا ہے اور ایسے قلق انگیز امور استرخاء اور سکون نفس کی حالت سے مربوط ہو جاتے ہیں' اور اس طرح فرد کو قلق سے نجات مل جاتی ہے جو ان امور سے پیدا ہو جایا کرتا تھا۔

قلق کے علاج میں نماز سے پیدا ہونے والا یہ اہم اثر اس اثر کے مشابہ ہے جو قلق کے علاج میں بعض جدید نفسیاتی معالجین کے اپنائے ہوئے طریقہ سے پیدا ہوتا ہے' ایسے نفسیاتی معالجین مثلاً جوزیف ولبی وغیرہ قلق کے علاج میں جو طریقہ اپناتے ہیں وہ Reciprocal Inhibition کہلاتا ہے۔ اسے "استرخائی علاج" بھی کہا جاتا ہے' یا "تاثراتی و انفعالی حساسیت میں تخفیف کے ذریعہ علاج" بھی کہا جاتا ہے' اس طریقہ علاج میں معالج سب سے پہلے نفسیاتی مریض کو عمیق استرخاء کی مشق کراتا ہے' اور حالت استرخاء کے دوران معالج مریض کو قلق انگیز امور اور چیزوں کو تصور میں لانے کی ہدایت کرتا ہے' اس کے اندر مخصوص نظام کو اپناتے ہوئے معالج ایسی چیزوں سے آغاز کرتا ہے جو معمولی قلق انگیز ہوں' اور بتدریج آگے بڑھتے ہوئے شدید قلق انگیز امور کا تصور کراتا ہے' قلق انگیز امور کا تصور کرتے وقت اگر مریض کے اوپر قلق کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو معالج مریض کو اپنے ذہن سے وہ چیز دور کر دینے اور دوبارہ استرخاء کی حالت میں لوٹ آنے کی ہدایت کرتا ہے' جب مریض پر سکون ہو جاتا ہے اور استرخاء کی حالت میں لوٹ آتا ہے تو پھر دوبارہ اسے اسی قلق انگیز چیز کا تصور کراتا ہے' اسی طریقہ پر علاج چلتا رہتا ہے' یہاں تک کہ مریض استرخاء کی حالت کے ساتھ ہی اس چیز کا تصور بغیر کسی احساس قلق کے کر لیتا ہے' پھر مریض کو پہلے کچھ زیادہ وجہ قلق انگیز شے کا استرخاء کی حالت کے درمیان تصور کراتا ہے' اسی نہج پر علاج جاری رہتا ہے یہاں تک کہ مریض اپنے قلق سے مکمل گلوخلاصی حاصل کر لیتا ہے' ولبی وغیرہ نفسیاتی معالجین کا اپنایا ہوا یہ طریقہ بنیادی طور پر اشراط Conditioning کے اصول پر مبنی ہے' جس میں معالج کی کوشش ہوتی ہے کہ قلق انگیز مواقف اور قلق کے معارض ردعمل دونوں کے درمیان ربط پیدا کر دیا جائے

Marfat.com

اور اسی کا نام استرخاء ہے [1]

نفسیاتی معالجین کے اپنائے ہوئے طریقہ علاج اور نماز سے پیدا ہونے والے معالجاتی اثرات کے درمیان نقطہ اشتراک و مماثلت واضح طور پر نظر آتا ہے' نماز سے پیدا ہونے والے استرخاء اور سکون نفس کی حالت کے ساتھ جب بار بار قلق انگیز امور وابستہ ہوتے ہیں' خواہ اسی وقت پیش ہوئے ہوں یا انہیں یاد کیا گیا ہو' نتیجہ کار وہ ان امور اور نماز سے پیدا ہونے والے استرخاء و سکون نفس کی کیفیت جو کیفیت قلق کے برعکس ہوتی ہے' کے درمیان جدید مشروط ارتباط پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح انسان قلق سے نجات پا لیتا ہے' ٹھیک یہی اسلوب و طریقہ قلق کے علاج میں نفسیاتی معالج بھی اپناتے ہیں۔

نماز کے بعد فوراً انسان تسبیح و دعا میں مشغول ہو جاتا ہے' جس کی وجہ سے نماز کے بعد کچھ دیر تک سکون نفس اور استرخاء کی کیفیت برقرار رہتی ہے' دعا میں انسان اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے' اس کے حضور اپنی زندگی کی مشکلات' پریشانیاں اور شکایات رکھتا ہے' اور اپنی حاجت روی اور مشکلات کے حل کی گداگری کرتا ہے' یہ گزارش' طلب و درخواست اور اپنی مشکلات کا اظہار ہی' جب کہ سکون نفس اور استرخاء کی کیفیت برقرار ہوتی ہے' قلق سے انسان کو نجات دلا دیتا ہے' کیونکہ اس صورت میں بھی سکون نفس و استرخاء کی کیفیت اور مشکلات کے درمیان جدید مشروط ارتباط پیدا ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں ان مشکلات سے قلق انگیزی کی قوت بتدریج ختم ہو جاتی ہے اور وہ سکون نفس و استرخاء یعنی قلق کے برعکس کیفیت کے ساتھ مشروط ارتباط پیدا کر لیتی ہیں۔

ان سب سے قطع نظر اپنے غم و رنج اور مشکلات کا دوسرے کے سامنے اظہار ہی انسان کے لیے نفسیاتی راحت رساں ہوتا ہے۔ نفسیاتی معالجین کے نزدیک یہ معروف بات ہے کہ اپنی مشکلات کی یاد اور دوسرے سے تذکرہ نفسیاتی مریض کے قلق کی شدت میں تخفیف پیدا کر دیتا ہے' اگر اپنے جگری دوست' یا نفسیاتی معالج کے سامنے مسائل و مشکلات کا اظہار انسانی کیفیت کو بہترین بنا دیتا ہے' تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور اپنی

---

[1] ریتشادم شوین: حوالہ سابق' صفحہ 846-854۔ روبرت ہابر' التحلیل النفسی و العلاج النفسی' ترجمہ سعد جلال ہیئۃ مصریۃ عامۃ للکتاب قاہرہ 1974ء' صفحہ 167-169' شیلدان کاشدان: حوالہ سابق صفحہ 232-235' جولیان روتر' حوالہ سابق صفحہ 184-185

Marfat.com

درپیش مشکلات کا اظہار نفسیاتی کیفیت میں کس قدر خوبی و بہتری پیدا کر سکتا ہے' جب وہ ہر نماز کے بعد اپنے رب سے مناجاتیں کرتا ہو' دعائیں کرتا ہو' مدد اور استعانت طلب کرتا ہو۔

یہ بھی اضافہ کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور اس کے حضور گریہ و زاری ہی قلق کی شدت میں تخفیف پیدا کر دیتی ہے' اس لیے کہ مومن اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (المومن۔۶۰)

(تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔)

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (بقرہ۔۱۸۶)

(اور اے نبی' میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں' تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں' پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے' میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔)

مومن چونکہ پرامید ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات حل فرمائے گا' اس کی حاجت روی کرے گا' اور رنج و قلق کو دور کرے گا' اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا اس کے قلق کی حدت کم کر دیتی ہے' قطع نظراس سے کہ بارگاہ الٰہی میں اس کی دعا قبول ہوئی یا نہیں ہوئی' صرف اللہ تعالیٰ سے داد رسی اور قبولیت کی امید ہی امکان قبولیت کے اندرونی اشارے کی وجہ سے شدت قلق کو کم کر دیتی ہے۔

نفسیاتی کشمکش کو حل کر لینے سے محرومی انسان کے اندر قلق پیدا کرتی ہے اور نفسیاتی کشمکش انسان کی نفسیاتی طاقت کا بڑا حصہ ضائع کر دیتی ہے' اسی لیے نفسیاتی مریض اپنی صلاحیتوں اور امکانات کا صحیح بھرپور اظہار نہیں کرپاتے ہیں' نفسیاتی کشمکش میں ان کی طاقت ضائع ہو جاتی ہے' ان کی صلاحیتیں اور امکانات ناکارہ ہو جاتے ہیں' لیکن جب ان کا علاج ہو جاتا ہے' اور نفسیاتی طاقتوں کو نفسیاتی کشمکش کے بندھنوں سے آزادی مل جاتی ہے' تو عموماً وہ بہت زیادہ سرگرمی و نشاط کا اظہار کرتے ہیں اور عمل تخلیق کی قوت دوچند

Marfat.com

ہو جاتی ہے۔

نماز وہی نتائج برپا کرتی ہے جو کامیاب نفسیاتی علاج سے پیدا ہوتے ہیں' کیونکہ نماز سے پیدا ہونے والا احساس امن اور قلق سے دوری' قلق کے بوجھ تلے دبی انسان کی نفسیاتی طاقت کو آزادی عطا کرتی ہے' جس کی وجہ سے انسان اپنے وجود کے اندر بھرپور نشاط و تازگی اور امنڈتی ہوئی زندگی محسوس کرنے لگتا ہے۔

نماز کا اثر دوسرے پہلو سے نفسیاتی علاج کے اثر پر فوقیت رکھتا ہے' انسان کی نفسیاتی طاقت کو قلق کی بیڑیوں سے آزادی ملنے کے علاوہ نماز کے دوران انسان کا اپنے رب کے ساتھ قائم ہونے والا روحانی رابطہ اس کے اندر ایسی روحانی قوت پیدا کر دیتا ہے جو امید میں جدت اور عزم میں قوت اور نفس کے اندر مصائب و مشکلات سے نبرد آزما ہونے اور کارہائے نمایاں انجام دینے کی زبردست صلاحیت پیدا کر دیتی ہے' حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندرون میں طاقت و قوت کا عظیم سرچشمہ ہوتا ہے' جس کے بہت چھوٹے حصہ سے عموماً وہ کام لیتا ہے' ولیم جیمس اس سلسلہ میں کہتا ہے "اگر ہم اپنا موازنہ اس بات سے کریں کہ ہم کو کیسا ہونا چاہئے تھا تو ہم آدھے انسان نظر آئیں گے' ہم اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے انتہائی معمولی حصہ کو استعمال کرتے ہیں' دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ انسان اپنے حقیقی دائرہ کے اندر اپنی خودساختہ انتہائی تنگ دائرہ میں ہی زندگی گزارتا ہے' وہ زبردست اور مختلف صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے لیکن عموماً وہ ان کا ادراک نہیں رکھتا' یا ان کے استعمال میں ناکام رہتا ہے۔" [۱] نماز کے دوران اپنے رب کے ساتھ انسان کا روحانی رشتہ اور روحانی فیض الٰہی کا حصول غالباً اس کی پوشیدہ روحانی طاقتوں کو ابھار دیتے ہیں' پھر اس کے عزم میں پختگی' ارادہ میں قوت اور ہمت میں بلندی آجاتی ہے' علم و معرفت کو قبول کرنے اور کار عظیم انجام دینے کی صلاحیت دوچند ہو جاتی ہے' فرانسیسی معالج ایکسیس کاریل نے بھی اس بات کو محسوس کیا کہ نماز سے مخصوص روحانی نشاط پیدا ہوتا ہے جو حج و عبادات کے مقامات پر بعض مریضوں کو جلد شفایاب کر سکتا ہے [۲] نماز کی اثرانگیزی سے متعلق ولیم جیمس کی رائے کے بعد انگریزی ماہر

---

[۱] ڈیل کارنجی' حوالہ سابق صفحہ 239

[۲] الکیس کاریل: الانسان ذلک المجہول' ایڈیشن سوم ترجمہ اسعد فرید' مکتبہ المعارف بیروت 1980' صفحہ 170-171

Marfat.com

نفسیات سیرل بیرٹ نے بھی وہی بات دہرائی' اس نے کہا کہ نماز کے ذریعہ ہم "عقلی نشاط کے ایسے عظیم سرچشمہ میں داخل ہو سکتے ہیں جہاں تک رسائی عام حالات میں نہیں ہو سکتی ہے' ایک مشہور ماہر نفسیات ولیم جیمس کا بھی یہی حال ہے۔" ؎

ان سب کے علاوہ باجماعت نماز علاج کے اندر اہم اثر رکھتی ہے' نماز جماعت کے لیے مسجد میں بار بار حاضری' اپنے پڑوسیوں اور اپنے محلہ کے لوگوں سے ملنے جلنے کے مواقع فراہم کرتی ہے جس سے دوسرے لوگوں کے ساتھ ربط و ضبط' سماجی تعلقات اور دوستانہ مراسم و تعلقات کی استواری ہوتی ہے' یہ سماجی تعلقات اور دوسروں کے ساتھ دوستانہ مراسم فرد کی شخصیت کے نمو اور انفعالی پختگی میں معاون بنتے ہیں' نیز سماجی وابستگی اور سماجی ہم آہنگی کی وجہ سے اس قلق سے تحفظ ہو جاتا ہے جس سے اپنے احساس تنہائی و علاحدگی اور سماج سے دوری کے نتیجہ میں بعض لوگ دوچار ہوتے ہیں۔

جمعہ کی نماز علاج کے اندر اہم رول ادا کرتی ہے' جمعہ کے خطبہ میں خطیب حضرات لوگوں کے سماجی مسائل اور زندگی کی مختلف مشکلات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں' ان کے اسباب اور علاج کے طریقے بیان کرتے ہیں' یہ خطبات اور تقاریر مصلیان کے لیے بہت مفید اور سودمند ہوتی ہیں' مسائل زندگی سے نبرد آزمائی اور صحیح طرز زندگی اپنا کر نفسیاتی امن و سکون قلب حاصل کرنے کے طریقہ اور مشورہ انہیں معلوم ہوتے ہیں۔

جمعہ کی نماز سے معالجاتی تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے' کیونکہ بچپن سے نماز جمعہ کی پابندی کرنے کی وجہ سے مختلف قسم کی دینی معلومات اور صحیح رہنمائیاں حاصل ہوتی ہیں اور مشکلات زندگی کا سامنا کرنے کی قدرت پیدا ہوتی ہے' دوسری جانب نماز جمعہ معالجاتی رول بھی ادا کرتی ہے' جمعہ کے خطبات فرد کو درپیش مسائل زندگی کے صحیح فہم اور ان پر کنٹرول کی بھرپور قوت عطا کرتے ہیں' کچھ لوگ نماز سے فراغت کے بعد اپنے مسائل سے متعلق امام سے مشورہ کرتے ہیں' اور امام کے مشوروں سے ان کے قلق کی شدت میں تخفیف پیدا ہوتی ہے' نیز ان کے ازالہ کا صحیح طریقہ معلوم ہوتا ہے' افراد کی شخصیت

؎ سیرل بیروت: علم النفس الدینی' ترجمہ سمیر عبدہ' دار دمشق للطباعۃ والنشر' دمشق صفحہ 21

Marfat.com

کی درستگی اور علاج کے اندر جماعت کی نماز اور بالخصوص نماز جمعہ جو رول ادا کرتی ہے وہ بڑی حد تک اجتماعی نفسیاتی علاج کے مشابہ ہے' Klapman اور دیگر معالجین نے بھی ادھر تعلیمی و اجتماعی نفسیاتی علاج کا ایسا طریقہ [1] اپنایا جو مریضوں کو اپنے مسائل' نفسیاتی کشمکش کی نوعیتوں' ان سے دفاعی طریقوں اور مشکلات پر قابو پانے کے دیگر طریقوں کے تئیں واضح رہنمائی و ادراک سے آراستہ کرنے والے موضوعات و معلومات پر بنیادی طور پر انحصار کرتا ہے۔

جدید تعلیمی و اجتماعی نفسیاتی علاج نوعیت زندگی کے دباؤ سے پیدا ہونے والی خفیف نفسیاتی مشکلات کے علاج اور ان سے تحفظ میں بنیادی طور پر خطبہ نماز جمعہ کے مشابہ [2] رول ادا کرتی ہے۔

یہ بات غور کے قابل ہے کہ نفسیاتی علاج عموماً نفسیاتی مرض پیدا ہونے کے بعد اختیار کیا جاتا ہے' لیکن نماز اور بالخصوص نماز جمعہ نفسیاتی مرض سے فرد کو اولاً تحفظ عطا کرتی ہے' اور تحفظ یقیناً علاج سے بہتر ہے' اس لیے اس رخ سے نماز کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور بعض ماہرین نفسیات بھی اب نفسیاتی مرض سے تحفظ کے موضوع سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔

نماز سے پہلے وضو' نہ صرف جسم کو میل کچیل سے صاف بناتا ہے بلکہ نفس کو بھی گندگیوں سے پاک کرتا ہے' اچھی طرح وضو کرنے کے بعد جسمانی اور نفسیاتی نظافت کا احساس ہوتا ہے' اور محسوس ہوتا ہے کہ اپنے گناہوں اور غلطیوں کی گندگیوں سے طہارت حاصل ہوگئی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مومن وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ ہر وہ غلطی دھل جاتی ہے جو آنکھ نے کی ہو' جب دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ ہر وہ غلطی دھل جاتی ہے جو ہاتھوں نے کی ہو' جب دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں سے انجام پانے والی ہر غلطی پانی کے آخری قطرے کے ساتھ صاف ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو

---

[1] روبرٹ ہاربر' حوالہ سابق صفحہ 209-210 [2] اب بیشتر مواقع پر جمعہ کے خطبات سے وہ فوائد نہیں حاصل ہو رہے ہیں جن کی جانب اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب خطبہ جمعہ کے لئے باقاعدہ تیاری نہیں کی جاتی' ضرورت ہے کہ اس پہلو پر توجہ دی جائے۔

Marfat.com

کر نکل جاتا ہے۔" [۱] جسمانی اور نفسیاتی طہارت کا یہ احساس اللہ تعالیٰ سے روحانی رشتہ استوار اور دوران نماز جسمانی و نفسیاتی استرخاء کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

نفسیاتی تاثیر کے علاوہ وضو کے عضویاتی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں جن کی جانب بعض اہل قلم اور ڈاکٹروں نے اشارہ کیا ہے [۲] کیونکہ واضح ہوا ہے کہ روزانہ اور مخصوص وقفہ سے پانچ بار پانی سے دھونا عضلات کے اندر استرخاء اور نفسیاتی و جسمانی تناؤ کی شدت میں تخفیف کا سبب بنتا ہے' اسی لئے نبی کریم ﷺ نے غصہ کے وقت وضوء کی تلقین فرمائی' ارشاد ہے: "غصہ شیطان کی طرف سے ہے' اور شیطان کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے' اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے' اگر تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے' (ابو داؤد) [۳]

ب۔ روزہ

روزہ کے بہت سارے نفسیاتی فوائد ہیں' اس سے نفس کی تربیت و تہذیب ہوتی ہے اور جسم و نفس کے متعدد امراض کا علاج ہوتا ہے' ماہ رمضان کے تمام ایام میں فجر کے قبل سے غروب شمس تک کھانے پینے سے گریز انسان کو اپنی شہوات پر ضبط و کنٹرول کی مشق کراتا ہے' جس کے نتیجہ میں تقویٰ کی روح پیدا ہوتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (بقرہ۔ ۱۸۲)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کئے گئے تھے اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو گی۔)

یعنی شاید کہ تم معاصی سے بچو' روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے' جس کا پیش خیمہ یہ

---

[۱] حدیث نمبر121' مختصر صحیح مسلم

[۲] جمال ماضی ابوالعزائم: حوالہ سابق' اسامہ محمد الراضی: حوالہ سابق

[۳] حدیث نمبر4784' سنن ابوداؤد 249/3

Marfat.com

معاصی ہوتے ہیں' [1] بخاری اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے: "روزہ ڈھال ہے اگر تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ فحش کلامی کرے' نہ جہالت کرے' اگر کوئی اس سے جھگڑے یا گالم گلوچ کرے تو دو بار وہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں' قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے' روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے' وہ اپنے کھانے پینے اور شہوت کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے' روزہ میرے لیے ہے' اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔" [2]

ہر سال پورے ایک ماہ تک ضبط نفس اور شہوت پر کنٹرول کی یہ مسلسل مشق و تربیت بلاشبہ انسان کے اندر نہ صرف اپنی شہوات و خواہشات کو قابو میں رکھنے بلکہ زندگی کے عام اطوار و عادات' اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی اور ہر ہر عمل میں حکم الٰہی کی رعایت رکھنے میں قوت ارادی اور صلابت عزم پیدا کر دیتی ہے اور اس طرح بھی ضمیر انسانی کی تربیت ہوتی رہتی ہے' پھر قانون کی لاٹھی نہیں بلکہ ضمیر کی پکار پر وہ اپنے ہر عمل کو پوری امانت اور خوبصورتی سے انجام دیتا رہتا ہے۔

روزہ انسان کے اندر بھوک و پیاس پر صبر اور شہوتوں پر ضبط کی عادت پیدا کرتا ہے' روزہ سے صبر کی تعلیم حاصل کر کے اسے اپنی زندگی کے دیگر تمام گوشوں تک وہ دراز کرلیتا ہے' تلاش معاش کی سختیوں' آلام مرض' مشکلات حیات اور مصائب زمانہ میں صبر اس کا شیوہ ہو جاتا ہے' صبر ایک اچھی انسانی خصلت ہے' اللہ اپنے بندوں کو اس سے آراستہ دیکھنا چاہتا ہے' جدوجہد حیات' مجاہدہ نفس اور شہوات و خواہشات کو انگیز کرنے میں صبر کی قوت کا رول زبردست ہے۔

روزہ کا نفسیاتی فائدہ یہ ہے کہ وہ مال دار شخص کو آلام بھوک کا احساس دلاتا ہے' غریبوں اور محتاجوں کے لیے رحمت و شفقت کے جذبات بیدار کرتا ہے' اور ان کے ساتھ نیکی و حسن سلوک پر اسے آمادہ کرتا ہے' اس طرح معاشرہ میں تعاون' ہمدردی اور سماجی کفالت کی روح عام ہوتی ہے' ان میں نفسیاتی فوائد کے علاوہ روزہ کے طبی اور جسمانی

---

[1] تفسیر جلالین' صفحہ 25

[2] السید سابق: فقہ السنہ مجلد اول' دار الکتاب العربی بیروت' صفحہ 431

Marfat.com

امراض سے علاج کے فوائد بھی ہیں' اور نفسیاتی صحت پر جسمانی صحت کی اثر انگیزی تو معروف امر ہے' مشہور حکیمانہ جملہ ہے کہ "صحت مند عقل صحت مند جسم کے اندر ہوتی ہے۔"

ج۔ زکوٰۃ

فریضہ زکوٰۃ' کہ ہر مسلمان اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ ہر سال فقیروں پر خرچ کرے' محتاجوں کے ساتھ ہمدردی و شفقت ان کا تعاون اور ان کی حاجت روی کی تربیت ہے' یہ فقراء و مساکین کے ساتھ وجدانی اشتراک کا شعور بیدار کرتی ہے' ان کے تئیں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے اور ان کے لیے بہبود و آسانی کی فراہمی پر آمادہ کرتی ہے' زکوٰۃ دوسروں سے محبت کرنا سکھاتی ہے انانیت' خودپسندی' بخل اور حرص و آز سے بچاتی ہے' اور پیچھے بات گزر چکی ہے کہ دوسروں سے محبت اور ان کی بہبود کے لیے کاوش و عمل انسان کے اندر سماجی وابستگی کا احساس پیدا کرتا ہے' معاشرہ کے اندر اپنے فعال رول کا احساس دلاتا ہے اور اندرونی خوشی بخشتا ہے' نفسیاتی صحت کے لیے یہ امور بڑی اہمیت رکھتے ہیں' صدقہ کے متعلق خواہ فریضہ زکوٰۃ ہو یا نفلی عطیات و خیرات' قرآن کے مطابق وہ نفس کی تطہیر و تزکیہ کرتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔

(توبہ۔ ۱۰۳)

(اے نبی' تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ۔)

بخل' طمع' خودغرضی' خودپسندی اور فقیروں کے تئیں قساوت قلبی کی گندگیوں سے زکوٰۃ نفس کی تطہیر کرتی ہے اور اس کا تزکیہ کرتی ہے' "یعنی اس کی افزائش' خلقی و عملی برکتوں کے ذریعہ اس کی بلندی کر کے دنیا و آخرت کی سعادت کا اہل اسے بناتی ہے۔"[1]

امام احمد حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے بنو تمیم کے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ اپنا مال کیسے خرچ کرے' آپ نے فرمایا: "اپنے مال سے زکوٰۃ

---

[1] سید سابق' حوالہ سابق صفحہ 328

Marfat.com

نکالو' وہ تمہارے لیے پاکیزگی ہے' تمہارے رشتہ داروں کے لیے صلہ رحمی ہے اور مسکین' پڑوسی وسائل کے حقوق سے آگاہی ہے۔" [1]

د۔ حج

حج کے بھی عظیم الشان نفسیاتی فوائد ہیں' مکہ مکرمہ میں کعبہ اللہ کی زیارت' اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ و السلام کی زیارت' وحی کے مقامات اور اسلامی جانفروشیوں کے مقامات کی زیارت مسلمان کے اندر ایسی عظیم روحانی طاقت پیدا کرتی ہے جو زندگی کے غم و الم کو دور کر کے امن و طمانیت اور راحت کے احساس سے بھر دیتی ہے۔

ان سب کے علاوہ حج کے اندر تکان و مصائب کو انگیز کرنے اور تواضع کی مشق و تربیت ہے' جہاں انسان اپنے زرق و برق اور خوشنما لباس اتار کر حج کے سادہ لباس پہنتا ہے' جس میں امیر اور غریب' آقا اور غلام' حاکم اور محکوم سب یکساں ہوتے ہیں' مختلف نسل و قوم اور طبقات کے تمام لوگوں میں اخوت کا رابطہ مضبوط ہوتا ہے' جہاں تمام لوگ ایک مقام پر جمع ہو کر اللہ کی عبادت بجالاتے ہیں' اس کے سامنے روتے اور گریہ و زاری کرتے ہیں' مختلف قومیتوں کے ان تمام مسلمانوں کا یہ زبردست اجتماع باہمی دوستی و تعلقات کی استواری اور تعارف و انسیت کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

حج کے اندر بھی ضبط نفس اور اپنی خواہشات و شہوات پر کنٹرول کی تربیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ حالت احرام میں حاجی عورتوں سے مباشرت' جھگڑے لڑائی' گالم گلوچ' معاصی اور اللہ کی منہیات سے گریز کرتا ہے' جو ضبط نفس' حسن سلوک اور حسن کردار کی تربیت سکھاتا ہے:

> اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ۔ (بقرہ۔۱۹۷)

---

[1] حوالہ سابق صفحہ 329

Marfat.com

(حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے' اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل کوئی بدعملی' کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو' جو نیک کام تم کرو گے' وہ اللہ کے علم میں ہوگا سفرِ حج کے لیے زادِ راہ ساتھ لے جاؤ' اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے' پس اے ہوشمندو! نافرمانی سے پرہیز کرو۔)

اسی طرح حج نفس کا جہاد ہے' اس میں انسان اپنے نفس کی تہذیب اور اپنی خواہشات پر ضبط کی کوشش کرتا ہے' مشقت انگیزی' نیکی اور لوگوں سے محبت کی مشق حاصل کرتا ہے' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں بزدل ہوں' میں کمزور ہوں' آپ نے فرمایا: "ایسا جہاد کرو جس میں طاقت آزمائی نہیں ہے' حج کرو۔" [1]

مسلمان آگاہ ہوتا ہے کہ حج مبرور سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اور حج سے مسلمان اس طرح پاک لوٹتا ہے جیسا وہ اپنی پیدائش کے دن تھا' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کرو' یہ دونوں فقر اور گناہ کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی میں لوہا' سونا اور چاندی کا میل نکل جاتا ہے' اور حج مبرور کا ثواب تو صرف جنت ہے" (نسائی و ترمذی) [2] حج مبرور سے گناہوں کی معافی کا علم لوٹتے وقت حاجی کے سینہ کو انشراح و اطمینان سے بھر دیتا ہے' اور اسے راحت قلب' امن اور طمانیت کا احساس رہتا ہے اور یہ احساس اس کے اندر ایسی روحانی طاقت پیدا کر دیتا ہے جس سے غم حیات غلط ہو جاتے ہیں اور اعصابی تناؤ و قلق دور ہو جاتا ہے۔

صبر

قرآن نے مسلمانوں کو صبر اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ تربیت نفس' شخصیت کی

---

[1] سید سابق' حوالہ سابق صفحہ 626

[2] سید سابق' حوالہ سابق صفحہ 626-627

Marfat.com

قوت' مشکلات انگیزی' مصائب و ہموم زمانہ سے نبرد آزمائی کی نئی قوت اور سربلندی اسلام کی راہ میں برسرجہاد رہنے کی قدرت جیسے فوائد صبر سے وابستہ ہیں۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ۔ (بقرہ۔۴۵)

(صبر اور نماز سے مدد لو' بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان فرماں بردار بندوں کے لیے مشکل نہیں ہے۔)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ۔ (بقرہ۔۱۵۳)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' صبر اور نماز سے مدد لو' اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (آل عمران۔۲۰۰)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' صبر سے کام لو' باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو' اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔)

مومن صادق درپیش اذیت پر واویلا نہیں مچاتا' مشکلات و مصائب پر پست ہمت اور شکست خوردہ نہیں ہوتا' اسے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی مصائب اللہ کی جانب سے آزمائش و ابتلا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ۔ (محمد۔۳۱)

(ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

Marfat.com

الْمُهْتَدُوْنَ۔ (بقرہ۔ ۱۵۵، ۱۵۷)

(اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ "ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے" انہیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔)

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِیْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (آل عمران۔ ۱۸۶)

(مسلمانو، تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے، اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔)

صبر کو صفات حمیدہ میں شمار کرتے ہوئے متعدد مواقع پر قرآن نے اسے سراہا ہے:

وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ، فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ۔ (بلد۔ ۱۲، ۱۸)

(اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا فاقہ کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشیں مسکین کو کھانا کھلانا، پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔)

Marfat.com

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (سورہ عصر)

(زمانے کی قسم' انسان درحقیقت خسارے میں ہے' سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے' اور نیک اعمال کرتے رہے' اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔)

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَ السَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (بقرہ۔۱۷۷)

(نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر کو اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر' مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے' نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں' اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں' یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔)

صبر انسان کو عمل میں استقامت اور علمی و عملی مقاصد کی تکمیل کے لئے جہد و کاوش کی تعلیم دیتا ہے' حیات انسانی کے بیشتر مقاصد خواہ سماجی' اقتصادی' سیاسی جیسے عملی میدانوں سے متعلق ہوں یا علمی تحقیق کے میدان ہوں' کی رسائی و تکمیل کے لیے طویل وقت اور سخت محنت کی ضرورت پیش آتی ہے' اسی لئے محنت پر استقامت اور عملی

Marfat.com

مشکلات و تحقیق پر صبر کامیابی سے ہمکناری اور مقاصد کی تکمیل کے لیے ضروری صفات میں شمار ہوتا ہے۔

صبر اور استقامت دونوں قوت ارادی سے مربوط ہوتی ہیں' صبر کرنے والا شخص قوی الارادہ ہوتا ہے' اس کے عزم کی کمزوری' یا اس کی ہمت میں پستی نہیں آتی ہے خواہ کتنی ہی مشکلات اور رکاوٹیں درپیش ہوں' قوت ارادی کے بل پر عظیم الشان کاموں کی انجام دہی اور بلند مقاصد کی تکمیل انسان کے لیے ممکن ہو جاتی ہے:

اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ۔ (انفال۔۶۵)

(اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں سے ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے' کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔)

جب انسان مشکلات حیات اور مصائب زمانہ پر صبر کرنا سیکھ لیتا ہے' لوگوں کی عداوت و اذیت پر صبر کرلیتا ہے' اللہ کی عبادت اور تقویٰ پر صبر کرلیتا ہے' اپنی شہوتوں اور جذبات پر صبر کرلیتا ہے' کاموں اور کارناموں پر صبر سیکھ لیتا ہے' پھر اس کی شخصیت پختہ' مکمل' متوازن' نتیجہ خیز اور فعال ہو جاتی ہے' وہ قلق پر مضبوط اور نفسیاتی اضطراب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ذِکر

اللہ تعالیٰ کے ذکر' تسبیح و تکبیر' استغفار و دعا اور تلاوت قرآن کی پابندی مومن کو پاکیزگیٔ نفس اور شعور امن و طمانیت بخشتی ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ (رعد۔۲۸)

(ایسے ہی لوگ ہیں وہ جنھوں نے (اس نبی کی دعوت کو) مان لیا ہے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے' خبردار رہو اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔)

Marfat.com

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ (طٰہٰ۔۱۳۰)

(پس اے نبی' جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر کرو' اور اپنے رب کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کی تسبیح کرو سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی' شاید کہ تم راضی ہو جاؤ۔)

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (اسراء۔۸۲)

(ہم اس قرآن کے سلسلہ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفاء ہے [1] حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم ذکر الٰہی میں مشغول ہوتی ہے تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں' اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے' ان پر سکینت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس والوں میں کرتا ہے۔" (مسلم' ابو داؤد' ترمذی) [2]

جب مومن اللہ کے ذکر کی پابندی کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے قریب ہے اور اس کی حمایت و نگہبانی کے زیر سایہ ہے' یہ چیز اس کے اندر اعتماد و قوت کا احساس اور امن و سکون و طمانیت کا احساس پیدا کرتی ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ۔ (بقرہ۔۱۵۲)

(لہٰذا تم مجھے یاد رکھو' میں تمہیں یاد رکھوں گا۔)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک میرا بندہ میرا

---

[1] بروایت دیلمی دیکھیے' حسن محمد شرقاوی: نحو علم نفس اسلامی' ہیئہ مصریہ عامہ للکتاب' اسکندریہ' صفحہ300

[2] بروایت ابن ماجہ دیکھیے: حسن محمد شرقاوی' حوالہ سابق صفحہ299' نیز دیکھیے تیسر الوصول الی جامع الاصول للشیبانی 15/2

Marfat.com

ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت میں رہتے ہیں' میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں [۱] آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: "اللہ کا ذکر اور قرآن کی تلاوت کرو' یہ زمین میں نور اور آسمان میں تمہارا تذکرہ ہے۔" [۲]

ذکر الٰہی چونکہ نفس میں امن و سکون پیدا کرتی ہے' اس لیے بلاشبہ وہ اس قلق کا علاج ہے جو مسائل حیات اور مشکلات زندگی کے سامنے اپنی کمزوری و بے بسی کی وجہ سے انسان کو پیش آتا ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔

(طٰہٰ۔ ۱۲۴)

(اور جو میرے "ذکر" (درست نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہو گی۔)

ذکر افضل عبادات میں سے ہے [۳]

ذکر کی فضیلت درج ذیل آیت سے واضح ہوتی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ (عنکبوت۔ ۴۵)

(یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے۔)

حضرت ابو موسیٰؓ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جس گھر میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا ہے دونوں کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی ہے۔" (متفق علیہ)

حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام عبادات یا تو خود ذکر ہیں یا ذکر میں معاون' نماز کے

---

[۱] امام شعرانی نے کشف الغمہ میں روایت کی ہے دیکھیے: حسن محمد شرقاوی' حوالہ سابق صفحہ 299

[۲] بروایت ابو یعلی' دیکھیے: حسن محمد شرقاوی' حوالہ سابق صفحہ 203

[۳] دیکھیے منصور علی ناصف' التاج الجامع الاصول فی احادیث الرسول' دار الفکر قاہرہ 1975ء' 332/1 اور 87/5

Marfat.com

اندر اللہ کی تکبیر قرآن کی تلاوت' رکوع و سجدہ تسبیحات الٰہی' اللہ کی حمد و ثناء اور نبی علیہ السلام پر درود پھر نماز کے بعد استغفار' اللہ کی تسبیح و حمد اور تکبیر و دعا ہے اور یہ تمام چیزیں ذکر ہیں' [1] اللہ تعالیٰ نماز کے متعلق فرماتا ہے:

إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔ (طٰہٰ۔ ۱۴)

(میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے' پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔)

روزہ اللہ کی اطاعت' اس کے غضب سے دوری' اس کی تعظیم اور ہدایت پر شکر ہے' یہ بھی ذکر ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (بقرہ۔ ۱۸۵)

(اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے' اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔)

حج میں نماز' دعا' گریہ زاری اور مناسک حج کی ادائیگی ہے' وہ بھی ذکر ہے' ارشاد الٰہی ہے:

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔ (حج۔ ۲۷'۲۸)

(اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں' تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں۔)

---

[1] سعید حوی' حوالہ سابق صفحہ 228-231

Marfat.com

رمی جمار کے سلسلہ میں ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ۔ (بقرہ۔ ۲۰۳)

(یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں۔)

مومن جو تقرب خداوندی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے' صرف نماز کے دوران ہی ذکر پر اکتفاء نہیں کرتا ہے' بلکہ نماز کے علاوہ بھی ذکر میں مشغول رہتا ہے' تسبیح و تکبیر اور دعا و گریہ زاری کرتا رہتا ہے۔ عبادات' تلاوت قرآن' اوراد و اذکار اور دعاؤں کے ذریعہ اللہ کا تقرب دل میں ایمان کو پختہ اور نفس میں احساس امن و طمانیت کو اجاگر کرتا ہے۔

توبہ

احساس گناہ انسان کے اندر نقص و اضطراب کا احساس پیدا کرتا ہے' جس کے نتیجہ میں بعض نفسیاتی امراض پیدا ہو جاتے ہیں' ان حالات میں نفسیاتی علاج کے اندر احساس گناہ سے پیدا ہونے والے سابقہ تجربات کے تئیں اس کا نقطہ نظر بدل دیا جاتا ہے تاکہ نئی نگاہ سے دیکھ کر احساس گناہ اور احساس نقص کا جواز اسے نظر نہ آئے' نفس کی ملامت کم ہو جائے' اور اپنی ذات کو وہ قبول کرنے لگے' اس طرح اس کا قلق اور نفسیاتی امراض ختم ہو جاتے ہیں۔

احساس گناہ کے علاج کا ایک کامیاب اور بے مثال اسلوب قرآن نے ہمیں بتایا ہے' وہ ہے توبہ' اللہ تعالی سے توبہ گناہوں کو معاف کرا دیتی ہے' رضائے الٰہی کی امید بڑھا دیتی ہے' جس کی وجہ سے قلق کی شدت میں کمی آ جاتی ہے' پھر توبہ عموماً انسان کو اپنی اصلاح و درستگی پر آمادہ کرتی ہے' تاکہ دوبارہ وہ شکار معصیت نہ ہو جائے' اس طرح اپنی قدر' خود اعتمادی اور خوش دلی کے اضافہ میں یہ چیز معاون بنتی ہے اور نفس کے اندر امن و طمانیت کا احساس پیدا ہوتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (زمر۔ ۵۳)

(اے نبی) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر

Marfat.com

زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ' یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے' وہ تو غفور و رحیم ہے۔)

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (نساء۔۱۱۰)

(اگر کوئی شخص برا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ (نساء۔۴۸)

(اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا' اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔)

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (نساء۔۱۷)

(ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔)

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (مائدہ۔۳۹)

(پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائے گی' اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔)

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

Marfat.com

(انعام-۵۴)

(جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو "تم پر سلامتی ہے۔ تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔")

وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (اعراف-۱۵۳)

(اور جو لوگ برے عمل کریں پھر توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو یقیناً اس توبہ و ایمان کے بعد تیرا رب درگزر اور رحم فرمانے والا ہے۔)

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى۔ (طٰہٰ-۸۲)

(البتہ جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔)

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۔ (آل عمران-۱۳۵،۱۳۶)

(اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو، اور وہ کبھی دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزاء ان کے رب

Marfat.com

کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کردے گا اور ایسے باغوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا اچھا بدلہ ہے نیک اعمال کرنے والوں کے لیے۔)

مسلمان کا یقین کہ اللہ جل شانہ توبہ قبول فرماتا ہے، گناہوں کو معاف کرتا ہے اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں کرتا، اسے استغفار، توبہ اور مغفرت و خوشنودی کی امید میں معاصی سے اجتناب پر آمادہ کرتا ہے، جب مسلمان سچی توبہ کرتا ہے، اللہ کی عبادت و اطاعت اور عمل صالح کی پابندی کرتا ہے تو دل کو راحت اور نفس کو اطمینان ملتا ہے، اور قلق و اضطراب پیدا کرنے والا احساس گناہ ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم نے اس طرح عربوں کے نفوس کا علاج کیا، اور متعدد طریقے اپنا کر ان کی شخصیتوں میں زبردست تبدیلی پیدا کردی، وہ طریقے درج ذیل تھے۔

اول: نفوس کے اندر عقیدہ توحید اور دلوں میں تقویٰ پیدا کر کے شخصیت و کردار سازی۔

دوم: مختلف عبادات کے ذریعہ سابقہ غلط عادات و اطوار سے گلو خلاصی اور صفات حمیدہ سے آراستگی کر کے معتدل و متوازن اور مکمل شخصیت کی تعمیر۔

سوم: صبر کی تعلیم۔ جو خوش دلی کے ساتھ مشکلات کو انگیز کرنے اور تناؤ و تنگی اور احساس غم و قلق کو کم کرنے میں معاون بننے والی صفت ہے۔

چہارم: ذکر الہی کی پابندی کی ترغیب، جو اللہ کے تقرب، اس کی حمایت اور نگہبانی کا شعور عطا کر کے امن و طمانیت کا احساس پیدا کرتی ہے۔

پنجم: استغفار و توبہ کی ترغیب، جو احساس گناہ سے ابھرنے والے قلق سے گلوخلاصی عطا کرتی ہے۔

ششم: کردار و عمل کی تبدیلی کے لیے متعدد فعال طریقے مثلاً شراب نوشی اور سود خواری کے علاج میں قرآن کا تدریجی طریقہ، ترغیب و ترہیب، قصص اور روزمرہ واقعات کے ذریعہ جذبات و محرکات انگیزی، فعال شرکت کا اسلوب، تقسیم تعلم کا اسلوب وغیرہ جن پر تفصیل کے ساتھ گذشتہ پانچویں فصل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

ان طریقوں کے ذریعہ قرآن کریم نے کامیابی کے ساتھ مسلمانوں کی شخصیتوں کے

Marfat.com

کمزور پہلوؤں کا علاج کیا اور ان کے نفوس میں اچھی و پاکیزہ صفات کی تخم ریزی کی جو ان کی متوازن و مکمل شخصیات کی تعمیر میں معاون بنی' اور جزیرہ نمائے عرب کے عرب معاشرہ اور پوری دنیا کے اسلامی معاشرہ میں زندگی کے تمام گوشوں کے اندر زبردست دور رس اثرات کی حامل تبدیلیاں رونما کرنے میں اس کا بہت زیادہ اثر رہا۔

Marfat.com

القرآن

اور

علم النفس

محمد عثمان نجاتی

Marfat.com